The Constitution of India

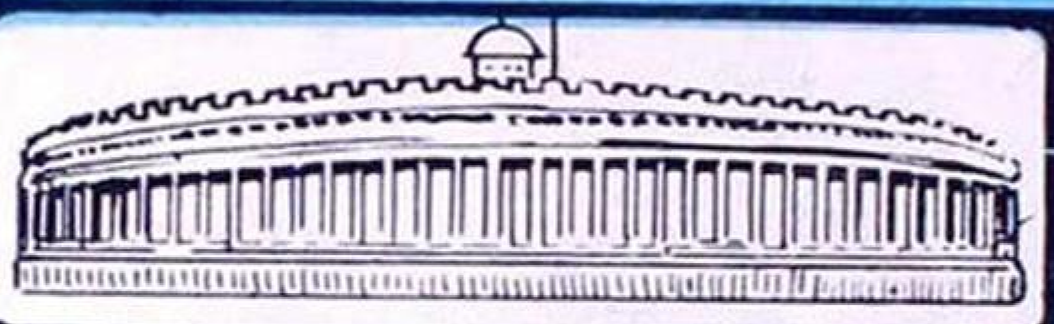

جمہوریۂ ہند
کا
دستورِ اساسی

محمد ہاشم قدوائی

ایجوکیشنل بک ہاؤس علی گڑھ ۲

www.taemeernews.com

جمہوریۂ ہند کا دستورِ اساسی

از

ڈاکٹر محمد ہاشم قدوائی

ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ

www.taemeernews.com

جملہ حقوق بحق پبلشر محفوظ ہیں

ایڈیشن ——— ۱۹۹۹ء
تعداد ——— ۱۰۰۰
قیمت ——— ۴۰/۰۰

کتابت : ریاض احمد، الہ آباد
مطبع : ایم۔ اے۔ پرنٹرس ؛ دہلی

ایجوکیشنل بک ہاؤس
مسلم یونی ورسٹی مارکیٹ، علی گڑھ-۲۰۲۰۰۲

www.taemeernews.com

www.taemeernews.com

فہرست مضامین

دیباچہ ------ ۵
تعارف ------ ۷

حصہ اوّل

۱	جمہوریہ ہند کے دستور اساسی کی مختصر تاریخ ۔	۱۳
۲	دستور کی چند خصوصیتیں ------	۵۵
۳	شہریت ------	۶۷
۴	بنیادی حقوق ------	۷۰
۵	مملکتی پالیسی کی رہنمائی کے اصول ------	۸۸
۶	انڈین یونین ------	۹۹
۷	مرکزی یا یونین حکومت ------	۱۲۲
۸	مرکزی مجلس قانون ساز پارلیمنٹ ------	۱۴۵
۹	ریاستی حکومت ------	۱۶۲
۱۰	ریاستی مجلس قانون ساز ------	۱۷۸
۱۱	سپریم کورٹ ------	۱۹۱

www.taemeernews.com

۱۲	ہائی کورٹ ----------------	۲۰۰
۱۳	پبلک سروس کمیشن ----------------	۲۰۵
۱۴	دستور اساسی میں ترمیمیں ------------	۲۱۱

حصۂ دوئم

۱	مقامی خود اختیار حکومت ------------	۲۲۵
۲	کارپوریشن ----------------	۲۳۳
۳	میونسپل بورڈ ----------------	۲۳۶
۴	ڈسٹرکٹ بورڈ ----------------	۲۵۴
۵	گاؤں پنچایت ----------------	۲۶۷
۶	اتر پردیش کی ضلع حکومت ------------	۲۷۷
۷	ہندوستان کے بعض سماجی اور معاشی مسئلے اور منصوبہ بندی	۲۸۹
۸	ضمیمہ جات ----------------	۳۱۴

www.taemeernews.com

دیباچہ

"جمہوریہ ہند کا دستورِ اساسی" کا گیارہواں ایڈیشن پڑھنے والوں کی خدمت میں پیش ہے۔

اس ایڈیشن میں اندازِ بیان کو پہلے سے زیادہ سہل اور عام فہم کر دیا گیا ہے اور بعض امور کا بیان زیادہ وضاحت سے کیا گیا ہے۔

جب بھی اس کتاب کا کوئی نیا ایڈیشن شایع ہوتا ہے تو جناب عبدالشہید خاں صاحب مرحوم پروپرائٹر ایجوکیشنل بک ہاؤس کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ جناب مرحوم ہی نے اس کتاب کے لکھنے کا خیال دلایا تھا۔ ان کی زندگی میں اس کے متعدد ایڈیشن شایع ہوئے، اور ان کے انتقال کے بعد ان کے لائق جانشین اور خلف الرشید جناب اسد یار خاں صاحب اپنی مطبوعات کے نئے ایڈیشنوں کو بڑی آب و تاب کے ساتھ بہترین کتابت اور طباعت اور دیدہ زیب گردپوش کے ساتھ شایع کر رہے ہیں جس کے لئے وہ اردو کی اس گراں قدر خدمت کے لئے بجا طور پر مبارکباد کے مستحق ہیں۔

محمد ہاشم قدوائی

۱۹۸۷ء

www.taemeernews.com

تعارف

۲۶ جنوری ۱۹۵۰ء سے جو دستور ہندوستان میں نافذ ہے یہ کتاب اس کے بارے میں ہے۔ اس تاریخ کو دنیا میں ایک نئی جمہوریہ (یعنی ہند یونین) کا قیام عمل میں آیا۔ ۲۰ سال قبل اس تاریخ کو ہندوستان کے عوام نے مہاتما گاندھی کی قیادت میں مکمل آزادی حاصل کرنے کا عزم کیا تھا۔

نئے دستور کے تحت ہند یونین ایک پورے اختیار والی عوامی جمہوریہ ہے۔ اس تمہید میں غیر مبہم الفاظ میں کہا گیا ہے کہ انصاف، آزادی، برابری بھائی چارہ دستور کے مقاصد ہیں۔ دستور کا امتیازی پہلو یہ ہے کہ فیڈریشن ہونے کے باوجود اس کا مقصد یونین کے استحکام کے لئے تمام بنیادی معاملات میں یکسانیت پیدا کرنا اور رکھنا ہے۔ اس کے تحت نظام عدالت، ضابطہ دیوانی، فوجداری اور خاص کر کل ہند ملازمتوں کے بارے میں ایک سے قوانین ہیں۔ اس کے تحت یونین ناقابلِ تقسیم ہے اور کوئی بھی ریاست یونین سے نہ الگ ہوسکتی ہے اور نہ ہی دستور مرتب کرسکتی ہے۔ دستور کا ایک دوسرا امتیازی پہلو یہ ہے کہ یہ حالات کے تقاضے کے مطابق وحدانی بھی ہوسکتا ہے۔ عام حالات میں حکومت فیڈرل انداز سے کام کرے گی لیکن جنگ یا دوسرے ہنگامی حالات میں پورا ملک ایک واحدہ کی صورت اختیار کرے گا۔

اس دستور کے تحت حالانکہ رئیس مملکت کو PRESIDENT یعنی صدر کہا جائے گا لیکن حکومت کی بنیاد امریکی طرز پر نہیں بلکہ پارلیمانی طرز کی جمہوریت پر رکھی

www.taemeernews.com

گئی ہے۔ اس طرح صدر اپنے انتظامی اختیار وزیروں ہی کے مشورے سے استعمال کرے گا۔ یہ وزیر پارلیمنٹ کے سامنے جواب دہ ہوں گے۔ اور چونکہ پارلیمنٹ کے ارکان بالغ رائے دہندگی کی بنیاد پر منتخب ہوں گے اس لئے وہی عوامی حکومت چلانے کے لئے ذمہ دار ہوں گے۔ پارلیمانی طرز کی ذمہ دار حکومت کا اصول اس تجربے کو پیش نظر رکھ کر اختیار کیا گیا ہے جو متعدد برسوں تک ہندوستان کے صوبوں میں اس طرز کی حکومت رائج ہونے سے حاصل کیا گیا ہے۔

ہند کا دستور دنیا کی تاریخ میں ایک نیا اور بہت بڑا تجربہ ہے۔ یہ دستور چھوت چھات اور مذہبی امتیاز کے خاتمہ کی ضمانت ہے۔ اس کی رو سے ہر شخص کو مذہب وملت اور ذات کے لحاظ کے بغیر ایک جیسے حقوق حاصل ہوئے ہیں۔ اس نے والیانِ ریاست کی مطلق العنانی ختم کر دی ہے۔ عورتوں کو مردوں کے برابر حقوق دینے کی گارنٹی دی ہے۔ اب ہر شخص تحریر اور تقریر کے معاملہ میں آزاد ہے۔ یہ خیال کرنا غلطی ہے کہ چونکہ ہندوستانی عوام کی اکثریت اب بھی ان پڑھ ہے اس لئے وہ اپنے ووٹ کا صحیح استعمال نہیں کر سکے گی۔ ممکن ہے کچھ لوگ مختلف انتہا پسند یا انتشار پسند سیاسی جماعتوں کے زیر اثر آجائیں۔ لیکن یہ حالت پڑھے لکھے لوگوں کے معاملوں میں بھی پیش آسکتی ہے۔

اعتراض کرنے والے اس حقیقت کو فراموش کر جاتے ہیں کہ جمہوری حکومت میں عام انتخاب عوام یا جمہور میں سیاسی شعور اور سوجھ بوجھ پیدا کرتے ہیں۔ چنانچہ لوک سبھا کے پچھلے آٹھ عام انتخابوں سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ ہندوستانی عوام میں اب پہلے سے کہیں زیادہ سیاسی شعور پیدا ہو گیا ہے۔

مرکز کے وسیع اختیارات پر نکتہ چینی کی جاتی ہے لیکن اگر ہنگامی حالات پیدا ہو جائیں تو مرکز کو ایسے اختیارات دیئے بغیر دوسرا کوئی چارہ کار نہیں رہ جاتا۔ جو

www.taemeernews.com

لوگ اس کے خلاف ہیں وہ دراصل اس کے متعلق واضح رائے نہیں رکھتے اور نہ انھیں صورتِ حال کی سنگینی کا احساس ہے۔ یہ امر غیر ممکن نہیں کہ (عمل کے وقت) دستور میں ترمیم کی ضرورت کبھی پیش نہ آئے۔ اگر سارے دستور بھی ناقابلِ عمل قرار دیا جائے تو بھی اس پر شرمندہ ہونے کا کوئی مقام نہیں۔ اگر ایک بچہ بڑا ہوجائے تو اس کے کپڑے قدرتی طور پر چھوٹے ہوجاتے ہیں۔

اتنے بڑے ملک کی آزادی کے لئے جہاں انگریز کے حمایتیوں کی تعداد انگریزی فوج سے بھی زائد رہی ہو اور جہاں فرقہ واریت کا بھی شباب رہا ہو اور جہاں اب بھی تعصب، تنگ نظری اور ہولناک فرقہ وارانہ فسادات کا زور رہا ہو اس کی آزادی کے لئے ۳۹۔۴۰ سال کیا ہوتے ہیں۔

---

www.taemeernews.com

www.taemeernews.com

حصّہ اوّل

www.taemeernews.com

جمہوریۂ ہند کے دستور اساسی کی مختصر تاریخ

۱۵/ اگست ۱۹۴۷ء کو ہندوستان برطانوی حکومت کے تسلط سے آزاد ہوا لیکن آزادی کی اس منزل تک پہنچنے میں برسہا برس لگ گئے اور زبردست قربانیاں دینی پڑیں

اس کی دستوری تاریخ کا آغاز ۱۶۰۰ء سے ہوتا ہے کہ جب ایک خالص غیر ملکی انگریز تجارتی کمپنی (ایسٹ انڈیا کمپنی) نے یہاں آکر تجارت شروع کی۔

شروع شروع میں کمپنی ایک خالص تجارتی جماعت تھی مگر شہنشاہ عالمگیر کے جانشینوں کی کمزوری اور ہندوستانی راجاؤں اور نوابوں کی خانہ جنگی سے اس نے خوب فائدہ اٹھایا۔ اپنے تجارتی گوداموں، کارخانوں اور عمارتوں کی حفاظت کے نام سے اس نے فوجیں رکھیں اور مضبوط اور مستحکم قلعے تعمیر کئے اور ہندوستان کی خانہ جنگیوں میں کبھی ایک فریق کی مدد کی اور کبھی دوسرے کی اور اس کے صلے میں تجارتی سہولتیں اور علاقے حاصل کئے۔

www.taemeernews.com

فرانسیسی تجارت اور ملک گیری دونوں میں اس کے ایک مدت تک حریف اور مدمقابل رہے لیکن بالآخر انھیں انگریزوں کے مقابلے میں شکست ہوئی اور ان کی ہندوستانی سلطنت تقریباً ختم ہوگئی۔

۱۷۵۷ء میں کمپنی نے پلاسی کی لڑائی میں بنگال کے صوبہ دار سراج الدولہ اور ۱۷۶۴ء میں بکسر کی لڑائی میں مغل شہنشاہ شاہ عالم، شجاع الدولہ اودھ کے صوبہ دار اور میر قاسم بنگال کے صوبہ دار کی متحدہ فوجوں کو شکست دی۔ ۱۷۶۵ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی نے مغل شہنشاہ سے بنگال، بہار اور اڑیسہ کی دیوانی یعنی مال گذاری وصول کرنے کے حقوق حاصل کر لئے اور اس طرح ملک کے خاصے حصے کی فرماں روا بن گئی۔ کمپنی کو ہندوستان سے تجارت کرنے اور اپنی فیکٹریوں کے انتظام کرنے اور سکہ چلانے کا حق شاہ انگلستان کے فرمانوں کے ذریعہ حاصل ہوچکا تھا۔

جب کمپنی خاصی سلطنت کی مالک بن گئی تو برطانوی پارلیمنٹ نے اس کے علاقوں یا مقبوضات کی حکومت کا معقول اور مناسب انتظام کرنے کے لئے ایک قانون "ریگولیٹنگ ایکٹ" کے نام سے پاس کیا۔ اس کی رو سے بمبئی اور مدراس کے صوبے بنگال کے گورنر کی ماتحتی میں کر دیئے گئے اور اور بنگال کے گورنر کو گورنر جنرل بنایا گیا۔ وہ کمپنی کی سلطنت کا سب سے بڑا حاکم تھا۔ حکومت کا انتظام چلانے میں اس کی مدد کرنے کے لئے چار ممبروں کی ایک انتظامیہ کونسل یا ایگزیکٹو کونسل قائم کی گئی لیکن وہ کونسل کے ممبروں کے فیصلوں کا پابند تھا اور وہ ان کی رائے یا مرضی کے خلاف کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ کمپنی کے دارالحکومت کلکتہ میں سب سے بڑی عدالت "سپریم کورٹ" کے نام سے قائم

www.taemeernews.com

کی گئی جو انتظامیہ کونسل یا ایگزکیٹو کونسل کے بنائے ہوئے قانون کو رجسٹر کرتی تھی۔ اگر کسی قانون کو انگلستان کے قانون کے خلاف پاتی تھی تو اسے رجسٹر نہیں کرتی تھی۔ کمپنی کے علاقوں کی سب سے بڑی عدالت ہونے کی وجہ سے یہ ماتحت عدالتوں کے فیصلوں کے خلاف اپیل بھی سنتی تھی۔

اس ریگولیٹنگ ایکٹ کی رو سے کمپنی کے معاملوں میں برطانوی پارلیمنٹ کو دخل دینے کا پورا حق حاصل تھا۔ چنانچہ اس قانون کے بعد ۱۷۸۴ء میں برطانوی پارلیمنٹ نے دوسرا قانون پاس کیا اور اس کے ذریعہ ریگولیٹنگ ایکٹ کی بعض خرابیوں کو دور کرنے کی کوشش کی گئی۔ اب کمپنی کے سارے کاموں کی دیکھ بھال اور نگرانی ایک نئی جماعت "بورڈ آف کنٹرول" کے سپرد کی گئی۔ کمپنی کے ڈائرکٹروں کو پوری طرح سے بورڈ کی ماتحتی میں کر دیا گیا۔ اس طرح سے دوہری حکومت کا آغاز ہوا۔ یعنی کمپنی کے اوپر برطانوی پارلیمنٹ کا کنٹرول بورڈ آف کنٹرول کے ذریعے سے قائم ہوا اور استعمال کیا جانے لگا۔

۱۷۹۳ء کے قانون نے گورنر جنرل کو ایگزیکٹیو کونسل کے فیصلوں کو نامنظور کرنے کا اختیار عطا کیا۔ اب اس کی اجازت کے بغیر دوسرے صوبوں کے گورنر نہ تو کسی سے جنگ کر سکتے تھے اور نہ صلح۔ دوسری طرف صلح اور جنگ کے معاملوں میں گورنر جنرل کو بورڈ آف کنٹرول کی ہدایتوں پر عمل کرنا لازمی تھا۔ فوجی اور سیاسی اعتبار سے اب ایسٹ انڈیا کمپنی ہندوستان میں بے پناہ قوت کی مالک بن چکی تھی اور ایک ایک کرکے بہت سے ہندوستانی راجے اور مہاراجے اس کی بالادستی قبول کر چکے تھے اور پورے طور سے اس کی ماتحتی میں آ چکے تھے۔ ۱۸۱۳ء

www.taemeernews.com

کے چارٹر یا قانون کی رو سے طے پایا کہ ہندوستان میں سلطنت کی باگ ڈور برطانوی حکومت کے ہاتھ میں رہے گی اور ایسٹ انڈیا کمپنی اس کے ماتحت کی حیثیت سے کام کرے گی۔ کمپنی کی تجارتی اجارہ داری صرف ہندوستانی چائے اور چین سے تجارت تک محدود کردی گئی۔

۱۸۳۳ء کے قانون نے کمپنی کی چین سے تجارت کی اجارہ داری (MONO-POLY) کو بھی ختم کر دیا۔ اس قانون نے بمبئی اور مدراس کے گورنروں اور ان کی انتظامی کونسلوں سے ان صوبوں کے لئے قانون بنانے کا حق لے لیا۔ اب کمپنی کے سارے مقبوضات کے لئے صرف گورنر جنرل اور اس کی ایگزیکیٹو کونسل ہی قانون بنا سکتی تھی۔ اس کونسل میں ایک نئے ممبر کا اضافہ ممبر قانون (LAW MEMBER) کی حیثیت سے کیا گیا۔ ہندوستان کے قوانین کا مجموعہ مرتب کرنے کے لئے اس نئے ممبر قانون لارڈ مکالے کی صدارت میں ایک کمیشن مقرر کیا گیا اور اس کے ساتھ اس کا بھی اعلان کیا گیا کہ اب ہندوستانیوں کو بلا تمیز و تفریق و تخصیص مذہب و ملت و ذات سرکاری ملازمتیں ملیں گی۔

۱۸۵۳ء میں برطانوی پارلیمنٹ نے ایک اور قانون پاس کیا۔ اس کی رو سے ایسٹ انڈیا کمپنی کو خالص حکمراں جماعت بنا دیا گیا یعنی اس کی تجارتی حیثیت کو بالکل ختم کر دیا گیا۔ قانون بنانے کے لئے گورنر جنرل کی ایگزیکیٹو کونسل میں چند زائد ممبر نامزد کئے گئے۔ ان میں سے دو کلکتہ سپریم کورٹ کے جج ہوتے تھے اور بقیہ چار ممبر کمپنی کے قائم کئے ہوئے چار صوبوں یعنی بمبئی، بنگال، مدراس اور شمال مغربی صوبے کی حکومتوں کے نامزد نمائندے ہوتے

www.taemeernews.com

تھے۔ دوسری خاص تبدیلی اس قانون نے یہ کی کہ انڈین سول سروس کے لئے مقابلے کا امتحان (COMPETITIVE EXAMINATION) لندن میں شروع کیا گیا۔ تیسری خاص بات اس ایکٹ کی رو سے یہ ہوئی کہ بنگال کے لئے ایک علیحدہ لفٹننٹ گورنر کا تقرر عمل میں آیا۔

۱۸۵۷ء میں شمالی ہندوستان میں کمپنی کے مظالم اور اقتصادی و مالی لوٹ کھسوٹ کے خلاف آخری اور برائے نام مغل شہنشاہ سراج الدین بہادر شاہ ظفر کے جھنڈے کے نیچے ہندوستانی صف آرا ہوئے لیکن اس جنگ آزادی میں ہندوستانیوں کو شکست فاش ہوئی اور مغلیہ سلطنت کا برائے نام وجود بھی ختم ہوگیا اور سارا ملک براہ راست برطانوی حکومت کے زیر نگیں آگیا۔

۱۸۵۸ء سے ہندوستان کی دستوری تاریخ کا دوسرا باب شروع ہوا۔ اس سال کے پاس شدہ قانون کی رو سے برطانوی حکومت نے ہندوستان کی حکومت کا انتظام اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ بورڈ آف کنٹرول کے سارے اختیارات ایک نئے برطانوی وزیر، وزیر ہند (SECRETARY OF STATE FOR INDIA) کے ہاتھ میں دے دیئے گئے اور اس کی مدد کے لئے پندرہ ممبروں پر مشتمل ایک کونسل "انڈیا کونسل" کے نام سے بنائی گئی۔ وزیر ہند کو اس کونسل کے فیصلوں کو رد کرنے یا نامنظور کر دینے کا حق بھی دیا گیا۔ ہندوستان کے بجٹ (DEFENCE) اور آمدنی اور خرچ کی پوری ذمہ داری اسے سونپی گئی۔ گورنر جنرل کو پورے طور سے وزیر ہند کی ماتحتی میں کر دیا گیا۔ وزیر ہند کی جملہ ہدایتوں پر عمل کرنا اور اس کے احکام کی تعمیل کرنا اس کا فرض منصبی قرار پایا۔ گورنر جنرل اب ہندوستان کا

www.taemeernews.com

وائسرائے بھی کہلایا جانے لگا۔ اس حیثیت سے وہ ہندوستانی ریاستوں کے حکمرانوں یعنی راجاؤں مہاراجاؤں پر برطانوی اقتدار اعلیٰ یا بالا دستی (PARAMOUNTACY) کا نمائندہ اور مظہر تھا۔ اس کی انتظامیہ کونسل کے ممبروں کی تعداد بڑھا دی گئی۔ دو ممبروں یعنی وزیر مالیات (FINANCE MEMBER) اور پبلک ورکس یا تعمیرات عامہ کے ممبر کا اضافہ کیا گیا۔ برطانوی پارلیمنٹ ہندوستان کے سارے معاملوں کی مختار کُل بن گئی۔ اس کے روبرو وزیر ہند کو ہر سال ہندوستان کے معاشی، سماجی اور سیاسی حالات کے متعلق رپورٹ پیش کرنی ضروری تھی نیز ہندوستانی حکومت کی آمدنی اور خرچ کی تفصیل بھی۔

اس قانون کی رو سے قانون سازی کے لئے زائد ممبروں کے اختیارات کی تصریح کی گئی۔ لیکن اس قانون نے قانون سازی کے لئے نہ تو کوئی علیحدہ جماعت قائم کی اور نہ ان زائد ممبروں میں کسی ہندوستانی کو مقرر کیا گیا۔

۱۸۲۳ء میں پہلی بار قانون سازی کی اہمیت کے پیش نظر گورنر جنرل کی ایگزیکیٹو کونسل میں ممبر قانون کو مقرر کیا گیا۔ ۱۸۵۳ء میں پہلی بار قانون بنانے کے چھ زائد ممبروں کو گورنر جنرل کی ایگزیکیٹو کونسل کا ممبر نامزد کیا گیا جو قانون سازی کے دوران میں اس کے جلسوں میں شرکت کرتے تھے۔ اس طرح ہندوستان کی پہلی مرکزی قانون ساز جماعت کا آغاز ہوا لیکن یہ گورنر جنرل انتظامیہ کونسل ہی کا حصہ تھی اور کوئی مستقل علیحدہ جماعت نہ تھی۔

۱۸۵۷ء کے ناکام انقلاب کی ایک وجہ یہ بھی پیش کی گئی کہ قانون بناتے وقت ہندوستانیوں کے جذبات کا لحاظ نہیں کیا جاتا تھا۔ ۱۸۶۱ء میں برطانوی

www.taemeernews.com

پارلیمنٹ نے ایک نیا قانون INDIAN COUNCIL ACT پاس کیا۔ اس کی رو سے گورنر جنرل کی ایگزیکیٹو کونسل میں قانون بنانے کے لئے بارہ زائد ممبر مقرر کئے جانے لگے۔ ان میں سے چھ ممبر غیر سرکاری ہوتے تھے۔ ان کو دو برس کے لئے مقرر کیا جاتا تھا۔ ان میں ہندوستانی بھی ہوتے تھے۔ اسی طرح صوبے کی ایگزیکیٹو کونسلوں میں بھی قانون سازی کے لئے زائد ممبر نامزد کئے جانے لگے اور ان میں بھی کچھ ممبر غیر سرکاری ہوتے تھے جن میں سے کچھ ہندوستانی بھی ہوتے تھے۔

۱۸۹۲ء میں ایک دوسرا ایکٹ (INDIAN COUNCIL ACT) پاس کیا گیا۔ اس نے گورنر جنرل کی ایگزیکیٹو کونسل میں قانون سازی کے لئے زائد ممبروں کی تعداد بڑھا کر ۱۶ سولہ کر دی جن میں غیر سرکاری ممبروں کی تعداد بڑھا کر دس کر دی گئی۔ ان میں سے ایک کو گورنر جنرل کلکتہ کے تاجروں کی انجمن (CHAMBER OF COMMERCE) کی سفارش پر اور چار کو بنگال، شمال مغربی صوبہ اودھ، مدراس اور بمبئی کی صوبجاتی (PROVINCIAL) کونسلوں کے غیر سرکاری (NON-OFFICIAL) ممبروں کی سفارش پر نامزد کرتا اور پانچ غیر سرکاری ممبروں کو وہ خود نامزد کرتا۔ اسی طرح سے پہلی قسم کے ممبر بالواسطہ انتخاب (INDIRECT ELECTION) کے ذریعہ نامزد کئے جانے لگے۔ اسی طرح بنگال، بمبئی، مدراس اور شمال مغربی صوبہ جسے ۱۹۰۲ء میں صوبہ جات متحدہ آگرہ اور اودھ کا نام دیا گیا۔ اور اودھ گورنروں کی ایگزیکیٹو کونسلوں میں ۱۸۹۲ء کے اس قانون کی رو سے زائد ممبر مقرر کئے جانے لگے۔ بنگال، بمبئی، اور مدراس میں ان کی تعداد کم سے کم آٹھ اور زیادہ سے زیادہ تعداد بیس رکھی گئی۔ بنگال میں ان کی تعداد بیس تھی اور اودھ میں پندرہ۔ ان میں سرکاری

www.taemeernews.com

ممبروں کی اکثریت رکھی گئی۔ غیر سرکاری ممبروں کو میونسپل بورڈ اور ڈسٹرکٹ بورڈ کے ممبر منتخب کرنے اور چند ممبروں کو بڑے بڑے زمیندار یا تاجروں کی انجمنیں اور یونیورسٹیاں منتخب کرتی تھیں۔

مرکزی قانون بنانے والی کونسل کے ممبر بجٹ یعنی گورنمنٹ کی آمدنی اور خرچ پر بحث ومباحثہ کر سکتے تھے مگر اس کی منظوری ان کے ہاتھ میں نہ تھی۔ اس کے علاوہ وہ مختلف مسئلوں کے بارے میں انتظامیہ کونسل کے ممبروں سے سوال پوچھ سکتے تھے اور اس طرح سے حکومت کی پالیسی پر اپنے خیالات کا اظہار کر سکتے تھے۔

۱۹۰۹ء میں مرکزی اور صوبہ جاتی حکومتوں میں اہم تبدیلیاں برطانوی پارلیمنٹ کے ایک نئے قانون (ACT) کی رو سے کی گئیں۔ یہ تبدیلیاں مارلے منٹو ریفارمس یا اصلاحات یا ۱۹۰۹ء کے گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ کے نام سے موسوم ہیں۔ اس ایکٹ کو اس لئے بھی پاس کیا گیا کہ ہندوستان کی سیاسی شورش کو ختم کیا جا سکے اور کانگریس کے اعتدال پسند رہنماؤں کی حمایت حاصل کی جائے۔

۱۸۸۵ء میں انگریزی تعلیم یافتہ ہندوستانیوں کی ایک نمایندہ جماعت "انڈین نیشنل کانگریس" کے نام سے قائم ہوئی۔ یہ ہندوستان کے نظامِ حکومت سے بہت زیادہ غیر مطمئن تھی اس لئے کہ ملک کے انتظام یا نظم ونسق (ADMINISTRATION) میں ہندوستانیوں کا حصہ بہت کم تھا۔ اہم سرکاری عہدے ہندوستانیوں کو نہیں ملتے تھے۔ قوانین بناتے وقت ہندوستانیوں کے جذبات اور خواہشات کو نظرانداز کیا جاتا تھا۔ ہندوستانیوں پر ٹیکسوں کی بھرمار تھی اور سخت گیر قوانین بنائے جاتے

www.taemeernews.com

تھے اور ہندوستانیوں کے ساتھ نسلی امتیاز برتے جاتے تھے۔ لارڈ کرزن کی گورنر جنرلی کے زمانے میں بنگال کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا کیوں کہ بنگالی ہندو سیاسی جدوجہد میں سب سے آگے تھے اور برٹش گورنمنٹ کے شدید مخالف تھے۔ بنگالی اخبارات حکومت کی مخالفت میں بہت آگے بڑھے ہوئے تھے۔ اس تقسیم کے ذریعے بنگالیوں کی قوت ختم کرنے اور ہندو مسلم اختلافات کو ہوا دینے کی کوشش کی گئی۔ مشرقی بنگال کا ایک نیا صوبہ جس میں مسلمانوں کی اکثریت تھی قائم کیا گیا۔ اس تقسیم کے خلاف بنگال میں برٹش حکومت کے خلاف زبردست شورش شروع ہوگئی۔ بنگالی نوجوانوں میں دہشت انگیزی کی تحریک (TERRO - RIST MOVEMENT) بہت مقبول ہوئی۔ سرکاری افسروں خاص کر پولیس کے افسروں پر قاتلانہ حملے کیے گئے۔ سیکڑوں جانیں گئیں، انگریزی مال اور مصنوعات کا بائی کاٹ کیا گیا۔ سودیشی تحریک نے زور پکڑا یعنی ہندوستان میں بنی ہوئی چیزیں خریدنے کا پرچار کیا جانے لگا تاکہ انگریزوں کو اقتصادی طور سے کمزور کیا جائے۔ خود کانگریس میں مرہٹہ رہنما بال گنگا دھر تلک کی رہنمائی میں انتہا پسند (EXTREMIST) جماعت قائم ہوگئی۔ یہ جماعت کانگریس کی نرم، محتاط اور آئین پسندانہ طریقہ کار کی شدید مخالف تھی۔

۱۹۰۹ء کے ایکٹ کی رو سے مرکزی قانون ساز جماعت کے ممبروں کی تعداد بڑھا کر ۶۸ کر دی گئی اور ان میں ۳۶ سرکاری ۲۵ غیر سرکاری اور ۷ نامزد شدہ غیر سرکاری ممبر رکھے گئے۔ اسی طرح سے صوبہ جاتی مجلس قانون ساز کے ممبروں کی تعداد بڑھا دی گئی۔ بنگال کونسل میں منتخبہ یا چنے ہوئے (ELECTED) ممبروں

www.taemeernews.com

کی اکثریت کر دی گئی۔ ان کونسلوں کے اختیارات بھی بڑھا دیئے گئے۔ اب یہ صوبوں کے بجٹ کو منظور یا نامنظور بھی کر سکتی تھیں اور دوسرے مسئلوں پر بھی ریزولیوشن پاس کر سکتی تھیں۔ مسلمانوں کو جداگانہ انتخاب (SEPARATE ELECTORATE) کا حق دیا گیا۔ یعنی مسلمان ممبروں کو صرف مسلمان منتخب کرنے لگے۔ وزیر ہند اور گورنر جنرل کی ایگزیکٹو کونسل میں پہلی بار علی الترتیب دو اور ایک ہندوستانی ممبر مقرر کئے گئے۔ گورنر جنرل کی ایگزیکٹو کونسل میں لارڈ سنہا کا تقرر بہ حیثیت ممبر قانون کیا گیا۔ مگر یہ تبدیلیاں ہندوستانیوں کو مطمئن نہ کر سکیں۔

انگریزی تعلیم نے تعلیم یافتہ ہندوستانیوں میں آزادی اور قومیت کے جذبے کو زبردست تقویت پہنچائی اور اس کی رو سے حکومت کے خلاف بے اطمینانی اور بے چینی روز بروز بڑھنے لگی مگر اس کے باوجود ۱۹۱۴ء کی عالمی جنگ میں ہندوستانی لیڈروں نے انگریزی حکومت کی پوری پوری مدد کی۔ لاکھوں ہندوستانی انگریزی فوج میں بھرتی ہوئے۔ ہندوستانی لیڈروں کا خیال تھا کہ اس تعاون کی وجہ سے برطانوی حکومت ہندوستانیوں کو جنگ کے بعد حکومت خود اختیاری عطا کرے گی۔ اس کے بعد ہندوستانی لیڈروں نے حکومت خود اختیاری یا HOME RULE کا مطالبہ پیش کیا۔ ۱۹۱۶ء میں لکھنؤ میں کانگریس اور مسلم لیگ مسلمانوں کی سیاسی جماعت میں سمجھوتہ ہوا۔ اس کی رو سے قانون بنانے والی جماعتوں میں مسلمان ممبروں کی تعداد مقرر کی گئی اور برطانوی حکومت کے سامنے ذمہ دار (RESPONSIBLE) حکومت یعنی ہندوستانی نمائندوں کے روبرو جوابدہ حکومت کا متحدہ مطالبہ پیش کیا گیا۔ اس کے جواب میں ۲۰ اگست ۱۹۱۷ء

www.taemeernews.com

کو مسٹر مانٹیگو وزیر ہند نے یہ اہم اعلان کیا کہ برٹش حکومت ہندوستان میں ذمہ دار حکومت قائم کرنا چاہتی ہے اور اس کے لئے وہ ضروری اور مناسب قدم اٹھائے گی۔ ہندوستانیوں کو نظم ونسق میں زیادہ سے زیادہ حصہ دیا جائے گا اور اس غرض کے لئے برطانوی پارلیمنٹ قانون بنائے گی اور ہندوستانیوں کو حکومت خود اختیاری کی طرف بڑھنے کا موقعہ دیا جائے گا۔ ہندوستان کی دستوری تاریخ میں یہ اعلان بہت اہم ہے اس لئے کہ اس کے ذریعے برطانوی حکومت کی بنیادی پالیسی کا اعلان کیا گیا اور یہ پختہ وعدہ کیا گیا کہ ہندوستان کی حکومت بالآخر ہندوستانیوں ہی کے ہاتھ میں دی جائے گی۔ اس کے بعد مسٹر مانٹیگو خود ہندوستان آئے اور لارڈ چیمس فورڈ گورنر جنرل کے ساتھ انھوں نے ملک کا دورہ کیا اور مختلف خیال کے ہندوستانی لیڈروں سے گفتگو کی۔ اس کے بعد بڑی حد تک ان کی اور لارڈ چیمس فورڈ کی مشترکہ رپورٹ کی بنیاد پر برطانوی پارلیمنٹ نے گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۱۹ء پاس کیا۔ اس ایکٹ نے ہندوستان کے نظام حکومت میں بڑی اہم اور دور رس تبدیلیاں کیں۔

وزیر ہند کی کونسل یا انڈیا کونسل کے ممبروں کی تعداد آٹھ اور بارہ کے درمیان مقرر کی گئی۔ اس کی نصف تعداد کے لئے ضروری تھا کہ وہ کم سے کم دس برس تک ہندوستان میں رہ چکی ہو تاکہ وہ ہندوستان کے حالات سے بخوبی واقف ہو۔ اب تک وزیر ہند کی تنخواہ ہندوستانی خزانے سے دی جاتی تھی۔ لیکن اب اسے انگلستان کے خزانے سے دیا جانا طے ہوا لیکن اس کے دفتر کے بقیہ سارے خرچ کا بار ہندوستانی خزانے ہی پر رہا۔ ہندوستان کی مرکزی حکومت

www.taemeernews.com

بدستور گورنر جنرل اور اس کی ایگزیکیٹو کونسل کے ہاتھ میں رہی لیکن کونسل کے ہندوستانی ممبروں کی تعداد بڑھاکر تین گنی کر دی گئی ۔

مرکزی قانون بنانے والی جماعت کے اب دو ایوان (HOUSES) کر دیئے گئے ۔ اس کے UPPER HOUSE یا ایوانِ بالا کو COUNCIL OF STATE کا نام دیا گیا ۔ یہ جماعت بڑے بڑے زمینداروں اور تاجروں اور سرمایہ داروں کی نمایندہ جماعت تھی ۔ اس کا کام دوسری جماعت یعنی LEGISLATIVE ASSEMBLY کے پاس کئے ہوئے قوانین پر نظرِ ثانی کرنا تھا ۔ اس کے ممبروں کی تعداد ساٹھ تھی ۔ اس میں چنے ہوئے ممبروں کی تعداد ۳۳ اور حکومت کے نامزد کردہ (NOMINATED) ممبروں کی تعداد ۲۷ تھی ۔ اسمبلی کے ممبروں کی تعداد ۱۴۵ تھی جس میں منتخبہ ممبروں کی تعداد ۱۰۵ اور نامزد شدہ کی تعداد ۴۰ تھی ۔ پہلی دفعہ اس اسمبلی کے ممبروں کی بڑی اکثریت کو یعنی ۱۰۵ کو ووٹر منتخب کرنے لگے ۔ گو ووٹ دینے کا حق اب بھی ملک کی ساری آبادی کی اقلیت ہی کو حاصل تھا ۔ اس طرح سے مرکزی مقننہ یا قانون بنانے والی جماعت میں پہلی بار منتخبہ یا چنے ہوئے ممبروں کی اکثریت قایم کی گئی ۔ اس کے قانون بنانے والے (LEGISLA-TIVE) اور مالی (FINANCIAL) اختیارات بھی بڑھا دیئے گئے ۔ اب یہ حکومت کی پالیسی پر نسبتاً زیادہ اثر انداز ہونے لگی ۔ دونوں ایوانوں یعنی کونسل آف اسٹیٹ اور LEGISLATIVE ASSEMBLY کی منظوری کے بغیر کوئی قانون پاس نہیں سمجھا جاسکتا تھا ۔ لیکن برطانوی پارلیمنٹ کے بنائے ہوئے قوانین کو نہ تو یہ جماعتیں منسوخ کرسکتی تھیں اور نہ ان میں کسی قسم کی ترمیم کرسکتی تھیں ۔ اسی طرح

www.taemeernews.com

سے وزیر ہند کے مالی اختیارات میں کسی قسم کی کمی نہ کرسکتی تھیں۔

مرکزی حکومت کے بجٹ کا ایک حصہ اسمبلی کی منظوری کے بعد ہی پاس کیا جاسکتا تھا لیکن اگر اسمبلی اس کی منظوری نہ دیتی تھی تو گورنر جنرل اپنے اختیارات خصوصی سے کام لے کر اس کی منظوری دے سکتا تھا۔ اسی طرح سے اگر اسمبلی یا کونسل آف اسٹیٹ کوئی قانون پاس نہ کرے تو گورنر جنرل اپنے اختیارات خصوصی کو کام میں لاکر اس مسترد شدہ یا نامنظور شدہ قانون کی تصدیق کرسکتا تھا۔ اسی طرح سے اگر یہ جماعتیں کوئی ایسا قانون یا ریزولیوشن پاس کرتیں کہ جسے گورنر جنرل امن عامہ یا مفاد عامہ کے برخلاف خیال کرتا تو وہ اسے ردّ (VETO) کرسکتا تھا۔

صوبوں کے نظامِ حکومت میں ایک اہم اور بنیادی تبدیلی یہ کی گئی کہ ذمہ دار (RESPONSIBLE) حکومت قائم کی گئی یعنی حکومت کے بعض محکمے (DEPARTMETS) پہلی دفعہ منتخبہ وزیروں (MEMBERS) یعنی منتخبہ ممبروں کے نمائندوں کے سپرد کیے گئے۔ یہ وزیر اپنی ہر پالیسی کے لئے مجلس قانون سازیا LEGISLATIVE COUNCIL) کے سامنے ذمہ دار تھے۔ یعنی اگر ان کے خلاف عدم اعتماد کی تجویز کونسل سے پاس ہوجاتی یا ان کے پیش کیے ہوئے قوانین کو کونسل نامنظور کردیتی تو انھیں اپنے عہدے سے استعفیٰ دینا پڑتا تھا۔ ان وزیروں کا تقرر گورنر چنے ہوئے ممبروں میں سے کرتے تھے لیکن صوبے کی حکومت کے دوسرے اہم محکمے مثلاً مالیات (FINANCE) پولیس، امن وامان (LAW AND ORDER) بدستور گورنر کے ایگزیکٹو کونسل کے ممبروں کے سپرد رہے جو قانون بنانے والی جماعت کے سامنے مطلق جواب دہ یا ذمہ دار نہ تھے۔ اس طرح سے

www.taemeernews.com

صوبوں میں دوعملی حکومت (DYARCHY) قایم کی گئی۔ حکومت کا ایک حصہ وزیروں کے ذمہ رہا۔ ان میں تعلیم لوکل سلف گورنمنٹ یا مقامی حکومت خود اختیاری یعنی میونسپل بورڈ، ڈسٹرکٹ بورڈ، صنعت وحرفت (INDUSTRIES) صحت اور زراعت کے محکمے تھے لیکن دوسرے محکمے ایگزیکیٹو کونسل کے ممبروں کے ہاتھ میں رہے اور ان پر چنے ہوئے ممبروں کا کوئی اختیار نہ تھا۔ اس طرح مالیات پر وزیروں کا کوئی کنٹرول نہ تھا۔ پہلی دفعہ ان کونسلوں کے ممبروں کی بہت بڑی تعداد کو ووٹر منتخب کرنے لگے اور ان کونسلوں کے ممبروں کی تعداد بڑھادی گئی۔

لیکن ۱۹۱۹ء کی اصلاحات ہندوستانیوں کو مطمئن نہ کرسکیں۔ اب ان کا مطالبہ سوراج کا تھا یعنی ایسی حکومت کا کہ جو قانون بنانے والی جماعتوں کے منتخبہ ممبروں کے سامنے پورے طور سے جواب دہ اور ذمہ دار ہو۔ ہندوستانی مسلمان خلافت کے مسئلے کی وجہ سے برٹش حکومت کے مخالف ہوچکے تھے اس لئے کہ سلطان ٹرکی (جو خلیفۃ المسلمین تھے) کی قوت کو بالکل ختم کرنا اور ترکی سلطنت کو پارہ پارہ کرنے کا فیصلہ برٹش حکومت دوسری اتحادی طاقتوں کے ساتھ کرچکی تھی۔ شہری آزادی سلب کرنے کے لئے ۱۹۱۹ء میں رولٹ ایکٹ کا ظالمانہ قانون پاس کیا گیا۔ اس کے خلاف کانگریس نے ہندوستان بھر میں احتجاجی جلسے کئے۔ امرتسر میں جلیانوالا باغ میں نہتے مجمع پر فوج نے فائرنگ کی جس میں سینکڑوں افراد ہلاک ہوئے۔ پنجاب کے متعدد شہروں میں مارشل لار یا فوجی قانون نافذ کیا گیا اور وہاں بھی سینکڑوں کی جانیں گئیں۔ ان مظالم کے خلاف سارے ملک میں ناراضگی کی لہر دوڑگئی۔ ملک میں عدیم المثال ہندو مسلم اتحاد قائم ہوا۔ گاندھی جی اور علی

www.taemeernews.com

برادران یعنی مولانا محمد علی اور مولانا شوکت علی کی رہنمائی میں کانگریس اور خلافت کمیٹی نے (جو خلافت کا تحفظ کرنے کے لئے قائم کی گئی تھی) برطانوی حکومت کے خلاف تحریک عدم تعاون (NON-COOPERATION MOVEMENT) شروع کی۔ اس تحریک کے پروگرام میں ۱۹۱۹ء کے ایکٹ کے ماتحت منتخب ہونے والی مجالس قانون ساز (LEGISLATURE) کے الیکشن کا، عدالتوں اور سرکاری اسکولوں کا مکمل بائیکاٹ اور سرکاری ملازمتیں چھوڑنا شامل تھا۔ بہت سے سرکاری ملازموں نے اپنی ملازمتوں سے استعفیٰ دے دیا۔ آزاد تعلیمی ادارے مثلاً جامعہ ملیہ اسلامیہ، کاشی ودیا پیٹھ اور گجرات ودیا پیٹھ کا قیام عمل میں آیا۔ انگریزی مال کا بائیکاٹ کیا گیا۔ گاڑھے اور کھدر کا استعمال شروع ہوا۔ یہ تحریک سارے ملک میں پھیل گئی اور متعدد جگہ شورش اور بلوے ہوئے۔ تیس۳۰ ہزار سے اوپر لوگ گرفتار ہوئے اور برطانوی حکومت کی چولیں ہل گئیں۔ کانگریس اور خلافت دونوں جماعتیں عوامی جماعتیں بن گئیں۔ معتدل خیال (MODERATE) کے ہندوستانی سیاست دانوں نے ایک نئی پارٹی لبرل فیڈریشن کے نام سے بنائی اور اس الیکشن میں حصہ لیا۔ یو۔ پی۔ میں مسٹر چنتامنی اور پنڈت جگت نراین مُلا پہلے وزیر مقرر ہوئے۔ مسلمان علی برادران کی قیادت میں کانگریس میں شریک ہوئے اور کانگریس عوامی قومی جماعت بن گئی۔ حکومت کا رعب داب جاتا رہا۔ سارے ملک میں زبردست جوش و خروش کی لہر دوڑ گئی اور سارا ملک سوراج کے نعروں سے گونج اٹھا۔

دو برس تک تحریک عدم تعاون زور شور سے جاری رہی۔ اس کے بعد یہ کمزور پڑ گئی۔ گاندھی جی، مولانا محمد علی، مولانا شوکت علی، مولانا ابوالکلام آزاد،

www.taemeernews.com

مولانا حسین احمد مدنی، مولانا مفتی کفایت اللہ، مولانا احمد سعید، راج گوپال اچاریہ، سبھاش چندر بوس، پنڈت موتی لال نہرو، مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی، پنڈت گوبند بلبھ پنت، حسرت موہانی، لالہ لاجپت رائے، راجندر پرشاد، مسٹر سی۔ آر۔ داس، جواہر لال نہرو اور کانگریس و خلافت کے بااثر رہنما اور کانگریس و خلافت کے ہزاروں کارکن جیلوں میں پہنچ گئے۔ اس تحریک کے ٹھنڈے پڑ جانے کے بعد خود کانگریس میں ایک نئی پارٹی پنڈت موتی لال نہرو اور مسٹر سی۔ آر۔ داس کی لیڈر شپ میں قائم ہوئی جس نے مجلس قانون ساز میں داخل ہو کر دستوری (CONSTITUTIONAL) لڑائی لڑنے اور وزیروں کے خلاف عدم اعتماد کا ووٹ (VOTE OF NO-CONFIDENCE) پاس کر کے ۱۹۱۹ء کے آئین حکومت کو ناکام بنانے کا پروگرام بنایا۔ چنانچہ ۱۹۲۳ء کے الیکشن میں سوراج پارٹی نے حصہ لیا۔ بنگال اور سی۔ پی۔ کے صوبوں کی قانون بنانے والی کونسلوں میں اسے اکثریت حاصل ہوئی اور ان صوبوں میں وزیروں کو مستعفی ہونا پڑا۔ وزیروں کے محکموں کے انتظام گورنروں کو اپنے ہاتھ میں لینا پڑا اور ان صوبوں میں دستور بالکل معطل ہو کر رہ گیا۔

سنٹرل لیجسلیٹو اسمبلی یا مرکزی قانون ساز جماعت اور دوسرے صوبوں کی قانون بنانے والی کونسلوں میں بھی سوراج پارٹی کے ممبروں نے گورنمنٹ کے کاموں میں خاص مزاحمت کی اور قوانین کو پاس نہ ہونے دیا۔ لیکن بدقسمتی سے ملک میں تحریک خلافت یا عدم تعاون کے کمزور ہو جانے کے بعد ہندو مسلم اتحاد قائم نہ رہا بلکہ خونریز ہندو مسلم بلوے اور فساد شروع ہوئے۔ متعصب اور تنگ نظر لیڈروں نے انگریزی حکومت کی شہ پر شدھی سنگٹھن اور تبلیغ و تنظیم کی مفسدانہ تحریکیں شروع کر دیں۔ ہندو مہاسبھا ہندوؤں میں تعصب اور مسلم دشمنی پھیلانے لگی۔ ہندو

www.taemeernews.com

اور مسلمانوں میں وہ لیڈر زیادہ با اثر اور مقبول ہوئے جو برطانوی حکومت کے بڑے پکے وفادار تھے اور قومی تحریکوں کے شدید مخالف۔ قومی تحریک کمزور پڑ گئی اور شمالی ہند کے متعدد شہروں میں خوں ریز ہندو مسلم بلوے ہوئے۔ کوہاٹ کے ہندو مسلم بلوے سے متاثر ہو کر گاندھی جی نے ہندو مسلم اتحاد قائم رکھنے کے لئے ۲۱ دن کا برت رکھا۔ متعدد اتحاد (UNITY) کانفرنسیں بھی ہوئیں لیکن گائے کی قربانی اور مسجد کے سامنے ہندو مذہبی جلوسوں کے باجا بجانے وغیرہ کی قسم کے مسئلوں کو حل کرنے میں یہ کانفرنسیں ناکام رہیں اور ہندو مسلم بلوے اور فساد بڑھتے ہی رہے۔ کانگریس اور خلافت دونوں جماعتوں کا اثر کم ہوتا گیا۔ سوراج پارٹی نے سنٹرل اسمبلی میں یہ مطالبہ پیش کیا کہ برٹش حکومت ایک گول میز کانفرنس طلب کرے جس میں ہندوستانی نمائندوں کو مدعو کیا جائے اور ہندوستان میں اس قسم کی حکومت قائم کرنے کے بارے میں تجویزیں مرتب کی جائیں جو دوسری برطانوی ولایتوں (DOMI-NIONS) یعنی کناڈا اور آسٹریلیا میں رائج ہیں لیکن حکومت نے اس کے بجائے ایک تحقیقاتی کمیٹی سر الیگزنڈر مڈمین کی صدارت میں مقرر کی جس کی اکثریت نے اپنی رپورٹ میں ۱۹۱۹ء کی اصلاحات کی خرابیوں اور نقائص کو دور کرنے کی سفارش پیش کی۔

۱۹۱۹ء کے ایکٹ کی رو سے ۱۹۲۹ء میں ایک شاہی تحقیقاتی کمیشن مقرر کیا جانے والا تھا جو اس کی چھان بین کرتا کہ مانٹیگو چیمس فورڈ اصلاحات کس حد تک اور کہاں تک کامیاب ہوئیں اور اب ہندوستانیوں کو کس حد تک مزید اختیارات دیئے جائیں مگر ہندوستانی سیاسی جماعتوں خاص کر کانگریس کے

www.taemeernews.com

پیہم مطالبوں کی وجہ سے یہ کمیشن ۱۹۲۷ء ہی میں سر جان سائمن کی صدارت میں مقرر کیا گیا۔ چونکہ کسی بھی ہندوستانی کو اس کمیشن کا ممبر نہیں مقرر کیا گیا تھا اس لئے کانگریس اور دوسری ہندوستانی سیاسی جماعتوں نے اس کا بائیکاٹ کر دیا۔ اور کانگریس نے ہندوستان کا دستور اساسی (CONSTITUTION) تیار کرنے کے لئے پنڈت موتی لال نہرو کی صدارت میں ایک کمیٹی مقرر کی۔ لیکن اس رپورٹ کے بعض حصوں سے خلافت کمیٹی، جمعیتہ العلماء، مسلم لیگ اور سکھ لیگ کے لیڈروں نے شدید اختلاف ظاہر کیا اور انھیں مسلمانوں اور سکھوں کے لئے تباہ کن قرار دیا۔ مولانا محمد علی اور مولانا شوکت علی اور بہت سے خلافتی لیڈروں کو کانگریس سے یہ شکایت پیدا ہوئی کہ رپورٹ میں مسلمانوں کے ساتھ انصاف نہیں کیا گیا اور بنگال پنجاب جیسے مسلم اکثریت والے صوبوں میں مسلمانوں کی آئینی اکثریت قائم نہیں کی گئی اور انھیں اس بات کا اندیشہ پیدا ہوا کہ اس وجہ سے سارے ہندوستان ہندو اکثریت کا غلبہ رہے گا اور بالآخر یہ رہنما کانگریس سے الگ ہو گئے۔ ہندوستانیوں کو متحد کرنے کی یہ کوشش ناکام رہی۔ اسی اثنا میں کانگریس میں نوجوان اور انتہاپسند (EXTREMIST) گروپ پنڈت جواہر لال نہرو، بابو سبھاش چندر بوس اور مسٹر سری نواس آئینگر کی قیادت میں ابھر رہا تھا۔ یہ گروہ مکمل آزادی کا طلب گار تھا اور اشتراکیت (SOCIALISM) سے خاصا متاثر تھا۔ چونکہ برٹش حکومت نے ہندوستان کو DOMINION STATUS دینے یعنی کناڈا، آسٹریلیا کی قسم کی حکومت کو ہندوستان میں قائم کرنے کا اعلان نہیں کیا اس لئے کانگریس نے اپنے سالانہ اجلاس منعقدہ دسمبر ۱۹۲۹ء بمقام لاہور مکمل آزادی کا ریزولیوشن

www.taemeernews.com

پاس کیا اور اس کے حصول کے لئے سول نافرمانی کی عوامی تحریک کو گاندھی جی کی قیادت میں شروع کرنے کا فیصلہ کیا۔ برطانوی حکومت نے نومبر ۱۹۳۰ء میں لندن میں گول میز کانفرنس کا پہلا اجلاس منعقد کیا جس میں کانگریس کے سوا دوسری سیاسی جماعتوں کے رہنما اور نمائندے شریک ہوئے۔ اس میں ہندوستانی ریاستوں کے نمائندے یعنی راجے مہاراجے بھی مدعو کئے گئے تھے۔ اس کانفرنس کے مدعوئین میں صرف مولانا محمد علی کی تنہا شخصیت تھی کہ جس نے ہندوستان کی مکمل آزادی کا مطالبہ کانفرنس کے سامنے پیش کیا۔ مولانا کا جنوری ۱۹۳۱ء میں لندن ہی میں انتقال ہوگیا۔ اس کانفرنس نے ہندوستان میں وفاقی (FEDERAL) حکومت قائم کرنے کا فیصلہ کیا اور اپنا بقیہ کام مختلف سب کمیٹیوں کے سپرد کیا۔ اپریل ۱۹۳۰ء میں گاندھی جی کی ڈکٹیٹر شپ میں مکمل آزادی یا پورن سوراج حاصل کرنے کے لئے سارے ملک میں کانگریس کی طرف سے ستیہ گرہ کی پرامن تحریک حکومت کے خلاف شروع کی گئی۔ ملک بھر میں جوش وخروش کی لہر دوڑ گئی۔ ایک لاکھ سے اوپر محبِ وطن ہندوستانی مرد اور عورت قانون شکنی کے جرم میں گرفتار کئے گئے۔ ولایتی کپڑے اور شراب کی دوکانوں پر پکٹنگ کیا گیا۔ کانگریس کے لیڈر جیلوں میں بند کر دیئے گئے اور کانگریس کو خلافِ قانون جماعت قرار دیا گیا۔ تحریر اور تقریر پر بے شمار پابندیاں عاید کی گئیں۔ جلسوں اور جلوسوں کو ممنوع قرار دیا گیا۔ اخباروں سے ضمانت طلب کی گئیں۔ پریس ضبط کئے گئے۔ بتعدد مقامات پر فائرنگ اور لاٹھی چارج ہوا۔ جن میں پشاور، شولاپور، کلکتہ، بمبئی اور دہلی قابلِ ذکر ہیں۔ شمال مغربی سرحدی صوبے کے پٹھانوں نے اپنے رہنما خان عبدالغفار خان کی قیادت میں اس تحریک

www.taemeernews.com

میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ سینکڑوں آدمیوں کی جانیں گئیں۔ خلافت کمیٹی اس تحریک سے الگ رہی لیکن جمعیتہ العلماء اس تحریک میں پورے طور سے شامل رہی اور اس کے رہنما مثلاً مولانا حسین احمد مدنی، مولانا مفتی کفایت اللہ، مولانا احمد سعید، مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی، مولانا عبدالحلیم صدیقی، مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری گرفتار ہوئے۔ اس کے علاوہ پرانے مسلم قوم پرور رہنما یعنی مولانا ابوالکلام آزاد، ڈاکٹر مختار احمد انصاری، ڈاکٹر سید محمود، مسٹر تصدق احمد خاں شروانی، ڈاکٹر سیف الدین کچلو، مولوی ظفر علی خاں، پروفیسر عبدالباری، مسٹر رفیع احمد قدوائی اور مولانا عبدالقادر قصوری بھی اس تحریک میں سزایاب ہوئے۔

مارچ ۱۹۳۱ء میں گاندھی اروِن پیکٹ یا سمجھوتہ ہوا اور کانگریس نے تحریک واپس لے لی اور اس کے بعد اس کے نمائندے کی حیثیت سے گاندھی جی نے گول میز کانفرنس کے دوسرے اجلاس منعقدہ ستمبر ۱۹۳۱ء میں شرکت کی۔ بدقسمتی سے یہ کانفرنس ہندو مسلم مسئلے کو حل نہ کر سکی۔ یعنی اس مسئلے پر ہندو اور مسلمان نمائندوں کا اتفاق نہ ہو سکا کہ مجالس قانون ساز میں، خاص کر پنجاب اور بنگال کی قانون بنانے والی جماعتوں میں ہندوؤں، مسلمانوں اور سکھوں کو کس تناسب سے ممبریاں ملیں۔

اسی دوران میں برطانیہ میں مزدور پارٹی (LABOUR PARTY) کی وزارت کی جگہ قدامت پسند (CONERVATIVE) پارٹی کی اکثریت پر مشتمل قومی حکومت (NATIONAL GOVERNMENT) لے چکی تھی جسے ہندوستانیوں کی آزادی یا حکومت خود اختیاری کے مطالبہ سے کوئی ہمدردی نہ تھی۔ مسٹر ایرے میکڈانلڈ برطانوی وزیر اعظم نے بحیثیت ثالث فرقہ وارانہ (COMMUNAL) مسئلہ کا فیصلہ

www.taemeernews.com

اگست ۱۹۳۲ء میں کیا۔ یہ فیصلہ کمیونل اوارڈ یا فرقہ وارانہ فیصلے کے نام سے موسوم ہے۔ اس کی رو سے قانون بنانے والی جماعتوں میں مختلف ملتوں (COMMUNITIES) کی نشستیں یا ممبریاں مقرر کی گئیں۔ اچھوتوں کو ایک الگ ملت یا فرقہ قرار دیا گیا۔ اور ان کو جداگانہ انتخاب کا حق دیا گیا۔ اس کے خلاف گاندھی جی نے جیل میں بطور احتجاج مرن برت شروع کیا اور بالآخر اچھوت رہنما ڈاکٹر امبیدکر (آزادی کے بعد ہندوستان کے پہلے وزیر قانون ہوئے) اور ان کے مابین ایک سمجھوتہ ہوا جسے پونہ پیکٹ کہا جاتا ہے۔ اس سمجھوتے کو کمیونل ایوارڈ میں شامل کیا گیا۔ اس کی رو سے اچھوتوں کو ہندوؤں کا ایک جزو تسلیم کیا گیا۔ ان کو دوگنی ممبریاں دی گئیں مگر انتخاب مشترک رہا۔ عام انتخاب سے پہلے ابتدائی (PRIMARY) انتخاب اچھوتوں میں کیا جانے لگا جس میں اچھوت ووٹروں کو چار امیدوار منتخب کرنے ہوتے تھے۔ ان چاروں میں سے اس کو منتخب سمجھا جاتا تھا کہ جسے عام انتخاب میں سب سے زیادہ ووٹ ملیں۔

گول میز کانفرنس سے واپسی پر گاندھی جی نے دسمبر ۱۹۳۱ء میں دوبارہ تحریک سول نافرمانی شروع کی، اس لئے کہ حکومت کی طرف سے گاندھی، ارون سمجھوتے کی خلاف ورزی کی گئی تھی۔ مگر اس دفعہ یہ تحریک حکومت کی سخت گیر جابرانہ پالیسی کی وجہ سے بڑی جلدی دبا دی گئی۔ ۱۹۳۲ء میں گول میز کانفرنس کا تیسرا اور مختصر اجلاس ہوا۔ مارچ ۱۹۳۳ء میں برطانوی حکومت نے ہندوستان کے آئندہ دستور کے بارے میں اپنی تجاویز شایع کیں۔ اس کے بعد برطانوی پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں کے ممبروں پر مشتمل ایک مشترکہ پارلیمینٹری کمیٹی

www.taemeernews.com

(PARLIAMENTARY SELECT COMMITTEE) مقرر کی گئی جس نے ہندوستان کے دستور یا نظام حکومت کے متعلق اپنی رپورٹ پیش کی۔ اس کی بنیاد پر برٹش پارلیمنٹ نے گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء میں پاس کیا، جسے اگست ۱۹۳۵ء میں شاہی منظوری حاصل ہوئی۔ یہ برطانوی پارلیمنٹ کی تاریخ میں طویل ترین ایکٹ تھا اور اس نے ہندوستان کے نظام حکومت میں بہت زیادہ تبدیلیاں کیں۔

اس نے پہلی بار برطانوی ہندوستان اور ریاستی ہندوستان کو ایک مشترک مرکزی وفاقی حکومت کے ماتحت رکھا جانا تجویز کیا۔ ہندوستانی ریاستوں کے فرمانروا فیڈریشن یا وفاق میں ایک دستاویز INSTRUMENT OF ACCESSION پر دستخط کر کے شریک ہو سکتے تھے اور اس کے ذریعے اس کا فیصلہ کر سکتے تھے کہ وہ کن کن امور کو مرکزی یا وفاقی حکومت کے حوالے کرتے ہیں اور ان امور کی حد تک ہندوستانی ریاستیں ہندوستانی مرکزی حکومت کی ماتحتی میں آجاتی تھیں۔

مرکزی اور صوبہ جاتی حکومتوں کے اختیار اور دائرہ عمل کی تصریح ایکٹ میں کر دی گئی تھی۔ صوبوں کو خودمختاری (AUTONOMY) عطا کی گئی اور پارلیمنٹری جمہوری حکومت قایم کی گئی۔ یعنی مجلس قانون ساز میں اکثریت رکھنے والی جماعت کو صوبہ کی حکومت اپنے نمایندوں یا وزیروں کے ذریعے چلانے کا حق دیا گیا۔

مرکز میں دو عملی (DYARCHICAL) حکومت قایم کی گئی۔ یعنی بعض محکمے مرکزی مجلس قانون ساز کے سامنے جوابدہ نہ تھے۔

صوبوں کے معاملوں میں گورنر جنرل صرف انھی صورتوں میں مداخلت

www.taemeernews.com

کر سکتا تھا کہ جب اس کی مخصوص ذمہ داریوں (SPECIAL RESPONSIBILITIES) پر کسی قسم کا کوئی خراب اثر پڑتا تھا۔ اسی طرح سے گورنروں کو بھی اختیارات خصوصی حاصل تھے۔ ان اختیارات خصوصی اور مخصوص ذمہ داریوں نے صوبائی خود مختاری (PROVINCIAL AUTONOMY) کو بہت زیادہ کمزور کر دیا۔ وزیروں یا منتخبہ اسمبلی کو صوبائی حکومت پر پورا کنٹرول حاصل نہ تھا۔

۱۹۳۵ء کے ایکٹ نے ساڑھے تین کروڑ ہندوستانیوں کو ووٹ دینے کا حق عطا کیا۔ آسام، بہار، بنگال، یو۔پی۔، بمبئی اور مدراس میں دو ایوانی قانون ساز جماعتیں قایم کی گئیں۔ صوبوں کی تعداد بڑھا کر گیارہ کر دی گئی۔ ایکٹ کے نافذ ہونے سے پہلے سندھ اڑیسہ اور شمال مغربی سرحدی صوبے کے نام سے تین الگ صوبے بن چکے تھے۔ برما کو ہندوستان سے الگ کر دیا گیا۔

مرکزی یا وفاقی مجلس قانون ساز کے دو ایوان تھے۔ کونسل آف اسٹیٹ اور فیڈرل اسمبلی۔ فیڈرل اسمبلی کا انتخاب عام ووٹروں کے بجائے صوبائی اسمبلیوں کے ہاتھ میں تھا۔ اس کے ایک تہائی ممبر ہندوستانی ریاستوں کے نمایندے تھے جنھیں ریاستوں کے فرمانروا نامزد کرتے تھے۔ کونسل آف اسٹیٹ کا انتخاب براہِ راست ووٹر کرتے تھے لیکن ووٹر صرف بڑے مالدار اور سرمایہ دار لوگ ہی تھے۔

صوبائی اسمبلیوں کے ممبروں کی تعداد بڑھا دی گئی۔ ان میں نامزد ممبروں (NOMINATED MEMBERS) کا بلاک ختم کر دیا گیا۔ گورنر جنرل کی طرح گورنر کی بھی مخصوص ذمہ داریاں تھیں اور اسے بھی اختیارات خصوصی حاصل تھے۔ ان

www.taemeernews.com

میں امن وامان کا قیام، اقلیتوں کے حقوق کا تحفظ، سرکاری ملازموں کے حقوق کا تحفظ، ہندوستانی ریاستوں کے حقوق کا تحفظ اور گورنر جنرل کی ہدایتوں اور احکام کی تعمیل شامل تھیں۔ ان مخصوص ذمہ داریوں اور اختیارات کی وجہ سے گورنر کے اختیارات بہت وسیع ہوگئے اور وہ وزیروں کے فیصلوں کو رد کرسکتا تھا۔ مجلس قانون ساز کے پاس کئے ہوئے قوانین کو نامنظور کرسکتا تھا۔ اسے قانون سازی کا بھی مستقل حق حاصل تھا۔ اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے لئے وہ دستور کو معطل بھی کرسکتا تھا۔ پولیس کے محکمے کے جملہ اہم امور اسی کے ہاتھ میں تھے۔ خفیہ پولیس کی رپورٹیں اور اطلاعیں صرف اسی کو پہنچتی تھیں۔ چیف سکریٹری اور انسپکٹر جنرل پولیس براہ راست گورنر سے مل سکتے تھے۔ یعنی وزیروں کی وساطت کے بغیر۔ آئی۔ سی۔ ایس۔ افسروں کے خلاف کسی قسم کی کوئی کارروائی وزیر نہیں کرسکتے تھے، یہاں تک کہ ان کے احکام کی خلاف ورزی کرنے پر بھی کارروائی نہ ہوسکتی تھی۔

فیڈریشن اسی وقت قائم ہوسکتا تھا کہ جب ہندوستانی ریاستوں کی کم سے کم اتنی تعداد اس میں شامل ہوجائے کہ کونسل آف اسٹیٹ میں اسے ہندوستانی ریاستوں کی ممبریوں کی آدھی تعداد کے برابر ممبریاں حاصل ہوں اور اس کے علاوہ وہ ریاستوں کی آبادی کی نمایندگی کرتی ہوں۔ فیڈریشن میں شامل ہونے کا فیصلہ ریاستوں کے فرماں روا یا حکمراں ہی کرسکتے تھے۔ اس طرح سے ریاستوں کو فیڈریشن کے قائم کرنے یا نہ کرنے کے بارے میں فیصلہ کن پوزیشن حاصل تھی۔ وہ جب تک چاہتے اس کے قیام کو روک سکتے تھے۔ برخلاف اس کے

www.taemeernews.com

برطانوی ہند کے صوبے فیڈریشن میں شامل ہونے پر مجبور تھے اور وہ صوبائی معاملات کے علاوہ سارے معاملوں میں پورے طور سے مرکزی یا وفاقی حکومت کی ماتحتی میں تھے۔ برخلاف اس کے ہندوستانی ریاستیں صرف انھیں معاملات میں فیڈرل یا مرکزی حکومت کی ماتحتی میں تھیں کہ جن کو ان کے حکمرانوں نے اپنی مرضی سے دیا جانا طے کیا ہو۔

ان تمام خرابیوں کی وجہ سے کانگریس اور دوسری سیاسی جماعتوں نے اس ایکٹ کی پرزور مذمت کی اور کانگریس نے اس کا پورا مقابلہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ اس مقصد کے ماتحت اس نے ۱۹۳۷ء کے الیکشن میں حصہ لیا اور چھ صوبوں یعنی بہار، یو۔پی، سی۔پی، اڑیسہ، بمبئی اور مدراس میں اسے اسمبلیوں میں اکثریت حاصل ہوئی۔ زمینداروں اور معتدل خیال کے سیاسی رہنما جو انڈین لبرل فیڈریشن سے وابستہ تھے اور جو ہندوستان کے لئے کناڈا یا آسٹریلیا کی طرح کی حکومت کے قیام کے طلب گار تھے، شکست فاش اٹھانی پڑی۔ کانگریس نے اپنی اکثریت والے صوبوں میں اس شرط پر وزارتیں بنانی منظور کیں کہ گورنر روزمرہ کے انتظام میں مداخلت نہ کریں گے اور وزیروں کو حکومت چلانے دیں گے اور اپنی پوزیشن دستوری حاکم (CONSTITUTIONAL HEAD) کی سی رکھیں گے۔ تین مہینے کے سیاسی تعطل یا جمود (POLITICAL DEADLOCK) کے بعد اس مطالبے کو بہت بڑی حد تک برطانوی حکومت نے مان لیا اور جولائی ۱۹۳۷ء میں اپنی اکثریت والے صوبوں میں کانگریس نے وزارتیں بنائیں اور حکومت کی باگ ڈور سنبھالی۔ چند ہفتوں کے بعد دو اور

www.taemeernews.com

صوبوں میں یعنی آسام اور شمال مغربی سرحدی صوبہ میں جن کی اسمبلیوں میں کانگریس سب سے بڑی پارٹی تھی وہاں بھی اس نے دوسری پارٹیوں کے تعاون سے مخلوط (COALITION) وزارتیں بنائیں جن میں کانگریسی وزیروں کا غلبہ تھا۔ یہ کانگریسی وزارتیں اکتوبر ۱۹۳۹ء تک آٹھ صوبوں کا نظم و نسق چلاتی رہیں۔

ان صوبوں میں کانگریسی وزارتوں کے برسرِ اقتدار آتے ہی نئی زندگی کی لہر دوڑ گئی۔ جابرانہ اور سخت گیر قوانین منسوخ کئے گئے۔ لوگوں کو آزادیٔ تحریر و تقریر ملی۔ پرانے اور طویل المیعاد محبِ وطن سیاسی قیدی رہا کئے گئے۔ فرسودہ اور قابلِ اصلاح زرعی نظام میں اصلاح کرنے کی کوشش کی گئی۔ چنانچہ یو۔پی۔ میں TENANCY ACT پاس کیا گیا تاکہ کسان زمینداروں کی سختیوں مثلاً بے دخلی اور بے گاری سے نجات پائیں۔ قرضے کے امدادی قوانین پاس کئے گئے اور کسانوں کو مہاجنوں کے چنگل سے چھڑانے کی کوشش کی گئی۔ دیہات سدھار کی اسکیم چلائی گئی۔ کھدر اور گھریلو صنعتوں (COTTAGE INDUSTRIES) کو فروغ دینے کی کوشش کی گئی۔ شراب اور دوسری نشیلی چیزوں کے استعمال کو روکنے کی کوشش کی گئی۔ تعلیم کے نظام میں اصلاحات کی گئیں۔ میونسپلٹیوں کو زیادہ اختیار دیئے گئے۔ یہ وزارتیں بڑی حد تک عوامی POPULAR وزارتیں تھیں۔ عام لوگ آزادی سے اپنا دکھ درد وزیروں سے کہہ سکتے تھے۔ وزراء عوام سے بہت قریب تھے۔ مزدوروں اور طالب علموں کی تحریکوں نے بھی اس زمانے میں زور پکڑا۔ ان وزارتوں سے عام لوگوں کو بہت کچھ امیدیں قائم ہوئیں۔

ستمبر ۱۹۳۸ء میں دوسری عالمی جنگ شروع ہوئی۔ حکومت نے

www.taemeernews.com

ہندوستان کو بغیر ہندوستانی لیڈروں، صوبائی وزارتوں، سیاسی جماعتوں، اور قانون بنانے والی جماعتوں سے مشورہ کئے بغیر جرمنی کے خلاف فریق جنگ قرار دیا۔ کانگریس نے اس کے خلاف پرزور احتجاج کیا۔ اس کا مطالبہ یہ تھا کہ جنگ میں شرکت کرنے یا نہ کرنے کا فیصلہ صرف ہندوستانی ہی اپنی نمایندہ جماعتوں کے ذریعے سے کر سکتے ہیں۔ برطانوی حکومت کا فرض ہے کہ وہ اس تجویز کو منظور کرے کہ جنگ کے ختم ہونے پر ہندوستانی اپنے ملک کا دستور ایک دستور ساز اسمبلی (CONSTITUENT ASSEMBLY) کے ذریعے بنائیں گے۔ اس مطالبے کو برطانوی حکومت نے یہ کہہ کر نامنظور کر دیا کہ ہندوستانی آپس میں متحد نہیں ہیں، اس لئے جب تک ہندو مسلم مسئلہ حل نہیں ہو جاتا اس مطالبہ کو نہیں مانا جا سکتا۔ اس پر بطور احتجاج کانگریسی وزارتوں نے استعفیٰ دے دیا اور کانگریس اکثریت والے صوبوں میں دستور معطل کر دیا گیا۔ اور ان صوبوں کا انتظام حکومت کے گورنروں نے اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ کانگریس نے اپنے سالانہ اجلاس منعقدہ ۱۹۴۰ء بمقام رام گڑھ یہ ریزولیوشن پاس کیا کہ ہندوستانی مکمل آزادی سے کم کسی چیز کو منظور نہیں کر سکتے۔ گاندھی جی کی رہنمائی میں کانگریس نے اس سامراجی جنگ کی مخالفت میں اور آزادیٔ تقریر کے حق کو منوانے کے لئے انفرادی ستیہ گرہ (INDIVIDUAL SATYAGRAH) شروع کی۔ اس میں جنگ کے خلاف نعرے لگائے گئے اور کہا گیا کہ یہ جنگ شہنشاہیت (IMPERIALISM) کو برقرار رکھنے کے لئے لڑی جا رہی ہے اس لئے ہندوستان اس میں کسی قسم کا حصہ نہیں لے سکتا۔ یہ تحریک ایک سال تک جاری رہی اور اس میں سابق کانگریسی وزیر،

www.taemeernews.com

مرکزی اور صوبائی اسمبلیوں کے ممبر اور دوسرے کانگریسی لیڈر اور کارکن ہزاروں کی تعداد میں جیل گئے۔ دسمبر ۱۹۴۱ء میں جاپان کے محوریوں (AXIS POWER) یعنی اٹلی اور جرمنی کے حلیف (ALLY) کی حیثیت سے آجانے سے جنگ کا نقشہ بالکل بدل گیا۔ اب جنگ بالکل ہندوستان کے سر پر آگئی۔ مارچ ۱۹۴۲ء میں برما پر جاپان کا قبضہ ہوگیا اور ہندوستان کے بعض ساحلی مقامات پر جاپانی ہوائی جہازوں نے بمباری کی۔ اس خطرے کے پیش نظر برطانوی حکومت نے مناسب سمجھا کہ ہندوستان سے سمجھوتہ کرلیا جائے اور متحدہ کوشش سے دشمن کا مقابلہ کیا جائے۔ اس غرض سے برطانوی وزیر سر اسٹیفورڈ کرپس برطانوی حکومت کے نمایندے کی حیثیت سے ہندوستانی لیڈروں سے بات چیت کرنے ہندوستان آئے۔ انھوں نے ہندوستانی لیڈروں جن میں کانگریس، مسلم لیگ اور دوسری سیاسی جماعتوں کے لیڈر شامل تھے۔ ان کے سامنے ہندوستان کے دستوری مسئلے کا حل پیش کیا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ جنگ کے ختم ہونے پر انڈین یونین کا قیام عمل میں آئے گا جس کا دستور ایک دستور ساز اسمبلی بنائے گی۔ اس اسمبلی کو صوبائی اسمبلیاں منتخب کریں گی اور اس کے ممبران کی تعداد صوبائی اسمبلیوں کے ممبروں کی تعداد کا ۱/۱۰ ہوگی۔ اس میں ہندوستانی ریاستوں کے نمایندے بھی شامل ہوں گے۔ اگر کوئی صوبہ یونین سے الگ ہونا چاہے تو اسے یہ حق حاصل ہوگا۔ جنگ کے دوران میں گورنر جنرل کی ایگزیکٹو کونسل میں کانگریس، مسلم لیگ اور دوسری جماعتوں کے نمایندوں کو شامل کیا جائے گا اور سوائے گورنر جنرل اور کمانڈر ان چیف کی کونسل کے جملہ ممبر ہندوستانی ہوں گے۔

www.taemeernews.com

لیکن جنگ کے متعلق جملہ امور کمانڈر ان چیف کے ہاتھ میں رہیں گے۔ اس مسئلے پر برٹش حکومت اور کانگریس کے درمیان سخت اختلاف پیدا ہوا۔ کانگریس کا مطالبہ یہ تھا کہ کمانڈر ان چیف کو ڈیفنس منسٹر یا وزیر دفاع کی ماتحتی میں ہونا چاہئے اور گورنر جنرل کی پوزیشن دستوری حاکم (CONSTITUTIONAL HEAD) کی ہو۔ یعنی اسے کونسل کے ممبروں کے روزمرہ کے کاموں میں کسی قسم کی مداخلت نہ کرنی چاہئے۔ اس مطالبے کو برٹش حکومت نے نہ مانا۔ بالآخر گفت وشنید ناکام ہوئی اور اس سے ہندوستانیوں کے دلوں میں یہ خیال راسخ ہوگیا کہ اس مصیبت کے وقت بھی برٹش حکومت سارا سیاسی اقتدار اپنے ہاتھ میں رکھنا چاہتی ہے اور ہندوستانیوں کو کچھ بھی نہیں دینا چاہتی ہے اور ہندوستانیوں میں پھوٹ ڈالنا چاہتی ہے۔ گاندھی جی نے اپنے انگریزی ہفتہ وار اخبار ہریجن کے ذریعہ یہ مطالبہ پیش کیا کہ انگریز سیاسی اقتدار سے پورے طور سے دست بردار ہو جائیں اور اسے ہندوستانیوں کے حوالے کرکے انگلستان چلے جائیں بالفاظ دیگر ہندوستان کو مکمل آزادی دے دیں۔ تب ہی ہندوستانیوں کے باہمی اختلافات دور ہوسکتے ہیں اور وہ جاپان اور دوسرے حملہ آوروں کا کامیابی کے ساتھ مقابلہ کرسکتے ہیں۔
چنانچہ ۸ اگست ۱۹۴۲ء کو بمبئی میں آل انڈیا کانگریس کمیٹی نے یہ ریزولیوشن پاس کیا کہ انگریز ہندوستان کو خالی کردیں یعنی ملک کو پورے طور سے آزاد کردیں۔ اس مقصد کے حصول کے لئے گاندھی جی کی لیڈرشپ میں "انگریزو ہندوستان چھوڑو" (QUIT INDIA) کی تحریک چلانے کا فیصلہ کیا گیا۔ لیکن قبل اس کے کہ یہ تحریک شروع ہوتی، گورنمنٹ نے کانگریس کے تمام چوٹی کے لیڈروں کو گرفتار کرلیا

www.taemeernews.com

اور کانگریس کو خلاف قانون انجمن قرار دیا۔

اسی اثنار میں کانگریس اور مسلم لیگ میں اختلاف کی خلیج بہت زیادہ وسیع ہو چکی تھی مسلم لیگ مسلمانوں کے سیاسی حقوق کے تحفظ کے لئے ۱۹۰۶ء میں قائم کی گئی لیکن ۱۹۳۶ء سے پہلے تک اس کا کوئی رابطہ یا واسطہ مسلم عوام سے نہ تھا۔ یہ تمام تر اوپری متوسط طبقے یا مالدار پڑھے لکھے مسلمانوں کی انجمن تھی۔ اس کی ممبری محدود قسم کی تھی اور یہ عوامی جماعت نہ تھی۔ یہ تحریک خلافت سے یا ترک موالات (NON-COOPERATION) کی تحریک سے بالکل علیحدہ رہی اور نہ اس نے ملک کی جنگ آزادی میں کبھی کوئی حصہ لیا۔ تحریک خلافت میں عدم شرکت کی وجہ سے مسلمانوں میں اس کا اثر باقی نہیں رہا۔ ۱۹۳۶ء میں مسٹر جناح نے اس کو فعال بنانے کی کوشش کی اور انھوں نے کانگریس اور قوم پرور مسلمانوں سے اپیل کی کہ وہ ان کا ساتھ دیں تاکہ وہ حکومت برطانیہ کے حامی مسلمانوں سے مسلم لیگ کو پاک کریں۔ چنانچہ جمعیتہ العلمار کے رہنماؤں نے مسلم لیگ کی تنظیم نو میں شرکت کی اور مسلم لیگ میں جان ہی نہیں پڑ گئی بلکہ کانگریس اور مسلم لیگ نے مل کر برطانوی حکومت کی حامی پارٹیوں کا مقابلہ کیا۔ ۱۹۳۷ء کے الیکشن میں یو۔پی۔ میں خاص طور سے کانگریس اور مسلم لیگ کے رہنماؤں نے مل کر زمیندار پارٹی (NATIONAL AGRICULTURIST PARTY) کا مقابلہ کیا تھا۔ الیکشن سے پہلے مسٹر جناح صدر مسلم لیگ نے جمعیتہ العلمار اور قوم پرست مسلمانوں کو یقین دلایا تھا کہ وہ مسلم لیگ سے حکومت کے حامیوں کو نکالیں گے اور اسے ایک قوم پرور اور ترقی پسند جماعت بنائیں گے اس لئے مسلم لیگ کے پارلیمنٹری بورڈ میں جمعیتہ العلمار کے رہنما مولانا حسین احمد مدنی، مولانا مفتی کفایت اللہ، مولانا سجاد اور مولانا احمد سعید شریک

www.taemeernews.com

ہوئے تھے۔ یو۔پی مسلم لیگ لیڈروں کا خیال تھا کہ وزارت بناتے وقت کانگریس مسلم لیگ کے نمایندوں کو بھی شریک کرے گی۔ مگر کانگریس نے بجائے مسلم لیگ سے مل کر مخلوط وزارت بنانے کے، خالصتاً اپنی پارٹی کی وزارت بنانا طے کی۔ اس پر کانگریس اور مسلم لیگ میں شدید اختلاف پیدا ہوا۔ بعض کانگریسی وزیروں اور کارکنوں کی تنگ نظری سے بھی مسلمانوں کو شکایت پیدا ہوئی۔ خاص کر مسلمان زمینداروں اور سرمایہ داروں کو، مسلمانوں کی ایک خاص شکایت یہ بھی تھی کہ اردو کو مناسب جگہ نہیں دی جا رہی ہے اور سرکاری افسروں کا رویہ مسلمانوں کے ساتھ بہت ہی زیادہ متعصبانہ اور جانبدار ہے۔ اکتوبر ۱۹۳۷ء سے مسلم لیگ عوامی جماعت بن گئی۔ اور وہ کھلم کھلا کانگریس کی مخالفت میں آگئی اور روز بروز ہندو دشمنی کو ہوا دینے لگی۔ اس نے فیڈرل اسکیم کی اس بنا پر مخالفت کی کہ ایک مرکزی حکومت کے ماتحت مسلمان ہمیشہ ایک مستقل بے بس اور کمزور اقلیت کی پوزیشن میں رہیں گے اور جمہوری حکومت کے معنی ہندوستان میں ہندو اکثریت کی حکومت کے ہیں۔

۱۹۴۰ء میں اپنے سالانہ اجلاس منعقدہ لاہور میں اس نے ہندوستان کی تقسیم (PARTITION OF INDIA) کی تجویز پیش کی۔ یہ پاکستان ریزولیوشن کے نام سے موسوم ہے۔ اس کی رو سے اس نے ہندوستان کے پیچیدہ دستوری مسئلے کا یہ حل پیش کیا گیا کہ پنجاب، بنگال، سندھ اور شمال مغربی سرحدی صوبے، غرض کہ جن جن صوبوں میں مسلمان بلحاظ آبادی اکثریت میں ہیں ان کی علیحدہ آزاد حکومتیں شمالی مغربی ہندوستان اور شمالی مشرقی ہندوستان یعنی بنگال میں قائم کی جائیں۔ اس لئے کہ ہندوستان میں ہندو اور مسلمان دو الگ الگ قومیں بستی ہیں اور جن میں کوئی بھی چیز مشترک نہیں۔ اسے

www.taemeernews.com

اسے ہندوستان میں متحدہ یا ہندوستانی قومیت کے وجود سے انکار تھا۔ وہ کانگریس کے اس مطالبے کی بھی شدید مخالف تھی کہ ہندوستان کا دستور ایک دستور ساز اسمبلی مرتب کرے۔ وہ کانگریس کو خالص ہندو جماعت اور اپنے کو مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت کہتی تھی۔ QUIT INDIA تحریک کی اس نے یہ کہہ کر مخالفت کی کہ یہ تحریک تمام تر مسلمانوں کے خلاف ہے۔ جب تک کانگریس پاکستان کے مطالبے کو تسلیم نہیں کر لیتی اس وقت تک وہ اس تحریک کی تائید نہیں کر سکتی۔

QUIT INDIA کی تحریک شروع ہو جانے سے ملک میں زبردست شورش برپا ہوئی۔ کانگریسی رہنماؤں کی گرفتاری سے لوگوں میں اشتعال پیدا ہوا۔ مہینوں گڑبڑ کا سلسلہ جاری رہا۔ اکثر جگہ ریل کی پٹریاں اکھاڑ دی گئیں۔ سرکاری عمارتوں کو نقصان پہنچایا گیا۔ گورنمنٹ نے انتہائی سختی اور بے رحمی سے فوج کی مدد سے اس تحریک کو دبا دیا۔ فائرنگ اور لاٹھی چارج میں سینکڑوں ہندوستانی جان سے مارے گئے۔ علی الخصوص بہار اور یو۔ پی۔ کے مشرقی اضلاع میں۔ جون ۱۹۴۵ء تک سیاسی جمود قایم رہا۔ اور اسی مہینے میں کانگریسی لیڈروں کو رہا کیا گیا۔ برطانیہ اور اتحادی طاقتیں جرمنی کو شکست دے چکی تھیں اور اب جنگ یورپ میں ختم ہو چکی تھی۔ اس سے پہلے مئی ۱۹۴۴ء میں گاندھی جی خرابیٔ صحت کی بنا پر رہا ہو چکے تھے۔ اور انھوں نے ستمبر ۱۹۴۴ء میں مسٹر جناح صدر مسلم لیگ سے تین ہفتے تک گفت و شنید کا سلسلہ جاری رکھا تاکہ کانگریس اور مسلم لیگ متحد ہو جائیں لیکن یہ گفتگو ناکام رہی۔ یہ گفتگو کانگریس کے زیرک رہنما مسٹر سی۔ راج گوپال آچاریہ (جنھوں نے بعد میں کانگریس سے الگ ہو کر سوتنتر پارٹی کی بنیاد ڈالی) کے اس فارمولے

www.taemeernews.com

کی بنیاد پر ہوئی تھی کہ مسلم اکثریت والے علاقوں یعنی پنجاب، بنگال، سندھ، شمال مغربی سرحدی صوبہ اور بلوچستان کو ہندوستان سے علیحدہ ہونے کا حق دے دیا جائے لیکن پنجاب اور بنگال کے غیر مسلم اکثریت والے اضلاع کو بھی اس کا حق حاصل رہے کہ وہ ہندوستان میں رہیں یا پاکستان کی نئی اسٹیٹ میں شامل ہوں۔ مسٹر جناح کا اصرار تھا کہ کانگریس دو قومی نظریئے کو تسلیم کرے یعنی یہ مان لے کہ ہندوستان میں ہندو اور مسلمان دو الگ الگ قومیں بستی ہیں اور ان میں کوئی چیز مشترک نہیں۔ گاندھی جی نے اسے اس لئے نہیں مانا کہ اس نظریئے کو ماننے سے کانگریس کا بنیادی عقیدہ یعنی متحدہ ہندوستانی قومیت کا عقیدہ ہی ختم ہو جاتا تھا۔

نئے وائسرائے لارڈ ویول نے سیاسی تعطل کو ختم کرنے کے لئے جون ۱۹۴۵ء میں شملہ میں کانگریس، مسلم لیگ اور دوسری سیاسی جماعتوں کے لیڈروں کی ایک کانفرنس طلب کی۔ اس کانفرنس کا مقصد یہ تھا کہ ان جماعتوں کے نمائندوں کو گورنر جنرل کی ایگزیکٹو کونسل میں شامل کرکے عارضی قومی حکومت (NATIONAL INTERIM GOVERNMENT) قائم کی جائے لیکن مسلم لیگ نے اس کانفرنس میں یہ مطالبہ پیش کیا کہ کونسل کے سارے مسلمان ممبروں کو نامزد کرنے کا حق صرف اسی کو حاصل ہے۔ کانگریس کو اس کا حق حاصل نہیں کہ وہ اپنے کسی مسلمان لیڈر کو اس کونسل میں اپنے نمائندے کی حیثیت سے نامزد کرے۔ کانگریس نے اس مطالبے کو اس لئے نہیں مانا کہ اس سے اس کی قومی حیثیت (NATIONAL CHARACTER) ختم ہو جاتی تھی۔ بالآخر یہ کانفرنس ناکام ہوئی۔ اور حکومت نے فیصلہ کیا کہ مرکزی اور صوبائی اسمبلیوں کے الیکشن کرائے جائیں تاکہ دونوں جماعتوں یعنی کانگریس

www.taemeernews.com

اور مسلم لیگ کی اصل قوت اور مسلمانوں میں نمائندہ حیثیت کا اندازہ ہو جائے چنانچہ الیکشن بڑے جوش وخروش سے لڑا گیا۔ اصل مقابلہ مسلم سیٹوں پر کانگریس اور مسلم لیگ کے درمیان رہا مسلم لیگ نے حصول پاکستان اور دو قومی نظریئے کی بنیاد پر اور کانگریس نے متحدہ ہندوستان اور انگریزوں ہندوستان خالی کرنے کی بنیاد پر الیکشن لڑا۔ یو۔ پی۔، بہار، آسام، اڑلیسہ، بمبئی، مدراس، سی۔ پی غرض کہ جملہ ہندو اکثریت والے صوبوں اور شمال مغربی سرحدی صوبے میں کانگریس کو عظیم الشان اکثریت حاصل ہوئی۔ مرکزی اسمبلی کی ساری مسلم سیٹیں اور باقی تینوں مسلم اکثریت والے صوبوں میں مسلم لیگ کو غیر معمولی اکثریت حاصل ہوئی۔ لیکن یو۔ پی۔ آسام اور بہار میں نیشنلسٹ اور کانگریسی خیال کے مسلمانوں کو جمعیۃ العلماء اور اس کے صدر مولانا حسین احمد مدنی اور ناظم مولانا حفظ الرحمٰن اور مجلس احرار اسلام کی کوششوں سے مسلم لیگ کے اندازے سے کہیں زیادہ سیٹیں حاصل ہوئیں اور ۳۵ فیصدی مسلمان ووٹروں نے کانگریس اور مسلم نیشنلسٹ جماعتوں کو ووٹ دیا اور اس طرح سے مسلم لیگ کا یہ دعویٰ غلط نکلا کہ وہی مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت ہے۔

اپریل ۱۹۴۶ء میں اکثریت والے صوبوں میں کانگریس کی وزارتیں بن گئیں۔ پنجاب میں بھی غیر مسلم لیگ وزارت زمیندار پارٹی، یونینسٹ (UNIONIST) پارٹی اور کانگریس کے اشتراکِ عمل سے بنی۔ صرف سندھ اور بنگال میں مسلم لیگی وزارتیں بنیں۔ اس سے پہلے جنگ کے دوران میں بابو سبھاش چندر بوس کی قایم کردہ آزاد ہند فوج کے افسروں کی سزایابی کے مسئلے پر ملک میں زبردست ہنگامہ ہوا۔

www.taemeernews.com

اور بالآخر حکومت کو ان کو رہا کرنا پڑا۔ بمبئی میں بحری فوج کے ہندوستانی کیڈٹوں نے علمِ بغاوت بلند کیا۔ پولیس میں بھی بے چینی شروع ہوئی۔ ان سب باتوں کے پیشِ نظر برطانیہ کی مزدور پارٹی کو جو اس وقت برطانیہ میں برسرِ اقتدار تھی اس نے ہندوستان کے اور بین الاقوامی (INTERNATIONAL) حالات کے پیشِ نظر یہ فیصلہ کیا کہ جلد سے جلد ہندوستان کو آزاد کیا جائے اور برطانوی اقتدار کو ختم کیا جائے۔ چنانچہ ان معاملات کو طے کرنے اور ہندوستانیوں کو ایک حل پر راضی اور متفق کرنے کے لئے تین برطانوی وزیروں یعنی لارڈ پیتھک لارنس وزیر ہند، سر اسٹیفرڈ کرپس اور مسٹر اے وی الیگزینڈر کو ہندوستان روانہ کیا۔ یہ برطانوی وزارتی مشن (CABINET MISSION) مارچ ۱۹۴۶ء میں ہندوستان پہنچا اور ہفتوں اس نے کانگریس مسلم لیگ اور دوسری ہندوستانی سیاسی جماعتوں سے گفت و شنید کی اور مئی ۱۹۴۶ء میں ایک تجویز شایع کی جو وزارتی مشن پلان (CABINET MISSION PLAN) کہلاتی ہے۔ اس پلان کے دو حصے تھے ایک LONG TERM PLAN یعنی ہندوستان کے دستوری مسئلے کا مستقل حل اور دوسرا SHORT TERM PLAN یعنی جب تک ہندوستان کا نیا دستور نہ بن جائے اس وقت تک کے لئے سارے ملک کے لئے مرکزی حکومت کی عارضی تشکیل LONG TERM PLAN کی رو سے انڈین یونین یا مرکزی حکومت قایم کرنے کی تجویز پیش کی گئی جو سارے ملک کے لئے مشترک امور مثلاً امورِ خارجہ (FOREIGN AFFAIRS) ملک کے تحفظ اور دفاع (DEFENCE) اور مواصلات یا رسل و رسائل (COMMUNICATIONS) آمد و رفت یعنی ریل، ہوائی جہاز، بحری

www.taemeernews.com

جہاز، ڈاک تار کا انتظام کرے۔ حکومت کے بقیہ امور صوبوں کے حوالے کیے گئے، جن کو مکمل خود مختاری حاصل تھی۔ صوبوں کو تین گروپوں میں تقسیم کیا گیا۔ گروپ اے (A) میں ہندو اکثریت کے صوبوں کو؛ گروپ بی (B) میں آسام اور بنگال کو اور گروپ سی (C) میں پنجاب، شمال مغربی سرحدی صوبے، سندھ اور برٹش بلوچستان کو رکھا گیا۔ اگر کسی گروپ کے ممبروں کی اکثریت چاہتی تو وہ اس گروپ کی GOVERNMENT یا منطقہ وارانہ حکومت قائم کر سکتی تھی۔ پورے ملک کا دستور بنانے کے لیے دستور ساز اسمبلی تجویز کی گئی جو صوبائی اسمبلیوں کے ممبروں کی ۱/۱۰ تعداد پر مشتمل تھی۔ اس اسمبلی کو صوبائی اسمبلیاں منتخب کرتیں اور اس کے بنائے ہوئے دستور کو برطانوی پارلیمنٹ کی منظوری کے بعد نافذ کیا جاتا۔ گروپ کے ممبران اپنے اپنے گروپ کا اور اس گروپ کے اندر کے صوبوں کا دستور بناتے۔

SHORT TERM PLAN کی رو سے اس مدت تک کے لیے کہ جب تک ملک کا دستور تیار ہو کر نافذ نہ ہوتا سارے ملک کے لیے عارضی مرکزی حکومت (INTERIM GOVERNMENT) بنانا طے ہوا جس میں کانگریس کے ۶ مسلم لیگ کے ۵ اور ۳ دوسری اقلیتوں کے نمائندوں کو گورنر جنرل کی ایگزیکٹو کونسل میں شامل کیا جانا قرار پایا۔ کانگریس نے LONG TERM PLAN کو اس شرط سے منظور کیا کہ صوبائی اسمبلیوں کو گروپ سے علیحدہ ہو جانے کا فیصلہ کرنے کا حق حاصل رہے۔

مسلم لیگ نے شروع میں دونوں تجویزیں منظور کر لیں۔ لیکن جب کانگریس

www.taemeernews.com

نے SHORT TERM PLAN کو اس بنا پر نامنظور کیا کہ اسے اپنے ممبروں میں مسلمان کو بھی نامزد کرنے کا حق حاصل ہونا چاہئے تو حکومت نے عارضی حکومت کے بنانے کے مسئلے کو ملتوی کر دیا اور اس کی جگہ آئی سی ایس افسروں پر مشتمل ایک نگراں (CARETAKER) حکومت مرکز میں بنائی۔ اس پر مسلم لیگ نے بطور احتجاج LONG TERM PLAN کی منظوری واپس لے لی۔ اور برطانوی حکومت کی عہد شکنی یا وعدہ خلافی کے خلاف سول نافرمانی کی تحریک شروع کرنے کی دھمکی دی۔ جولائی ۱۹۴۶ء میں دستور ساز اسمبلی کا الیکشن ہوا ۲۸۹ ممبروں میں سے کانگریس کو اکثریت حاصل ہوئی۔ ستمبر ۱۹۴۶ء میں لارڈ ویول کی دعوت پر پنڈت جواہر لال نہرو صدر کانگریس نے عارضی حکومت میں کانگریسی ممبروں کے ساتھ شرکت منظور کر لی۔ حکومت کی وعدہ خلافی کے خلاف مسلم لیگ نے ملک بھر میں احتجاجی مظاہرے کئے۔ کلکتہ میں زبردست ہندو مسلم فساد ہوا اور ہندو مسلم فضا بہت ہی زیادہ مکدر ہوگئی۔ بالآخر اکتوبر ۱۹۴۶ء میں وائسرائے کی کوششوں سے مسلم لیگ بھی مسٹر لیاقت علی خاں کی سرکردگی میں اپنے چار دوسرے نمائندوں کے ساتھ عارضی حکومت میں شامل ہوگئی لیکن دونوں جماعتوں کا باہمی اختلاف بڑھتا ہی گیا اس وجہ سے مرکزی عارضی حکومت کا کام چلانے میں دقتیں بڑھتی ہی رہیں۔

مسلم لیگ نے پاکستان اور ہندوستان کے دستور مرتب کرنے کے لئے علیحدہ علیحدہ دو دستور ساز اسمبلیوں اور ملک کی تقسیم کا مطالبہ پیش کیا اور قائم شدہ دستور ساز اسمبلی کے بائیکاٹ کا فیصلہ کیا۔ بہار، نواکھالی اور مغربی

www.taemeernews.com

یو۔پی میں خوں ریز بلوے ہوئے جس میں اقلیت کے ہزاروں بے گناہ افراد جان سے مارے گئے۔ سارے ملک میں زبردست خانہ جنگی کا خطرہ محسوس کیا جانے لگا۔

اس فضا میں ۹ر دسمبر ۱۹۴۶ء کو دستور ساز اسمبلی کا پہلا اجلاس نئی دہلی میں منعقد ہوا جس میں سوائے مسلم لیگ کے نمائندوں کے دوسرے تمام ممبروں نے شرکت کی۔ اس اجلاس نے۔ ڈاکٹر راجندر پرشاد کو اسمبلی کا صدر منتخب کیا اور دستور بنانے کے لئے مختلف کمیٹیاں مقرر کیں۔

لیگ اور کانگریس کے نہ حل ہونے والے اختلافات نے برطانوی حکومت کو ایک نئی پالیسی اختیار کرنے پر مجبور کیا۔ دسمبر ۱۹۴۶ء میں پنڈت نہرو، مسٹر جناح، مسٹر لیاقت علی خاں اور سردار بلدیو سنگھ کو ان اختلافات کے رفع کرنے کے لئے لندن بلایا گیا لیکن ہندوستانی لیڈر کسی سمجھوتے پر نہ پہنچ سکے۔ اس پر برطانوی حکومت نے اعلان کیا کہ ۱۵ر جون ۱۹۴۸ء کو ہندوستان بالکل آزاد کر دیا جائے گا اور برطانوی سیاسی اقتدار ختم کر دیا جائے گا۔ اگر اس وقت تک ہندوستانی سیاسی جماعتوں نے کوئی متفقہ دستور اساسی مرتب نہ کیا تو برطانوی حکومت اقتدار ایک سے زیادہ ہندوستانی حکومتوں کے حوالے کر دے گی بالفاظ دیگر ہندوستان میں ایک سے زیادہ آزاد حکومتیں قائم کر دی جائیں گی۔ اسی اثنا میں لارڈ ویول کی جگہ لارڈ ماؤنٹ بیٹن کو نیا گورنر جنرل مقرر کیا گیا۔ انھوں نے اپنے عہدے کا چارج سنبھالتے ہی ہندوستانی لیڈروں سے گفتگو شروع کی اور برطانوی حکومت کی منظوری کے بعد ۲ر جون

www.taemeernews.com

۱۹۴۷ء کو ایک نئے پلان کا اعلان کیا جو ماؤنٹ بیٹن پلان کے نام سے موسوم ہے۔ اسے کانگریس اور مسلم لیگ دونوں جماعتوں نے منظور کر لیا۔ اس نے بجائے جون ۱۹۴۸ء کے ۱۵/ اگست ۱۹۴۷ء سے انڈین یونین اور پاکستان یا تقسیم شدہ پنجاب اور بنگال (مسلم) اکثریت والے اضلاع پر مشتمل پنجاب اور (بنگال) سندھ، شمال مغربی سرحدی صوبہ سلہٹ اور برطانوی بلوچستان پر مشتمل دو ولایتوں (DOMINIONS) میں تقسیم کر دیا اور نئے دستور کے بننے تک ۱۹۳۵ء کے ترمیم شدہ گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ کو دونوں ولایتوں کے عارضی دستور اساسی کی جگہ دی۔ دستور ساز اسمبلی کو انڈین یونین کی دستور ساز اسمبلی مان لیا گیا۔ پاکستان کے لئے ایک علیحدہ منتخبہ دستور ساز اسمبلی مقرر کی گئی۔ یہی نہیں بلکہ اس پلان کے ماتحت انڈین کانسٹی ٹیوٹ اسمبلی کو پورے طور سے با اقتدار اور با اختیار (SOVEREIGN) جماعت میں تبدیل کر دیا گیا۔ اور اسے یہ پورا پورا حق حاصل ہو گیا کہ ہندوستان کے لئے جس قسم کا چاہے دستور اساسی بنائے اور اسے جب چاہے نافذ کرے۔ اسے برٹش پارلیمنٹ کی منظوری لینے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں رہی۔

دوسری بڑی اور اہم تبدیلی اس نئے پلان سے یہ ہوئی کہ ہندوستان میں کمزور اور محدود اختیارات والے مرکز کی جگہ مضبوط اور پہلے سے کہیں زیادہ وسیع الاختیار مرکز نے لے لی۔

برطانوی پارلیمنٹ نے ہندوستان کی آزادی کا قانون (INDIAN INDEPENDENCE ACT) پاس کیا جس نے ۱۹۳۵ء کے ایکٹ میں ترمیمیں

www.taemeernews.com

گیں۔ ان ترمیموں کی رو سے گورنر جنرل محض دستوری حاکم ہو کر رہ گیا۔ اس کے اختیارات خصوصی اور SPECIAL RESPONSIBILITY & DISCRETIONARY POWER) ختم کر دیئے گئے۔ علیٰ ہذا گورنروں کے بھی اختیارات خصوصی وتمیزی کا خاتمہ ہوگیا۔ برطانوی پارلیمنٹ کے کنٹرول اور اقتدار کا کلیتہً خاتمہ ہوگیا۔ اس ایکٹ نے کانسٹی ٹیوٹ اسمبلی کو برطانوی دولت مشترکہ (BRITISH COMMON WEALTH) سے الگ ہونے کا فیصلہ کرنے کا حق بھی دے دیا۔

ہند دستور ساز اسمبلی نے اپنے ابتدائی جلسوں میں قرار دمقاصد (OB - JECTIVE RESOLUTION) پاس کیا کہ ہندوستان کا دستور کن اصولوں پر بنایا جائے گا۔ اس کی رو سے انڈین یونین ایک آزاد اور خود مختار جمہوریہ (SOVEREIGN DEMOCRATIC REPUBLIC) قرار پائی۔ اس کی اور اس کی وحدتوں یا ریاستوں کی حکومتوں کے سارے اور اختیار کا سرچشمہ ہندوستان کے عوام یا عام لوگ قرار پائے۔ اس تجویز میں یہ کہا گیا کہ اب ملک میں ایسی حکومت قائم ہوگی کہ جس میں ہر ہندوستانی کو سماجی، معاشی اور سیاسی برابری حاصل رہے گی۔ یعنی یہ نہیں ہوگا کہ کسی خاص مذہب کے ماننے والوں کو زیادہ حقوق حاصل ہوں۔ اور آزادئ رائے، آزادئ خیال اور آزادئ مذہب حاصل رہے گی۔ ہر ہندوستانی کو قانون کی نگاہ میں برابر سمجھا جائے۔ یہ نہیں ہوگا کہ مختلف مذہبوں کے ماننے والوں کے لئے مختلف قانون ہوں۔ جمہوریہ ہند کی آزادی کو قائم اور برقرار رکھنے کی پوری کوشش کی جائے گی تاکہ وہ دنیا کی آزاد اور ترقی یافتہ اور متمدن ملکوں اور قوموں کے دوش بدوش دنیا کا امن قائم رکھنے اور عام بہبودی کو ترقی دینے

www.taemeernews.com

میں پورا پورا حصہ لے سکے۔

اسمبلی نے یونین یا مرکزی حکومت کے اختیارات، ریاستوں کے کانسٹی ٹیوشن، شہریوں کے بنیادی حقوق (FUNDAMENTAL RIGHTS) چیف کمشنر دل کے صوبوں، مرکز اور ریاستوں کے درمیان مالی تعلقات، اقلیتوں کے حقوق اور قبائلی علاقوں (TRIBAL AREAS) کے مسئلوں کے بارے میں سب کمیٹیاں مقرر کیں۔ جنھوں نے اپنی رپورٹیں غور و خوض کے بعد اسمبلی کے سامنے پیش کیں۔

ان رپورٹوں نے دستور اساسی (CONSTITUTION) کے لئے ضروری مواد اور مسالہ فراہم کیا۔ دستور کو آخری شکل (FINAL SHAPE) اس کی DRAFTING یا مسودہ مرتب کرنے والی کمیٹی نے جس کے چیرمین آنجہانی ڈاکٹر بی۔آر۔امبیدکر تھے جو آزادی کے بعد جمہوریہ ہند کے پہلے وزیر قانون ہوئے۔

اس کمیٹی کے دوسرے ممبروں میں آنجہانی گوپال سوامی آئینگر سابق وزیر ریلوے اور دفاع، آنجہانی ٹی۔ٹی کرشنام چاری سابق وزیر مالیات حکومت ہند، آنجہانی کرشن سوامی آئر۔ آنجہانی سر بی۔ایل۔متّر۔مسٹر کے۔ایم منشی سابق وزیر غذا جمہوریہ ہند و سابق گورنر یو۔پی اور سر محمد سعداللہ مرحوم تھے۔ مسودے کے مرتب کرنے میں آنجہانی سر بی۔این راؤ کا بڑا ہاتھ رہا۔ اس کمیٹی نے آٹھ مہینے کی محنت کے بعد اپنا مرتب کردہ مسودہ دستور ساز اسمبلی کے سامنے پیش کیا۔

اس کی ایک ایک دفعہ (ARTICLE) پر تفصیلی بحث ہوئی اور بالآخر ۲۶ نومبر ۱۹۴۹ء کو دو سال گیارہ مہینے اور ۱۸ دن کے بحث و مباحثہ کے بعد کانسٹی ٹیوشن منظور کیا گیا اور ۲۶ جنوری ۱۹۵۰ء سے اس کا نفاذ ہوا۔ لارڈ ماؤنٹ بیٹن

www.taemeernews.com

کی گورنر جنرلی جون ۱۹۴۸ء میں ختم ہوئی اور ان کی جگہ مسٹر راج گوپال آچاریہ پہلے ہندوستانی گورنر جنرل مقرر ہوئے۔ دستور کے نفاذ سے چند روز پہلے ڈاکٹر راجندر پرشاد کا انتخاب بحیثیت عارضی صدر جمہوریہ عمل میں آیا۔ مئی ۱۹۵۲ء میں نئے دستور کے ماتحت پہلے عام انتخاب (GENERAL ELECTION) کے مکمل ہونے کے بعد ان کا دوبارہ انتخاب عمل میں آیا۔

الیکشن ہونے تک دستور ساز اسمبلی کو ہندوستان کی عارضی پارلیمنٹ کا درجہ دیا گیا اور اسے ملک کے قانون بنانے کا حق حاصل ہوا۔

مشقی سوالات

۱۔ ہندوستان کی تحریک آزادی کی مختصر تاریخ لکھیے۔

۲۔ ۱۹۱۹ء سے ۱۹۴۷ء تک ہندوستانی حکومت میں کیا کیا دستوری تبدیلیاں ہوئیں؟

۳۔ خلافت کی تحریک اور انگریزو ہندوستان خالی کرو کی تحریک پر مختصر نوٹ لکھیے۔

۴۔ ماؤنٹ بیٹن پلان اور پاکستان تجویز کا مختصر حال لکھیے۔

۵۔ سائمن کمیشن اور حکومت دوعملی (DYARCHY) پر مختصر نوٹ لکھیے۔

www.taemeernews.com

دستور کی چند خصوصیتیں

جمہوریہ ہند کے دستور میں اس کی منظوری کے وقت ۳۹۵ دفعات اور آٹھ شیڈول تھے۔ اور اب بعد کی ترمیموں سے بعض دفعات نکل گئیں اور بعض کا اضافہ کیا گیا۔ اب بھی یہ دنیا کا طویل ترین دستور اساسی ہے۔ ذیل کے نقشے سے اس کی وضاحت ہوتی ہے۔

نمبر شمار	نام ملک	دستور اساسی کی کل دفعات
۱۔	کناڈا (CANADA)	۱۲۷
۲۔	آسٹریلیا (AUSTRALIA)	۱۲۸
۳۔	یونین آف ساؤتھ افریقہ (UNION OF SOUTH AFRICA)	۱۵۳
۴۔	آئرستان (EIRE LAND)	۵۳
۵۔	ریاستہائے متحدہ امریکہ (U.S.A.)	۷ + ۲۱
۶۔	سوویت یونین (U.S.S.R.)	۴۶
۷۔	سوئزرلینڈ (SWITZER LAND)	۱۲۳

www.taemeernews.com

ہر ایک نئی مملکت کو شروع میں بے شمار دقتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ہمارا ملک جن حالات میں آزاد ہوا اس وجہ سے اس کی مشکلات اور دقتیں اور بھی زیادہ تھیں۔ ان مشکلات اور پیچیدگیوں سے عہدہ برآ ہونے کے لئے دستور میں ایسی دفعات (ARTICLES) کا رکھنا ضروری ہوا۔

دستور کے مرتب کرنے والوں نے دوسرے جمہوری ملکوں کے کانسٹی ٹیوشن کو اپنے سامنے رکھا مثلاً صدر جمہوریہ کے ہنگامی اختیارات، پہلی عالمی جنگ کے بعد قایم ہونے والی جرمن جمہوریہ کے صدر کے اختیارات کا چربہ ہیں۔ ۱۹۳۵ء کے گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ کی تو بہت سی دفعات کو لفظ بہ لفظ اس کانسٹی ٹیوشن میں جگہ دی گئی ہے۔ اسی طور سے آئرستان اور ریاستہائے متحدہ امریکہ کے دستور کی مستند دفعات لی گئی ہیں۔

اقتدار اعلیٰ یا حاکمیت
(SOVEREIG, ITY)

دستور نے ہندوستانی عوام کو سرچشمۂ اقتدار مانا ہے۔ اس کو صاف اور کھلے ہوئے لفظوں میں دستور کی تمہید (PREAMBLE) میں بیان کیا گیا ہے۔ دستور نے سارا اختیار ہندوستانی عوام کو عطا کیا ہے۔ ہند یونین ایک با اقتدار اور غیر مذہبی خود مختار عوامی جمہوریہ (SOVEREIGN SECULAR DEMOCRATIC REPUBLIC) ہے اور ملک کی تاریخ میں پہلی بار بلا تفریق وتخصیص و امتیاز مذہب و ملت، جنس و رنگ یا ذات پات ہر بالغ ہندوستانی کو ووٹ دینے کا حق دیا گیا ہے اور انھیں کے ووٹوں سے مرکز اور ریاستوں میں حکومتیں قائم ہوتی ہیں۔ دستور نے دنیا کی سب سے بڑی پارلیمنٹری جمہوری

www.taemeernews.com

حکومت ملک میں قائم کی ہے جس کی ساری قوت عوام کے ہاتھوں میں ہے۔ اس وقت تقریباً ۲۲۔۳۰ کروڑ سے زیادہ انسانوں کو ووٹ دینے کا حق حاصل ہے۔ دنیا کی تاریخ میں اب تک اتنی بڑی پارلیمنٹری جمہوریت کسی ملک میں قائم نہیں ہوئی۔

غیر مذہبی جمہوریت ہندیونین کے دستور کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ اس نے ملک میں غیر مذہبی جمہوریت قائم کی ہے (SECULAR DEMOCRACY) یعنی اسٹیٹ کا کوئی مذہب نہیں ہے اور ہر مذہب کو یکساں حیثیت حاصل ہے۔ دوسرے ہندوستان کے تمام باشندے خواہ وہ کسی بھی مذہب کے ماننے والے ہوں ایک مشترک شہریت میں منسلک کر دیئے گئے ہیں۔ ہر ہندوستانی شہری کو اسٹیٹ سے متمتع اور اس سے فائدہ اٹھانے کا پورا پورا حق حاصل ہے۔ مذہب یا ذات پات یا کسی خاص علاقے یا ریاست میں پیدا ہونے سے کسی ہندوستانی کو شہریت کے کسی حق سے محروم نہیں کیا جاسکتا اور نہ اس کے ساتھ کسی قسم کی تفریق کی جاسکتی ہے چنانچہ جمہوریہ ہند کی صدارت پر، نائب صدارت پر اور ملک کی سب سے بڑی عدالت سپریم کورٹ کی سربراہی کے عہدے یعنی چیف جج پر علی الترتیب دو مسلمان ڈاکٹر ذاکر حسین اور فخرالدین علی احمد، ہدایت اللہ اور حمید اللہ بیگ فائز رہ چکے ہیں اور اس وقت بھی نائب صدر جمہوریہ ہدایت اللہ ہیں۔ ہر شہری کو مذہبی آزادی حاصل ہے۔

وفاقی ڈھانچہ (FEDERAL STRUCTURE) جمہوریہ ہند کا دستور وفاقی (FEDERAL) ہے۔ اس میں وفاقی دستور کی خصوصیتیں پائی جاتی ہیں۔ مثلاً یہ ایک لکھی

www.taemeernews.com

ہوئی دستاویز (WRITTEN DOCUMENT) ہے جس میں مرکز (CENTRE) اور STATES کے اختیارات کو صراحت اور وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ ایک آزاد اور وقت کی جماعتی سیاسیات سے بلند اور بالاغیر جانبدار عدلیہ (JUDICIARY) قائم کی گئی ہے جسے مرکز اور ریاستوں کے درمیان اختلافی چیزوں کے فیصلہ کرنے کا حق بھی حاصل ہے۔ نیز اسے دستور کی تعبیر اور تشریح کرنے کا حق بھی حاصل ہے لیکن ہندوستانی فیڈریشن امریکن فیڈریشن سے اس اعتبار سے مختلف ہے کہ اس کا مرکز زیادہ وسیع اختیارات کا مالک ہے۔ جن امور کو مشترک (CONCURRENT) یا ریاستی امور کی فہرست میں نہیں رکھا گیا ہے۔ وہ سب مرکز یا یونین حکومت کے دائرۂ اختیار میں ہیں۔ ان کے بارے میں قانون بنانے اور ان پر کارروائی کرنے کا حق مرکزی حکومت کو حاصل ہے۔ یہی نہیں بلکہ مرکز کو یہ حق بھی حاصل ہے کہ وہ ریاستوں کو اہم مسئلوں میں مشترک اور یکساں پالیسی اختیار کرنے پر مجبور کرے۔

مرکزی حکومت کی صورت سے ہندوستانی فیڈریشن خاصا لچک دار (FLEXIBLE) ہے۔ ہنگامی صورت حال (EMERGENCY) میں مثلاً جنگ چھڑ جانے کی صورت میں مرکزی حکومت یا ریاستی حکومتوں کے اختیارات اپنے ہاتھ میں لے سکتی ہے۔ اس طرح سے وفاقی حکومت کے اس بنیادی نقص کو دور کر دیا گیا ہے کہ ہنگامی صورتِ حال سے نبٹنے کے لیے مرکز کو بہت زیادہ دقتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور بغیر نئے قانون بنائے وہ اس صورتِ حال سے نہیں نبٹ سکتی۔

www.taemeernews.com

بنیادی حقوق (FUNDAMENTAL RIGHTS)

ہر آزاد اور جمہوری ملک میں شہریوں کو کچھ ایسے حقوق حاصل ہوتے ہیں کہ جن سے ان کو محروم نہیں کیا جا سکتا۔ یہ حقوق شہریوں کے لئے اتنے ضروری ہوتے ہیں کہ بغیر ان کے وہ اپنی شخصیت کی تعمیر نہیں کر سکتے۔ ہمارے ملک کے دستور میں شہریوں کے حقوق بیان کئے گئے ہیں۔ ان کی رو سے ہر شہری خواہ وہ ہندو ہو یا مسلمان، سکھ ہو یا عیسائی قانون کی نگاہ میں برابر ہے۔ مذہب، ذات پات، جنس، رنگ یا جائے پیدائش کی بنا پر کسی کے خلاف کسی قسم کا امتیازی سلوک نہیں کیا جا سکتا۔ ہر شہری کو اپنی رائے ظاہر کرنے کی آزادی حاصل ہے۔ اسی طرح سے آزادیٔ خیال اور آزادیٔ مذہب حاصل ہے۔ ہر شہری کو سرکاری ملازمتیں حاصل کرنے کا حق حاصل ہے۔ بڑے سے بڑا عہدہ ہر شہری بلا کسی امتیاز، تفریق کے حاصل کر سکتا ہے۔

صدیوں سے ہمارے ملک میں چھوت چھات کا رواج چلا آ رہا ہے۔ دستور نے اس کا مکمل خاتمہ اس طرح سے کیا ہے کہ اسے کسی بھی شکل میں برتنا جرم قرار دیا ہے اور یہ کہا ہے کہ ان درس گاہوں کو حکومت کسی قسم کی مدد نہیں دے گی جہاں داخلہ صرف کسی خاص مذہب کے ماننے والوں کے لئے محدود ہو۔ اس نے اقلیتوں کو مذہبی اور تمدنی آزادی عطا کی ہے اور انھیں اس کا حق دیا ہے کہ وہ اپنے علیحدہ اسکول اور تعلیمی ادارے قائم کریں۔ اپنی تہذیب یا تمدن، زبان اور رسم الخط (SCRIPT) کو قائم اور برقرار رکھیں اور انھیں ترقی دیں۔ اپنے مذہب کی تبلیغ کریں اور اپنے مذہبی مراسم بجا لائیں۔

www.taemeernews.com

حکومت کے کوئی بھی عہدیدار یا افسر ہوں شہریوں کے حقوق کے استعمال میں کسی قسم کی رکاوٹ پیدا کریں یا کسی قسم کی پابندی عائد ہو تو ان حقوق کو منوانے یا ان کو استعمال کرنے کے لئے ہر شہری ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ میں اس کے خلاف درخواست دے سکتا ہے اور یہ عدالتیں اس کا فیصلہ اپنی صوابدید کے مطابق کریں گی۔ یعنی اگر یہ عدالتیں محسوس کریں کہ کسی شہری کو اس کے کسی حق سے محروم کیا گیا ہے تو وہ یہ فیصلہ کریں گی کہ یہ حق اس شہری کو واپس دیا جائے۔ اس طرح سے شہریوں کی آزادی کا پوری طرح سے تحفظ کیا گیا ہے۔ کسی شہری کو اس کی جائداد سے حکومت صرف اسی حالت میں محروم یا بے دخل کر سکتی ہے کہ جب قانون نے اس کا اختیار دیا ہو۔ حکومت کی طرف سے اسے اس کا معاوضہ دیا جائے گا خواہ وہ مرکزی حکومت ہو یا ریاستی۔ بہار اور یو۔ پی میں جب ریاستی حکومتوں نے زمینداری کے خاتمے کے قوانین مجالس قانون ساز سے پاس کرائے تو زمینداروں نے اس کے خلاف ہائی کورٹ میں مقدمے اس بنا پر دائر کئے کہ یہ قانون بنیادی حقوق کے خلاف ہے اور بالآخر بہار ہائی کورٹ کے فیصلے کی روشنی میں بہار کے زمینداری کے قانون میں ترمیم کی گئی۔ لیکن اب دستور کی تازہ ترین ترمیم کے بعد پارلیمنٹ کو اس کا پورا پورا حق حاصل ہے کہ وہ کسی بھی جائداد کو معاوضہ کی رقم دینے کے بعد لے سکتی ہے اور اس کے اس حق کو نہ تو ہائی کورٹ میں اور نہ سپریم کورٹ میں چیلنج کیا جا سکتا ہے۔ اب بنیادی حقوق میں کسی وقت بھی پارلیمنٹ ترمیم کر سکتی ہے اور اس کے اس حق کو نہ تو سپریم کورٹ اور نہ ہائی کورٹ ختم کر سکتی ہے اور نہ غلط ٹھہرا سکتی ہے۔ اسی طرح

www.taemeernews.com

سے جب بعض سیاسی پارٹیوں کے کارکنوں کو ان کی قابلِ اعتراض سیاسی سرگرمیوں کی بنا پر گرفتار کیا گیا تو ہائی کورٹ میں ان گرفتاریوں کے خلاف مقدمہ دائر کیا گیا اور بعضوں کو ہائی کورٹ نے رہا کر دیا۔

دستور کی لچک (FLEXIBILITY) ایک اچھے دستور کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں حالات کے مطابق خود کو ڈھالنے اور بدلنے کی صلاحیت موجود ہو۔ ہمارے دستور میں یہ خصوصیت بدرجۂ اتم موجود ہے۔ دستور کو بدلنے اور ضرور ترمیمیں کرنے کے لئے سیدھا اور آسان طریقہ اختیار کیا گیا ہے۔ اسی طرح ہنگامی صورتِ حال پیدا ہو جانے پر مرکزی حکومت ریاستی امور بلکہ پوری ریاستی حکومت کو اپنے ہاتھ میں لے سکتی ہے۔ اس طرح ہند یونین کے دستور میں لچک پیدا ہو گئی ہے۔ قومی مفاد کے پیشِ نظر کونسل آف اسٹیٹس یہ پاس کر سکتی ہے کہ فلاں فلاں ریاستی امور کے بارے میں پارلیمنٹ قانون بنائے گی۔ چنانچہ پنجاب میں دہشت پسندوں کو کچلنے کے لئے اور ان کو اس سے روکنے کے لئے کہ کسی پڑوسی ملک سے کسی قسم کی مدد ان سرگرمیوں میں نہ حاصل کر سکیں، ایک ریزولیوشن اس مقصد کے لئے ۱۹۸۶ء میں پاس کیا گیا۔

دستور کی ترمیم دستور کی دفعات کی تین بڑی تقسیمیں کی گئی ہیں۔ ایک میں مرکزی اور ریاستی عدالتوں میں سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ، مرکزی حکومت کے انتظامی یا عاملانہ (EXECUTIVE) اختیارات کی وسعت، مرکز یا یونین کے باہمی تعلقات، ریاستی اور CONCURRENT امور کی فہرستیں، پارلیمنٹ میں ریاستوں کی نمائندگی اور صدر جمہوریہ کے الیکشن کا بیان ہے۔ دوسری تقسیم کے ماتحت بقیہ دفعات کی بڑی تعداد ہے۔ پہلی تقسیم کے ماتحت دفعات میں کسی قسم کی تبدیلی یا ترمیم اسی صورت میں ہو سکتی ہے کہ جب پارلیمنٹ کی دو تہائی

www.taemeernews.com

اکثریت سے یہ ترمیم پاس ہو جائے۔ اور اس کے ساتھ کم سے کم آدھی ریاستوں کی اسمبلیاں اس ترمیم کو منظور کرلیں۔ دوسری تقسیم کے ماتحت دفعات میں ترمیمیں پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں کے حاضر اور ووٹ دینے والے ممبروں کی دو تہائی اکثریت سے ہو سکتی ہے۔ بقیہ دفعات کو جو تیسری تقسیم کے ذیل میں ہیں پارلیمنٹ کی محض کثرت رائے (MAJORITY VOTE) سے بدلا جا سکتا ہے۔ چنانچہ حالات کے مطابق دستور میں برابر ترمیمیں کی جاتی رہیں۔

اس دستور کی ایک نمایاں خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس کے وفاقی ڈھانچے کو ہنگامی اور غیر معمولی صورتِ حال (EMERGENCY) میں وحدانی (UNITARY) ڈھانچے میں آسانی سے بدلا جا سکتا ہے تاکہ اس صورتِ حال پر قابو پایا جاسکے۔ ایسی صورتِ حال میں مرکزی حکومت تمام ریاستی امور کو اپنے ہاتھ میں لے سکتی ہے اور پارلیمنٹ ریاستی مسئلوں کے بارے میں قانون بنا سکتی ہے۔ صلح اور امن کے زمانے میں بھی پارلیمنٹ ایسا کر سکتی ہے بشرطیکہ ایوان بالا یعنی کونسل آف اسٹیٹس کی دو تہائی اکثریت اس کا فیصلہ کر دے کوئی مخصوص سیاسی مسئلہ قومی اہمیت (NATIONAL IMPORTANCE) اختیار کر گیا ہے۔

سرکاری زبان (STATE LANGUAGE)

دستور نے ہندی کو دیوناگری رسم الخط میں جمہوریہ ہند کی سرکاری زبان قرار دیا ہے لیکن ہندسوں کو رومن یا انٹرنیشنل ہی رکھا ہے۔ پندرہ سال تک حکومت کا کام انگریزی میں کیا جانا طے ہوا تھا۔ ۱۹۶۵ء میں یہ مسئلہ پھر اٹھا۔ جنوبی ہند کی خواہش ہے کہ ابھی سرکاری کام انگریزی ہی میں

www.taemeernews.com

ہو۔ پنڈت نہرو نے اپنی زندگی میں غیر ہندی ریاستوں کو یقین دلایا تھا کہ ہندی کے ساتھ ساتھ انگریزی رابطہ کی زبان رہے گی اور مرکزی حکومت بجائے ہندی کے غیر ہندی ریاستوں سے خط وکتابت انگریزی میں کرے گی لیکن ہندی کے کٹر حامی انگریزی کو یہ درجہ دینے پر تیار نہیں۔ ان کا اصرار ہے کہ مرکزی حکومت کا سارا کام ہندی میں کیا جائے۔ جنتا حکومت نے اپنے دورِ حکومت میں مرکزی حکومت کے دفتروں میں ہندی کو رائج کرنے کی زبردست کوشش کی۔ اس کی شدید مخالفت غیر ہندی ریاستوں خاص کر تامل ناڈو کی طرف سے ہوئی۔ سر دست انگریزی ہی میں مرکزی حکومت کا زیادہ تر کام ہو رہا ہے۔

دستور کے ایک شیڈول میں ۱۴ علاقائی زبانوں کا ذکر تھا۔ لیکن ۱۹۶۷ء میں دستور کی ۲۵ ویں ترمیم کے ذریعے سے سندھی کو پندرہویں علاقائی زبان قرار دیا گیا ہے۔ یہ علاقائی زبانیں وہ ہیں جو مختلف علاقوں میں بولی اور سمجھی جاتی ہیں۔ ریاستی حکومتیں ان زبانوں میں سے ایک یا ایک سے زیادہ کو اپنی کارروائی چلانے کے لئے اختیار کرسکتی ہیں۔ چنانچہ ایک حد تک آندھرا میں تیلگو کے ساتھ اردو زبان کا استعمال سرکاری کارروائیوں میں کیا جارہا ہے لیکن یو۔پی، بہار اور دوسری ریاستوں میں کہ جہاں آبادی کی بہت بڑی تعداد کی مادری زبان اردو ہے وہاں اردو کو علاقائی زبان کا درجہ نہیں دیا گیا اور نہ اردو کو کسی قسم کے اور حق دیئے گئے، نہ تو اس کی تعلیم کا تسلی بخش انتظام ہے اور نہ سرکاری کارروائیاں اردو میں شایع ہوتی ہیں۔ نہ اردو میں درخواستیں سرکاری دفتروں اور عدالتوں میں کی جاتی ہیں۔ غرض کہ اردو کو نہ صرف اس کے جائز حقوق سے محروم کیا گیا ہے بلکہ

www.taemeernews.com

اسے مٹانے کی منظم کوشش پچھلے ۴۰ برسوں تک جاری رہی۔ کانگریس نے ۱۹۸۰ء کے الیکشن سے پہلے اپنے انتخابی اعلان میں اس کا وعدہ کیا کہ وہ اردو کو ان تمام ریاستوں میں دوسری سرکاری زبان کا درجہ دے گی جس کا مطالبہ اردو بولنے والے کرتے ہیں۔ چنانچہ نومبر ۱۹۸۰ء کو بہار میں کانگریسی حکومت کے قیام کے بعد اردو کو متعدد ضلعوں میں دوسری سرکاری زبان کا درجہ دیا گیا۔ اسی طرح آندھرا میں بھی اردو کو دوسری سرکاری زبان کا درجہ دیا گیا۔

قبائلی (TRIBAL) اور پسماندہ (BACKWARD) علاقوں کے لئے مخصوص دفعات: ہندوستان میں آج بھی ایسے بے شمار قبائل موجود ہیں جو تہذیب و تمدن کے اعتبار سے بہت پچھڑے ہوئے ہیں۔ یہی صورت متعدد علاقوں کی بھی ہے۔ ان کو تہذیب و تمدن کی ہوا تک بھی نہیں لگی ہے۔ ان قبیلوں اور علاقوں کا اس طرح سے پچھڑے رہنا ملک کی ترقی اور خوش حالی کے لئے از حد مضر ہے۔ اس لئے ضروری ہوا کہ دستور اساسی میں ان کی ترقی کے لئے مخصوص دفعات رکھی جائیں تاکہ پس ماندہ اور پچھڑے ہوئے قبیلے اور علاقے جلد از جلد ترقی اور خوش حالی کی منزلیں طے کریں۔ چنانچہ دستور میں ان کے لئے مخصوص (SPECIAL) دفعات رکھی گئی ہیں۔ ان کا مطلب یہ کہ ان علاقوں اور قبیلوں کی بہبودی ہمیشہ مدنظر رکھی جائے۔ ان کو سماجی آزادی حاصل ہو۔ ابتدائی برسوں میں مجالس ہائے قانون ساز اور سرکاری ملازمتوں میں ان کے لئے نشستیں محفوظ کی گئی تھیں۔ یہ تحفظ اب تک چل رہا ہے۔ ان علاقوں کے انتظام

www.taemeernews.com

کے لئے بھی مخصوص دفعات رکھی گئی ہیں۔ آسام میں ان علاقوں کے لئے ضلع دار کونسلیں اور علاقہ دار خود مختار کونسلیں (AUTONOMOUS REGIONAL COUNCILS) قائم کی گئی ہیں۔ قبائلی نمائندوں کے مسلسل ایجی ٹیشن سے مرکزی حکومت نے ناگالینڈ کی الگ الگ ریاست قائم کی لیکن ان کا گورنر، گورنر آسام کو ہی رکھا گیا۔ لیکن آسام کے دوسرے قبیلے اس سے مطمئن نہ ہوئے۔

چنانچہ ان کو مطمئن کرنے کے لئے میگھالیہ کے نام سے ایک نئی ریاست قائم کی گئی۔ اس کے علاوہ اروناچل پردیش اور میزورام کے نام سے مرکز کے زیر انتظام دو علاقے قائم کئے گئے ہیں۔ اب ان دونوں علاقوں کو ریاستی درجہ دستور کی ترمیم کی رو سے عطا کیا گیا ہے۔ صدر جمہوریہ کی طرف سے برابر اسپیشل کمیشن مقرر ہوتے رہتے ہیں جو مرکزی حکومت سے اس کی سفارش کرتے ہیں کہ پسماندہ علاقوں اور قبیلوں کی فلاح و بہبود کے لئے کیا کیا کرنا ضروری ہے اور حکومت ان سفارشوں پر عمل درآمد کرتی ہے۔ آسام کے علاوہ مدھیہ پردیش اور بہار میں بھی ایسے علاقے اور قبیلے پائے جاتے ہیں۔ دستور کی ان مخصوص مخصوص دفعات کا اطلاق ان پر بھی ہوتا ہے۔

ہندوستانی دستور کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس کی رو سے سارے ملک میں پارلیمنٹری جمہوریت قائم کی گئی ہے۔ یعنی مرکز اور ریاستوں میں عوام کے نمائندے لوک سبھا اور ریاستی اسمبلیوں کے لئے منتخب کئے جاتے ہیں اور جس پارٹی کی ان جماعتوں میں اکثریت ہوتی ہے وہی حکومت بناتی ہے۔ حکومت اپنی ساری پالیسیوں اور کاموں کے لئے ان جماعتوں یعنی مرکزی حکومت لوک سبھا کے روبرو اور ریاستی وزارت ریاستی اسمبلی کے سامنے ذمہ دار اور جواب دہ ہے۔

www.taemeernews.com

اور جس وقت اسے ان مجالس میں اکثریت کی حمایت حاصل نہیں رہتی ہے اسے مستعفی ہونا پڑتا ہے۔ انتظامیہ اور عدلیہ دونوں پورے طور سے مجلس قانون ساز کی بالادستی میں ہیں۔

مشقی سوالات

۱۔ جمہوریہ ہند کے دستور اساسی کی خصوصیتوں کو وضاحت کے ساتھ بیان کیجئے۔

۲۔ ہندوستان فیڈریشن کی خصوصیتوں کو واضح طور پر بیان کیجئے۔

۳۔ جمہوریہ ہند کا دستور کس حد تک وفاقی ہے اور کس حد تک وحدانی ؟

۴۔ جمہوریہ ہند کے دستور کا لچک دار ہونا اور دستور کی ترمیم پر مختصر نوٹ لکھئے۔

www.taemeernews.com

شہریت

(CITIZENSHIP)

وہ تمام لوگ کہ جن کا آبائی وطن ہندوستان ہے۔ وہ شرنارتھی جو پاکستان سے ترکِ وطن کرکے ہندوستان چلے آئے اور وہ تمام ہندوستانی جو اس وقت دوسرے ملکوں میں مقیم ہیں دستور کی رو سے ہندوستان کے شہری ہیں۔ پارلیمنٹ کو شہریت کے بارے میں قانون بنانے کا حق حاصل ہے۔ چنانچہ ۱۹۵۵ء میں پارلیمنٹ نے شہریت کا قانون پاس کیا۔ ضرورت پڑنے پر پارلیمنٹ اس کے بارے میں قانون بنا سکتی ہے۔ اور شہریت کے حقوق عطا کر سکتی ہے۔

پہلی دفعہ کا اطلاق ان تمام لوگوں پر ہوتا ہے کہ جن کا وطن ہندوستان ہے یا جن کے ماں باپ میں سے کوئی ہندوستان کی سرزمین پر پیدا ہوا ہو۔ یا ہندوستان میں کم سے کم پانچ سال سے رہ رہے ہوں اور جنھوں نے کسی دوسری مملکت کی شہریت اختیار نہ کری ہو۔ اس طرح دستور میں پیدائش، نسل اور سکونت (DOMICLE) تینوں کو شہریت کی بنیاد تسلیم کیا گیا ہے۔

www.taemeernews.com

دوسرے ذیل میں وہ تمام لوگ آجاتے ہیں جو پاکستان سے ہندوستان سے چلے آئے ہوں۔ مگر یہ ضرور ہے کہ ایسے تمام لوگوں نے درخواست دے کر متعلقہ حکام کے سامنے اپنے کو رجسٹرڈ شہری کرالیا ہو اور رجسٹرڈ کرانے سے پہلے کم سے کم چھ مہینے سے ہندیونین میں رہ رہے ہوں۔ ان میں اکثریت ان لوگوں کی ہے جو مغربی پاکستان سے تقسیم کے بعد یعنی اگست، ستمبر ۱۹۴۷ء میں کشت و خون ہونے پر ہندوستان چلے آئے۔

دستور کی رو سے وہ لوگ ہندوستانی شہری نہیں قرار دیئے جاسکتے جو مارچ ۱۹۴۷ء کے بعد پاکستان چلے گئے لیکن ان لوگوں کو ہندوستان کا شہری مانا گیا ہے۔ جو فسادات کے زمانے میں پاکستان چلے گئے تھے اور بعد میں مستقل پرمٹ لے کر ہندوستان واپس چلے آئے۔ ۱۹۵۰ء میں ہزاروں کی تعداد میں یوپی۔ کے فسادات کی وجہ سے مسلمان پاکستان چلے گئے تھے اور بعد میں واپس آئے اور ہندوستان کے شہری قرار دیئے گئے۔

سمندر پار یا دوسرے ملکوں میں مقیم ہندوستانی انڈین یونین کے شہری ہوسکتے ہیں بشرطیکہ وہ خود یا ان کے ماں باپ، ان کے دادا دادی یا نانا نانی میں سے کوئی ایک غیر تقسیم شدہ ہندوستان میں پیدا ہوئے ہوں اور انہوں نے اپنے کو انڈین یونین کا شہری ہندیونین کے سفارتی نمایندوں یا قونصل جنرلوں کے ذریعے رجسٹرڈ کرالیا ہو۔ یہ اس لئے کیا گیا تاکہ ہندیونین کے شہریوں میں قومی جذبے کو زیادہ فروغ ہو اور وہ اپنی ہندوستانیت پر فخر کریں۔

دستور میں ہندوستانی شہریت حاصل کرنے اور اس سے محروم ہوجانے

www.taemeernews.com

کا کوئی ذکر نہ تھا لیکن ۱۹۵۵ء میں پارلیمنٹ کے پاس کئے ہوئے شہریت کے قانون (CITIZENSHIP ACT) کی رو سے اب مرکزی حکومت کو اس کا حق حاصل ہو گیا اور اب وہ غیر ملکیوں کو شہریت کے حقوق عطا کر سکتی ہے۔

ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی شہریت دوہری (DAUL) ہے۔ یعنی ہر امریکن بیک وقت وفاقی (FEDERAL) حکومت کا بھی شہری ہوتا ہے اور اس ریاست کا بھی۔ لیکن جمہوریہ ہند کی رو سے ہر ہندوستانی صرف انڈین یونین کا شہری ہوتا ہے اور اسے کسی اپنی ریاست کے شہری ہونے کی ضرورت نہیں۔

مشقی سوالات

۱۔ ہندوستانی شہریت کن لوگوں کو حاصل ہو سکتی ہے؟

۲۔ حقوق کون سی جماعت یا حکومت عطا کر سکتی ہے؟

www.taemeernews.com

بنیادی حقوق

(FUNDAMENTAL RIGHTS)

بنیادی حقوق (FUNDAMENTAL RIGHTS) سے مراد یہ ہے کہ حکومت اور قانون بنانے والی جماعت کو مطلق العنان ہونے اور من مانی کرنے سے روکا جائے اور شہری کو آزادیٔ تقریر یا تحریر اظہار رائے کی آزادی اور عمل کی آزادی حاصل ہو اور وہ اس شخصیت کی پوری تعمیر کر سکے۔ یہ اسی وقت ممکن ہے کہ جب اسے انفرادی (INDIVIDUAL) آزادی حاصل ہو وہ اپنی رائے کا آزادی سے اظہار کر سکے۔ آزادی سے سوچ سکے جس سیاسی جماعت میں چاہے شریک ہو سکے جس مذہب کو چاہے اختیار کر سکے، جس پیشہ کو چاہے اختیار کر سکے، جس کام کو چاہے کر سکے۔ اسے سرکاری عہدوں کو حاصل کرنے کا اسے موقعہ حاصل ہو اور وہ حکومت یا حکومت کے افسروں کی بے جا دست اندازی، مداخلت یا زیادتیوں سے محفوظ رہے لیکن ساتھ ہی ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ ان حقوق کا استعمال شہری اس طور سے کریں کہ ملک کو اور سماج کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچے۔ مثلاً اگر بعض شہری نقب زنی یا چوری کا پیشہ اختیار کر لیں۔ تو حکومت کو اس کا پورا حق حاصل ہے کہ ان کو

www.taemeernews.com

یسا نہ کرنے دے کیوں کہ ان پیشوں سے دوسرے شہریوں کو نقصان پہنچتا ہے اور ان کا مال اور جائداد محفوظ نہیں رہ سکتا ۔

دستور نے اس کی کوشش کی ہے کہ تمام شہری انفرادی (INDIVIDUAL) اور جماعتی (COLLECTIVE) دونوں حیثیتوں سے جمہوریت سے پورا پورا فائدہ اٹھائیں ۔ ان کو وہ تمام سہولتیں حاصل ہوں جو ان کی زندگیوں کو بہتر اور کارآمد بناسکیں ۔

دستور کے تیسرے حصے میں بنیادی حقوق کا ذکر کیا گیا ہے ۔ وہ تمام قانون خواہ وہ ریاستی مجلس قانون ساز کے بنائے ہوئے ہوں یا مرکزی ، جو ان حقوق سے کسی طرح بھی متصادم ہوتے ہوں یا ٹکراتے ہوں یا ان میں سے کسی ایک حق کو بھی منسوخ کرتے ہوں ، دستور کی رو سے قطعاً ناجائز ٹھہرتے تھے لیکن دستور میں ترمیم کی رو سے پارلیمنٹ کو اس کا حق حاصل ہو گیا کہ وہ جس حق میں چاہے بذریعہ قانون تبدیلی کر دے ، اسے منسوخ کر دے ۔ اس کے استعمال پر کسی بھی قسم کی پابندی عائد کر دے ۔ اس سے مقصد یہ تھا کہ افراد یا مخصوص گروہ عام سماجی ترقی کی راہ میں رکاوٹ نہ ڈال سکیں ۔

بنیادی حقوق مندرجہ ذیل تھے :

(۱) برابری کا حق (RIGHT TO EQUALITY)

(۲) آزادی کا حق (RIGHT TO FREEDOM)

(۳) مذہبی آزادی (RIGHT TO FREEDOM OF RELIGION)

(۴) تہذیبی اور تعلیمی حقوق (CULTURAL EDUCATIONAL RIGHT)

www.taemeernews.com

۵ جائداد رکھنے کا حق (RIGHT OF PROPERTY)

۶ دستوری داد رسی کا حق (RIGHT TO CONSTITUTIONAL REMEDY)

۷ استحصال کے خلاف حق (RIGHT AGAINST EXPLOITATION)

۱۔ برابری کا حق دستور کی رو سے ہر ہندوستانی سماجی (SOCIAL) اور شہری اعتبار سے برابر ہے۔ مذہب، ذات پات، جنس رنگ یا پیدائش یا ان میں سے کسی ایک کی بھی بنیاد پر مملکت کسی شہری کے خلاف کسی قسم کا کوئی امتیازی (DISCRIMINATARY) سلوک یا برتاؤ نہیں کرسکتی۔ مثلاً کسی ہندوستانی کو اس کے مذہب یا رنگ یا ذات پات کی بنا پر کسی سرکاری ملازمت یا عہدے کے لئے نا قابل یا نا اہل نہیں سمجھا جاسکتا اور نہ اسے ان سے محروم کیا جاسکتا ہے۔ ہر ہندوستانی شہری کو ان ملازمتوں یا عہدوں کو حاصل کرنے کا برابر کا موقعہ حاصل ہے۔ لیکن جن طبقوں یا گروہوں کو سرکاری ملازمتیں بہت کم حاصل ہوں ان کے لئے مرکزی اور ریاستی سرکاریں ملازمتوں کو محفوظ یا مخصوص کرسکتی ہیں۔ چونکہ اچھوتوں اور پسماندہ قبیلوں کا سرکاری ملازمتوں میں بہت کم تناسب ہے اس لئے ان کے لئے سرکاری ملازمتوں کا ایک حصہ محفوظ یا مخصوص کر دیا گیا ہے۔

سماجی برابری کے لئے دوسرا موثر قدم یہ اٹھایا گیا ہے کہ خطابات منسوخ کر دیئے گئے ہیں۔ برٹش گورنمنٹ کے زمانے میں سر، راجہ، نواب، خان بہادر، سردار بہادر، رائے بہادر، شمس العلماء، رائے صاحب، خان صاحب،

www.taemeernews.com

اور معلوم نہیں کتنے خطابات با اثر لوگوں کو دیئے جاتے تھے۔ لیکن اب حکومت کی طرف سے کوئی خطاب نہیں دیا جائے گا اور نہ ہندیونین کا کوئی شہری کسی دوسری اسٹیٹ سے کوئی خطاب قبول کر سکتا ہے۔ اس طرح سے مصنوعی امتیازات کو ختم کر دیا گیا ہے۔ صرف فوجی اور علمی اعزاز اس سے مستثنیٰ ہیں۔ چنانچہ ۱۵؍ اگست اور ۲۶؍ جنوری کے موقعے پر ملک کے ایسے نمایاں افراد کی خدمت کا اعتراف، جنھوں نے علم کی کسی شاخ میں نام پیدا کیا ہو یا ملک کی کوئی نمایاں خدمت انجام دی ہو کیا جاتا ہے اور انھیں بھارت رتن، مہاویر چکر، پدم بھوشن، پدم شری اور علمی اعزاز کے قومی سرٹیفکٹ عطا کئے جاتے ہیں۔ چنانچہ پچھلی تین جنگوں کے بعد فوجی افسروں اور سپاہیوں کو دادِ شجاعت دینے پر مہاویر چکر وغیرہ حکومت کی طرف سے عطا کئے گئے۔ عربی، فارسی اور سنسکرت کے نامور عالموں اور فاضلوں کو قومی اعزاز کے سارٹیفکٹ ہر ۱۵؍ اگست یعنی یوم آزادی کی تقریب کے موقعہ پر دیئے جانے کا اعلان کیا جاتا ہے۔

ہمارے ملک میں سینکڑوں برسوں سے کروڑوں انسانوں کو انسانیت کا درجہ چھوت چھات کی وجہ سے حاصل نہیں تھا جن کی تعداد دستور کے نفاذ سے پہلے چھ کروڑ کے قریب تھی نیچی ذات کے ہندو جنھیں اچھوت یا ہریجن کہا جاتا تھا، شہریت کے ادنیٰ حقوق سے محروم تھے۔ دستور نے چھوت چھات کو منسوخ کر کے بہت بڑا انقلابی قدم اٹھایا اور ہر اعتبار سے درماندہ، زبوں حال اور پسماندہ اچھوتوں کو انسانیت اور شہریت کے مکمل حقوق عطا کئے ہیں اور چھوت چھات کسی بھی شکل میں کرنا جرم قرار دیا ہے۔ چنانچہ کسی شخص کو چھوت چھات کی بنا پر کسی مکان، کسی ہوٹل

www.taemeernews.com

یا ریسٹورنٹ یا عام تفریح کی جگہوں پر جانے ۔ کنویں، تالاب، نہانے کے گھاٹ، سڑک اور ان تمام جگہوں کے استعمال سے جو اسٹیٹ کی ہیں یا جو عام چندے سے چلائی جاتی ہیں، کے استعمال سے نہیں روکا جا سکتا۔ چھوت چھات کی منسوخی سے ہندوستان کی سماجی زندگی میں ایک نئے اور اہم باب کا آغاز ہوا ہے۔ مرکزی حکومت اور ہر ریاستی حکومت کی وزارت میں اچھوتوں کے نمایندوں کو جگہ دی گئی ہے۔ چنانچہ مرکزی کابینہ میں بابو جگجیون رام ایک طویل مدت تک وزیر رہے۔ اور کانگریس کے ایک سابق صدر مسٹر ڈی. سنجیوا ابھی اچھوت تھے۔ آزادی کے بعد پہلے وزیر قانون مشہور اچھوت لیڈر ڈاکٹر امبیدکر تھے۔

۲۔ آزادی کا حق (RIGHT OF FREEDOM)

دستور جملہ شہریوں کو آزادی تقریر، آزادی تحریر اور آزادی رائے کا حق (FREEDOM OF SPEECH AND EXPRESSION) پُرامن طریقوں سے بغیر ہتھیاروں کے جمع ہونے کا حق (RIGHT TO ASSEMBLE WITHOUT ARMS)، انجمن بنانے کا حق یعنی کسی سیاسی جماعت یا انجمن میں شامل ہونے یا شریک ہونے کا حق، آزادی سے چلنے پھرنے کا حق، ملک کے کسی بھی حصے میں سکونت اختیار کرنے کا حق سوائے فوجی لحاظ سے اہم سرحدی علاقوں کے، جائداد حاصل کرنے، اس پر قبضہ رکھنے اور اس کے علٰحدہ کرنے اور فروخت کرنے کا حق (RIGHT TO HOLD AND DISPOSE OF PROPERTY) کسی پیشے کو اختیار کرنے کا حق یا کسی سم کے کاروبار، تجارت کرنے کا حق عطا کرتا ہے۔ لیکن ان حقوق کا کوئی حصہ اسٹیٹ کو کسی ایسے قانون کے بنانے سے

www.taemeernews.com

نہیں روک سکتا کہ جس کا تعلق تحریری یا زبانی توہین یا ہتک عزت سے ہو یا کسی ایسے مسئلے سے جو اخلاق اور تہذیب کے منافی ہو یا جو اسٹیٹ کی یا ملک کی بنیاد کو کمزور کرنے کا باعث ہو یا جس سے دوسری مملکتوں کے درمیان دوستانہ تعلقات پر خراب اثر پڑتا ہو یا عدالتوں کی توہین ہوتی ہو یا کسی جرم کے ارتکاب کی ترغیب ہوتی ہو یا جس سے ملک کی سالمیت اور اقتدار اعلیٰ کو کسی قسم کا نقصان پہنچتا ہو۔ ۴۲ ویں دستوری ترمیم کی رو سے پارلیمنٹ کو اس کا بھی حق حاصل ہے کہ وہ ملک اور قوم دشمن انجمنوں کی سرگرمیوں کو روکنے کے لئے ضروری قانون پاس کرسکتی ہے۔ امن عامہ اور بہبود عامہ کے پیش نظر ریاستی اور مرکزی حکومتیں ان آزادیوں کے استعمال پر مناسب پابندیاں لگاسکتی ہیں۔

۱۹۵۱ئہ میں پارلیمنٹ نے دستور میں اس مضمون کی ترمیم منظور کی۔ ریاستی اور مرکزی حکومتیں ایسے قانون بھی بناسکتی ہیں کہ جن میں یہ تجویز کیا گیا ہو کہ کسی پیشے، روزگار یا کاروبار کرنے کے لئے کس قسم کی پیشہ ورانہ یا فنی (TECHNICAL) قابلیت کی ضرورت ہوگی۔ ایسے پیشوں پر پابندیاں لگائی جاسکتی ہیں کہ جن سے عام لوگوں کا نقصان ہو رہا ہو مثلاً نقلی دوائیں بیچنے پر۔

انفرادی یا شخصی آزادی کا تحفظ دستور کی متعدد دفعوں کے ذریعے کیا گیا ہے۔ قانون شکنی کرنے یا قانون کی خلاف ورزی کرنے پر کسی شخص کو صرف اسی صورت میں سزا دی جاسکتی ہے کہ وہ الزام جو اس پر لگایا گیا ہو قانون کی نگاہ میں جرم ہو۔ سزا اس سے زیادہ نہیں دی جاسکتی جو قانون کے بموجب اس وقت دی جاسکتی ہو کہ جب اس شخص سے وہ جرم سرزد ہوا تھا۔

www.taemeernews.com

کسی شخص کو ایک جرم کرنے پر ایک دفعہ سے زیادہ سزا نہ دی جائے گی اور نہ کسی ملزم کو اپنے خلاف شہادت دینے پر مجبور کیا جائے گا۔

ہر شہری قانون کی نگاہ میں برابر ہے۔ اس کو اس کی آزادی یا جان سے قانون کے ذریعے مقرر کئے ہوئے ضابطے ہی کے بموجب محروم کیا جا سکتا ہے۔ یعنی کسی شخص کو بغیر مقدمہ چلائے ہوئے اور صفائی کا موقعہ دیئے ہوئے کسی قسم کی سزا نہیں دی جا سکتی۔ کسی کو غیر معینہ مدّت کے لئے نظر بند نہیں کیا جا سکتا۔ گرفتاری اور نظر بندی (DETENTION) کی صورت میں جس قدر جلد ہو سکے گا قیدی یا نظر بند کو اس کی گرفتاری یا نظر بندی کی وجہ بتائی جائے گی اور ۲۴ گھنٹے کے اندر اسے کسی مجسٹریٹ کی عدالت میں پیش کیا جائے گا۔ اسے وکیلوں سے مشورہ کرنے کا، قانونی چارہ جوئی کرنے اور اپنی صفائی میں جواب دہی کرنے کا پورا پورا حق حاصل ہے۔ کسی شخص کو تین مہینے سے زیادہ نظر بند نہیں رکھا جا سکتا بجز اس کے کہ مشاورتی بورڈ (ADVISORY BOARD) نظر بندی کی مدّت میں توسیع کرے۔ اس بورڈ کے ممبر وہی لوگ ہو سکتے ہیں جو ہائی کورٹ کے جج ہونے یا بننے کی شرطیں (QUALIFICATION) پوری کرتے ہوں۔

جو لوگ ملک دشمن ہوں یا جن کی غداری یا ملک دشمن سرگرمیاں ثابت ہو چکی ہوں، ان کو یہ حق حاصل نہیں ہوگا کیوں کہ ملک یا اسٹیٹ کی وفاداری ہر شہری کے لئے شرط اوّل ہے۔ جون ۱۹۷۵ء میں ایمرجنسی کے نفاذ کے بعد جو لوگ قابلِ اعتراض سیاسی سرگرمیوں کی وجہ سے نظر بند کئے گئے ان کو یہ حق نہیں دیا گیا کہ وہ اپنی نظر بندی کو چیلنج کر سکیں۔ لیکن دستور کی ۴۴ ویں ترمیم کی رو سے

www.taemeernews.com

کسی بھی شہری کو زیادہ سے زیادہ دو مہینے تک نظر بند رکھا جاسکتا ہے۔ اس سے زیادہ کی مدت کے لئے نظر بند رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ مشاورتی بورڈ کی منظوری لے لی گئی ہو۔

سارے ملک میں تجارت یا کاروبار کرنے اور ایک دوسرے سے میل جول رکھنے کی پوری آزادی حاصل ہے لیکن انسانوں کو بیچنے یا خریدنے کا حق کسی کو بھی حاصل نہیں۔ علیٰ ہذا بیگار اور کسی طرح کی بھی جبری خدمت (FORCED LABOUR) کی تمام صورتوں کو بھی دستور نے ممنوع قرار دیا ہے۔ لیکن مملکت کو اس کا حق حاصل ہے کہ مفاد عامہ کے لئے شہریوں سے جبری خدمت لے لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس بارے میں کسی قسم کا کوئی امتیازی سلوک مذہب، جنس، ذات، نسل یا طبقے کی بنا پر نہ کرے۔

بچوں سے کسی کارخانے یا کان میں کام نہیں لیا جاسکتا اور نہ ان کو کسی دوسرے خطرے کے کاموں پر لگایا جاسکتا ہے اس لئے کہ ایسا کرنے سے ملک کی آیندہ نسل ناکارہ اور بیکار ہو جائے گی اور بالکل ان پڑھ رہے گی اور اس سے ملک کو بے پناہ نقصان پہنچے گا۔

۴۔ مذہبی آزادی کا حق (RIGHT TO FREEDOM OF RELIGION)

ہمارا ملک ایک مذہبی ملک ہے یعنی یہاں کے باشندے مذہبی ہیں۔ اور اپنی روزمرہ کی زندگی مذہب کے قوانین اور تعلیمات کے مطابق گزارتے ہیں۔ اس میں کھانا پینا، شادی بیاہ اور موت کی رسمیں آجاتی ہیں۔ وراثت،

www.taemeernews.com

ترکے اور طلاق کے مسئلے مذہبی تعلیمات کے مطابق طے کئے جاتے ہیں۔ مختلف مذہبوں کے ماننے والے مذہبی مراسم بجالاتے ہیں۔ مذہبی تقریبات مناتے ہیں۔ مذہبی جلوس نکالتے ہیں اور مذہبی اجتماعات کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ مختلف مذہبوں کے ماننے والے اس ملک میں آج سے نہیں سینکڑوں برسوں سے رہتے چلے آئے ہیں اور اس ملک میں یہ کبھی نہیں ہوا ہے کہ دوسروں کو مذہبی آزادی نہ حاصل رہی ہو۔ اس لئے ضروری تھا کہ اس ملک کے دستور میں مذہب کی اہمیت کا پورا اعتراف کیا جائے اور اس کے شہریوں کو مذہبی آزادی حاصل ہو۔ لیکن مملکت کا کوئی مذہب نہیں ہے اس لئے ہندیونین کو سیکولر یا غیر مذہبی جمہوریہ کہا جاتا ہے۔ یہ ہر مذہب کا احترام کرے گی اور مذہب کی بنیاد پر کسی قسم کا کوئی امتیازی سلوک نہیں کرے گی۔ دستور کی ۴۲ ویں ترمیم کی رو سے دستور PREAMBLE میں اسے سیکولر اسٹیٹ کہا گیا ہے۔ چنانچہ دستور امن عامہ (PUBLIC PEACE)، اخلاق عامہ (PUBLIC MORALITY) اور صحت عامہ کا لحاظ رکھتے ہوئے ہر شہری کو بے روک ٹوک اور بنا کسی قسم کی پابندی کے کسی بھی مذہب کو ماننے یا اس پر عمل کرنے اور اس کی تبلیغ کرنے یا پھیلانے کا حق عطا کرتا ہے سکھوں کو کرپان باندھنے اور اسے لے کر چلنے کا حق دیا گیا ہے اس لئے کہ یہ ان کے مذہب میں داخل ہے۔

ہر مذہب یعنی ہر ملت کے ماننے والوں کو اس کا حق دیا گیا ہے کہ وہ امور خیر اور مذہبی کاموں کے لئے ادارے اور انجمنیں قائم کرے۔ اپنے مذہبی معاملوں اور مسئلوں کا خود انتظام کرے۔ اپنی عبادت گاہوں کا انتظام کرے اور اس غرض کے لئے منقولہ اور غیر منقولہ جائداد کا مالک ہو اور اس کا انتظام کرے لیکن کسی شخص

www.taemeernews.com

کو ایسے ٹیکس یا چندہ ادا کرنے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا کہ جو کسی مذہب یا مذہبی فرقے کی تبلیغ اور ترویج یا ترقی پر خرچ کیا جائے۔ حکومت صرف سرکاری روپے سے چلائے جانے والی یا سرکاری انتظام کے ماتحت تعلیمی اداروں پر مذہبی تعلیم دلانے کا انتظام نہیں کرے گی۔ حکومت کی طرف سے تسلیم شدہ (RECOGNIZED) اور امداد پانے والے (AIDED) تعلیمی ادارہ میں کسی طالب علم کو مذہبی تعلیم حاصل کرنے یا عبادت کرنے یا مذہبی تقریب میں شرکت کرنے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ چنانچہ اس کے پیش نظر مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ ایکٹ میں ۱۹۵۱ء میں ترمیم کی گئی اور دینیات یا مذہبی تعلیم لازمی نہیں رکھی گئی۔ ۱۹۵۱ء کے ترمیمی ایکٹ نے یونیورسٹی کا اقلیتی کردار تسلیم کیا اور یونیورسٹی کورٹ کو یونیورسٹی کی بالادست جماعت کی حیثیت دی۔ لیکن دستور کی رو سے کوئی ملت اپنے ہم مذہب طالب علموں کے لیے تعلیمی اداروں میں تعلیمی اوقات سے خارج یا باہر اوقات میں مذہبی تعلیم کا انتظام کر سکتی ہے یعنی ان وقتوں میں مذہبی تعلیم دی جا سکتی ہے اور مذہبی تعلیم دینے کے لئے درس گاہیں اور ادارے قائم کر سکتی ہے چنانچہ ہندوستانی مسلمانوں کے مشہور مذہبی مدرسے دارالعلوم دیوبند جو ایشیا میں مسلمانوں کی سب سے بڑی مذہبی درس گاہ ہے، دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ اور مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور بڑی آب و تاب کے ساتھ چل رہے ہیں۔ ان کے علاوہ سارے ملک میں سینکڑوں بلکہ ہزاروں مذہبی مدارس قائم ہیں۔ اکثر ریاستوں میں دینی تعلیمی کونسلیں قائم ہیں۔ جمعیتہ العلماء ہند کے دینی تعلیمی بورڈ کے زیر اہتمام ہزارہا ہزار ملک میں دینی مکاتب قائم ہیں اور اتر پردیش کی دینی تعلیمی کونسل کی کوششوں سے مذہبی مکاتب سینکڑوں کی تعداد میں پوری ریاست میں قائم ہیں۔

www.taemeernews.com

۴۔ تہذیبی اور تعلیمی حقوق (CULTURAL & EDUCATIONAL RIGHT)

اقلیتوں کو اس کا پورا حق حاصل ہے کہ وہ اپنے کلچر، تمدن، تہذیب، زبان اور رسم الخط کو برقرار رکھیں اور ترقی دیں۔ ساتھ ہی ساتھ ان کو اس کا بھی حق حاصل ہے کہ وہ جس طرح کی تعلیم گاہیں چاہیں قائم کریں اور ان کا انتظام کریں۔ ایسے تعلیمی اداروں یا تعلیم گاہوں کو مدد دینے میں حکومت کسی قسم کی کوتاہی یا کمی اس وجہ سے نہیں کرے گی کہ وہ کسی اقلیت کے زیر نگرانی یا انتظام میں ہیں۔ چنانچہ مسلم یونیورسٹی اور دوسرے مسلم تعلیمی اداروں کو مرکزی یا ریاستی حکومتیں مالی امداد دیتی ہیں۔ مسلم یونی ورسٹی کو کئی کروڑ کی گرانٹ مرکزی حکومت سے ملتی ہے اور غیر مستقل گرانٹ بھی مختلف تعلیمی اسکیموں کو عملی جامہ پہنانے کے لئے اور عمارتوں کی تعمیر کے لئے ملتی رہتی ہے۔

اقلیتی فرقے کے کسی بھی فرد کو کسی سرکاری تعلیمی ادارے یا سرکار کی طرف سے تسلیم شدہ (RECOGNIZED) ادارے میں اس وجہ سے داخل ہونے سے نہ روکا جائے گا کہ اس کا تعلق کسی اقلیت سے ہے۔ بالفاظ دیگر تعلیمی اداروں کے دروازے کسی ملت یا فرقے کے افراد پر بند نہیں کئے جا سکتے۔

ہر اقلیت کو اس کا پورا پورا حق حاصل ہے کہ وہ اپنی زبان، رسم الخط اور اس کے تحفظ اور بقا کے لئے انجمنیں اور ادارے قائم کرے اور ان حقوق کو حکومت سے منوائے۔ چنانچہ بہار میں اردو والوں کے اس مطالبے کو بہار حکومت نے نومبر ۱۹۸۰ء میں تسلیم کر لیا کہ اسے بہار کی دوسری سرکاری زبان کا درجہ دیا جائے۔ لیکن

www.taemeernews.com

یو. پی. میں اب تک اسے وہ درجہ حاصل نہیں ہو سکا۔ اس کے لئے اردو کے سارے ہمدرد سرگرم عمل ہیں۔

۵. جائداد کے متعلق حق یا جائداد رکھنے کا حق

جس وقت دستور بنا تو اس کی رو سے ہر شہری کو جائداد رکھنے، خریدنے، بیچنے اور اس سے ہر طرح سے فائدہ حاصل کرنے کا حق حاصل تھا۔ وہ اپنی جائداد سے صرف قانون ہی کے ذریعے بے دخل یا محروم کیا جاسکتا ہے۔ حکومت کسی بھی جائداد پر خواہ وہ منقولہ ہو یا غیر منقولہ یا کسی کاروباری یا صنعتی کمپنی کی شکل میں ہو یا کسی مل یا فیکٹری کی صورت میں ہو یا اس کی شرکت اور ساجھے داری کی شکل میں ہو، اس وقت تک قبضہ نہیں کرسکتی تھی جب تک کہ قانون قبضہ کرنے کی صورت میں یا تو معاوضہ (COMPENSATION) کی رقم مقرر کردے یا وہ اصول مقرر کردے کہ جن کی رو سے یہ معاوضہ مالکوں کو ادا کیا جاتا۔ صدر جمہوریہ کی منظوری کے بعد کسی جائداد پر جبری قبضہ نہیں کیا جاسکتا تھا۔ کن صورتوں میں اور کب کن جائدادوں پر حکومت قبضہ کرسکتی تھی اور معاوضہ کی شرح کے اصول کیا ہوں یہ سب امور پارلیمنٹ طے کرتی تھی۔ چنانچہ جب پارلیمنٹ نے ہوائی کمپنیوں کو قومیانے (NATIONALIZATION) یا اپنے قبضے میں لینے کا قانون پاس کیا تو ہوائی کمپنیوں کو حکومت نے معاوضہ ادا کیا۔ لیکن ان دفعات یا قوانین کا اثر زمینداروں کے خاتمے کے بلوں پر نہیں پڑا۔

یو۔ پی اسمبلی نے خاتمہ زمینداری کا قانون دستور کے نفاذ کے تقریباً سال بھر بعد پاس کیا اور اسے صدر جمہوریہ کی منظوری کے بعد نافذ کیا گیا۔ زمیندار کی

www.taemeernews.com

نے اس کے خلاف ہائی کورٹ اور اس کے بعد سپریم کورٹ میں اس قانون کے خلاف مقدمہ دائر کیا۔ اس بنا پر کہ اس سے وہ جائداد رکھنے کے بنیادی حقوق سے محروم ہو رہے ہیں۔ سپریم کورٹ کے فیصلے کی روشنی میں جائداد رکھنے کے بنیادی حق میں یہ ترمیم پارلیمنٹ نے پاس کی کہ جائداد پر قبضہ کرنے کے قانون کے خلاف کسی عدالت میں چارہ جوئی نہ کی جاسکے گی۔

چونکہ ملک میں تیزی کے ساتھ اشتراکی سماج قائم کیا جا رہا تھا اس لئے دستور میں ترمیم کی رو سے سپریم کورٹ یا ہائی کورٹ کو یہ حق حاصل نہ رہا کہ وہ حکومت کے کسی جائداد کو لئے جانے کے حق کو چیلنج کرسکے اور نہ اس کے بدلے میں دی جانے والی رقم کے بارے میں سپریم کورٹ میں کسی قسم کی کوئی چارہ جوئی کی جاسکتی ہے۔

اس قسم کے قانون صدر جمہوریہ کی منظوری کے بعد ہی جائز متصور کئے جاسکتے تھے۔ جائدادوں پر ٹیکس لگانے کا حق بھی اسٹیٹ کو حاصل ہے۔ چنانچہ اس کے پیشِ نظر (STATE DUTY) ٹیکس لگایا گیا۔ اور دولت پر بھی دولت ٹیکس (WEALTH TAX) لگایا گیا۔ اسی طرح سے خرچے پر بھی ٹیکس لگایا گیا۔

جب جنتا پارٹی کی حکومت برسرِ اقتدار آئی تو اس نے ایک دستوری ترمیم کے ذریعہ جائداد رکھنے کے حق کو بنیادی حقوق کی فہرست سے خارج کر دیا۔ اب یہ حق صرف عام قانونی حق ہے اور دفعہ ۳۱ کو دفعہ ۳۰۰ الف کی حیثیت سے دستور کے بارہویں حصے کے تیسرے باب میں جگہ دی گئی ہے اور اس کی رو سے کسی شہری کو اس کی جائداد سے صرف قانون ہی کے ذریعہ محروم یا بےدخل

www.taemeernews.com

کیا جا سکتا ہے۔

۶۔ دستوری دادرسی کے بارے میں حق

(RIGHT TO CONSTITUTIONAL REMEDIE)

بنیادی حقوق بالکل بے کار رہیں اگر ان کو منوانے کے لئے شہریوں کے پاس کوئی موثر ذریعہ نہ ہو۔ دستور کی رو سے ان حقوق کو منوانے اور ریاستی یا مرکزی حکومت یا حکومت کے افسروں اور اہلکاروں کی زیادتیوں اور چیرہ دستیوں کو روکنے کے لئے عام شہری سپریم کورٹ اور ہائی کورٹوں میں مناسب طریقوں سے چارہ جوئی کر سکتے ہیں۔ اس سے شہریوں کی آزادی کا تحفظ ہو جاتا ہے اور حکام کی زیادتیوں کا انسداد ہو جاتا ہے۔

جب خاتمہ زمینداری کا قانون یو۔پی۔ مجالس قانون ساز سے پاس ہو گیا اور صدر جمہوریہ نے اس پر اپنی منظوری دے دی تو یو۔پی۔ کے زمینداروں نے پہلے الہ آباد ہائی کورٹ میں اس کے خلاف اس بنا پر مقدمہ دائر کیا کہ یہ دستور اساسی کے خلاف ہے۔ ہائی کورٹ کے مخالفانہ فیصلے کے خلاف انھوں نے سپریم کورٹ میں اپیل دائر کی لیکن وہاں سے بھی فیصلہ زمینداروں ہی کے خلاف ہوا۔

بہار کے خاتمہ زمینداری کے قانون کے خلاف پٹنہ ہائی کورٹ کا یہ فیصلہ ہوا کہ یہ قانون دستور کے خلاف ہے چنانچہ ضروری ترمیمیں کر کے دوسرا قانون بہار کی مجالس ہائے قانون ساز نے پاس کیا۔

جولائی ۱۹۶۹ء میں جب مرکزی حکومت نے بینکوں کو (NATIO..AL ZE)

www.taemeernews.com

یا قومیانے کا فیصلا کیا تو سپریم کورٹ نے اس فیصلے کو دستور کے خلاف قرار دیا اور آخرکار حکومت کو اپنے فیصلے میں تبدیلی کرنی پڑی۔ اس طرح سے جب والیانِ ریاست کے وظیفوں (PRIVY PURSES) کو مرکزی حکومت نے ختم کیا تو اسے بھی سپریم کورٹ نے غلط ٹھہرایا لیکن اب دستور میں تازہ ترین ترمیم کے بعد نجی جائداد کے بارے میں نہ تو ہائی کورٹ میں اور نہ سپریم کورٹ میں پارلیمنٹ کے اختیار کے خلاف کسی قسم کی کوئی قانونی چارہ جوئی کی جاسکتی ہے۔ اس ترمیم کی رو سے اب پارلیمنٹ کو پورا پورا حق حاصل ہے کہ وہ کسی بھی جائداد کے بارے میں قانون بنا سکتی ہے اور اس کے بدلے میں کوئی بھی رقم جائداد کے مالک کو ادا کر سکتی ہے۔ دستور کی ایک دوسری ترمیم کی رو سے سابق والیانِ ریاست کے وظیفوں (PRIVY PURSES) کو ختم کر دیا گیا۔

متعدد کمیونسٹ نظر بندوں نے ریاستی حکومتوں کی نظر بندی (DETEN-TION ORDER) کے خلاف ہائی کورٹ میں اپیل کی اور ہائی کورٹوں نے ان احکام کو غیر آئینی قرار دیا اور ان نظر بندوں کو رہا کر دیا۔ بعض نظر بندوں نے ہائی کورٹ سے اپیل کے خارج ہونے کے بعد سپریم کورٹ میں اپیل کی اور وہاں سے ان کے حق میں فیصلہ ہوا۔ اور وہ رہا کر دیئے گئے۔

۔ بجز ہنگامی صورتِ حال (EMERGENCY) کے کہ جس کا اعلان باضابطہ طور سے کر دیا گیا ہو دستوری دادرسی کا حق معطل نہیں کیا جا سکتا۔ اس حق کی رو سے سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کو HABEAS CORPUS یا پروانہ حاضری ملزم (MANDAMUS) یا پروانہ امر، PROHIBITION یا حکم امتناعی یا پروانہ بسل طلبی

www.taemeernews.com

کے قسم کے احکام جاری کرنے کا حق حاصل ہے۔ ان کے ذریعے عام شہری اپنے بنیادی حقوق کی حفاظت کر سکتے ہیں اور ان کو سزا دلا سکتے ہیں۔ چنانچہ جون ۱۹۷۵ء میں ایمرجنسی کے نفاذ کے بعد شہریوں کے دستور دادرسی کے بنیادی حق کو معطل کر دیا گیا تھا اور اب وہ عدالتوں میں اس حق کے تحت چارہ جوئی نہیں کر سکتے۔ لیکن ۴۴ ویں ترمیم کی رو سے جان اور آزادی کے حقوق کو صدر کے حکم یا فرمان سے معطل نہیں کیا جا سکتا۔ اس ترمیم کی رو سے ہنگامی صورت حال صرف بغاوت رونما ہونے یا کسی بیرونی طاقت کی طرف سے فوج کشی یا حملہ ہونے کی صورت میں نافذ کی جا سکتی ہے۔

دستور نے چند اہم حقوق کو بنیادی حقوق میں شامل نہیں کیا ہے مثلاً شہریوں کو کام یا روزگار حاصل کرنے کا حق (RIGHT TO WORK)، ان کے آرام و آسائش کا حق، بڑھاپے اور بیماری یا معذوری میں حکومت کی طرف سے ان کو پنشن یا مالی امداد ملنے کا حق یا بیماری کی صورت میں کبھی امداد، یا بیماری کی صورت میں مفت طبی امداد۔ یہ بہت بڑی کمی ہے۔

سوویت یونین کے حقوق میں ان حقوق کو بھی بنیادی حقوق مانا گیا ہے۔

اس کے علاوہ مزدوروں کے ہڑتال کرنے کے حق کو بھی بنیادی حق تسلیم نہیں کیا گیا ہے۔

۱۹۷۶ء میں ۴۲ ویں دستوری ترمیم کے ذریعہ دستور میں شہریوں کے فرائض کا اضافہ حصہ چہارم (الف) میں کیا گیا ہے۔

ہند یونین کے ہر شہری کا فرض ہے کہ:

www.taemeernews.com

۱۔ وہ دستور کی پابندی کرے، اس کے اعلیٰ اصولوں اور اس کے تحت قائم کردہ اداروں، قومی جھنڈے اور قومی ترانے کا احترام کرے۔

۲۔ ان تمام اعلیٰ اصولوں پر کاربند رہے جن کے ذریعے سے ہماری آزادی کو جدوجہد کو تقویت پہنچی۔

۳۔ مادرِوطن کے اقتدارِ اعلیٰ، اتحاد اور سالمیت کی پوری پوری حفاظت کرے۔

۴۔ مادرِ وطن کا دفاع کرے اور جب کبھی ضرورت پیش آجائے فوجی خدمات انجام دے۔

۵۔ بلاتفریق تخصیص مذہب و ملت جملہ ہندوستانیوں میں میل جول اور برادرانہ جذبے کو پھیلائے اور اس کو تقویت پہنچائے اور ان تمام باتوں کی مذمت کرے جس سے عورتوں کی توہین ہوتی ہو۔

۶۔ اپنے بیش بہا قومی ملے جلے کلچر کی پوری پوری قدر کرنا اور اس کو محفوظ رکھنا۔

۷۔ جنگلوں، دریاؤں، جھیلوں اور جنگلی جانوروں کا تحفظ کرنا۔

۸۔ اپنے میں سائنسی ذہن پیدا کرنا، انسان دوستی، اصلاح اور کا جذبہ پیدا کرنا۔

۹۔ پبلک PROPERTY کی حفاظت کرنا اور تشدد سے باز رہنا۔

۱۰۔ جملہ انفرادی اور سماجی سرگرمیوں میں اس کا لحاظ رکھنا کہ ملک ترقی کرے اور سربلند ہو۔

www.taemeernews.com

مشقی سوالات

۱۔ جمہوریہ ہند کے دستور کی رو سے اس کے شہریوں کو کون کون سے بنیادی حقوق حاصل ہیں ؟ دستور نے ان کا کس طرح سے تحفظ کیا ہے ؟

۲۔ اقلیتوں کو کون کون سے بنیادی حقوق حاصل ہیں ؟

۳۔ ہندوستان کی پارلیمنٹ ان بنیادی حقوق میں کس حد تک مداخلت کرسکتی ہے ؟

۴۔ مذہبی آزادی اور جائداد کے حق پر مختصر نوٹ لکھئے ۔

www.taemeernews.com

مملکتی پالیسی کی رہنمائی کے اصول

(DIRECTIVE PRINCIPLES OF STATE POLICY)

اسٹیٹ یعنی مرکزی اور ریاستی حکومتوں کی پالیسی کی رہنمائی کے لئے اصول جمہوریہ ہند کے دستور کی امتیازی خصوصیت ہے۔ اس کی مثال صرف آئرستان EIRE LAND کے دستور اساسی میں ملتی ہے۔ ان اصولوں کے ذریعے حکومت اور عوام کے باہمی تعلقات کو معین کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور اس کی ہدایت کی گئی ہے کہ قانون بنانے والی جماعتیں اور انتظامیہ کس طرح اپنے اختیارات کا استعمال کریں۔

ان اصولوں کی دستور میں اس لئے بھی ضرورت تھی کہ ہندوستان میں پہلی بار جمہوری حکومت قائم کی گئی تھی اور اس امکان کو نظر میں رکھا گیا تھا کہ ہو سکتا ہے کہ کسی ریاست میں کسی پارٹی کی حکومت ہو اور کسی میں اس کے بالکل مخالف خیالات رکھنے والی پارٹی کی اور مرکز میں کسی اور کے ہاتھ میں اقتدار ہو۔ چنانچہ سب سے پہلے ۱۹۵۷ء میں کیرالا میں کمیونسٹ پارٹی کی حکومت قائم ہوئی اور اس کے بعد ۱۹۶۷ء کے الیکشن میں سارے شمالی ہندوستان میں الیکشن کے

www.taemeernews.com

بعد بجز آسام کے ہر جگہ غیر کانگریس مخلوط حکومتیں بنیں۔ جنوب میں مدراس اور کیرالہ میں علی الترتیب دراوڑی غلبے کی علمبردار پارٹی ڈی۔ ایم۔ کے۔ اور کمیونسٹ پارٹی مارکسسٹ برسرِ اقتدار آئی۔ اڑیسہ میں سوتنتر پارٹی یعنی زمینداروں اور راجاؤں اور مہاراجاؤں کی پارٹی کی وزارت بنی۔ پنجاب میں اکالی دل کی وزارت بنی اور ۱۹۶۹ء کے الیکشن کے بعد بھی متعدد ریاستوں میں غیر مشترک مخلوط غیر کانگریسی حکومتیں کچھ عرصے تک قائم رہیں لیکن مرکز میں کانگریس ہی کی حکومت رہی۔ ان غیر کانگریسی جماعتوں کے طریقے کانگریس حکومت سے مختلف تھے۔ کیوں کہ بہت سے مسئلوں میں یہ جماعتیں کانگریس کی پالیسیوں کی مخالف تھیں۔ اور پھر ۱۹۷۷ء میں لوک سبھا کے انتخابات کے بعد مرکز میں جنتا اور پھر جون ۱۹۷۷ء میں سارے شمالی ہندوستان میں بجز کشمیر اور بنگال اور شمال مشرقی چھوٹی چھوٹی ریاستوں کے ہر ریاست میں جنتا پارٹی کی حکومت برسرِ اقتدار آئی۔ یہ حکومتیں کانگریس حکومتوں کی بالکل ہی مخالف پالیسیوں پر گامزن ہوئیں۔

اس صورتِ حال کے پیشِ نظر ضروری تھا کہ حکومتوں کی رہنمائی کے لئے اصول بنا دیئے جائیں تاکہ ان کی روشنی میں ریاستی حکومتیں اپنی پالیسی بنائیں۔ اگرچہ ضروری ہے کہ ان اصولوں کی پشت پر کوئی قانونی قوت نہیں کیوں کہ انھیں منوانے کے لئے قانونی چارہ جوئی نہیں کی جا سکتی۔ یا اگر کوئی ریاستی حکومت یا خود مرکزی حکومت ان میں سے کسی اصول پر عمل نہ کرے تو ہائی کورٹ یا سپریم کورٹ کے فیصلے کے ذریعے اسے اس پر مجبور نہیں کیا جا سکتا کہ وہ فلاں اصول پر عمل ضرور کرے۔

www.taemeernews.com

لیکن مارچ ۱۹۷۱ء کے لوک سبھا کے الیکشن کے بعد سے کانگریسیوں کی خاصی تعداد کا خیال ہے کہ ان اصولوں پر عمل درآمد کیا جائے چنانچہ اس مقصد کے پیش نظر دستور میں ترمیم کی گئی اور ۴۲ ویں ترمیم کی رو سے پارلیمنٹ کو اس کا پورا پورا حق حاصل ہوگیا کہ وہ بنیادی حقوق میں جب چاہے ترمیم کر سکتی ہے اور اس کے ساتھ اس کا بھی فیصلہ ہوگیا کہ اس ملک میں پارلیمنٹ نہ کہ سپریم کورٹ بالادست جماعت ہے کیونکہ یہ عوام کی نمایندگی کرتی ہے۔ بعد میں سپریم کورٹ نے یہ فیصلہ دیا کہ پارلیمنٹ دستور کے بنیادی ڈھانچے کو نہیں بدل سکتی۔

۱۹۷۱ء میں دستور کی ۲۵ ترمیم نے دستور میں ایک نئی دفعہ ۳۱ کا اضافہ کیا گیا جس میں یہ کہا گیا کہ اگر ان اصولوں کو عملی جامہ پہنانے سے بنیادی حقوق سلب ہوں یا ان پر کسی قسم کی پابندی عائد ہوتی ہو تو وہ خلاف دستور نہیں ٹھہرائے جا سکتے۔ بالفاظ دیگر اب ان اصولوں کو بنیادی حقوق پر بالادستی حاصل ہوگی۔ اب ۴۲ ویں ترمیم کے ذریعہ دفعہ ۳۱ ہی میں ترمیم کی گئی اور اس کا دائرہ وسیع کیا گیا تاکہ اس کے ذریعہ ملکی پالیسی کی رہنمائی کے جملہ اصولوں کو عملی جامہ پہنایا جا سکے۔ اس طرح سے بنیادی حقوق کی اہمیت کم ہوگی لیکن جنتا دور حکومت میں ان اصولوں کو زیادہ اہمیت نہیں دی گئی۔

۴۲ ویں ترمیم نے حسب ذیل تین اصولوں کا اضافہ ان اصولوں میں کیا:

(۱) سب کے ساتھ یکساں انصاف ہوگا۔ اور قانونی امداد مفت ہوگی۔

(۲) صنعتوں کے انتظام میں مزدوروں کی شرکت۔

(۳) جنگلوں اور جنگلی جانوروں کا تحفظ۔

www.taemeernews.com

بعض انتہا پسند کانگریسیوں کا خیال ہے کہ ملک میں اشتراکی سماج اس وقت قائم ہو سکتا ہے کہ مملکتی پالیسی کی رہنمائی کے اصول پر عمل ہو اور ان کو عدالتوں کے ذریعے نافذ کیا جائے۔ ان کا کہنا ہے کہ ملک اس وقت تک پسماندہ رہے گا جب تک کہ مملکتی پالیسی کی رہنمائی کے سارے اصولوں پر عمل نہ ہو۔

ان اصولوں کے ماتحت پہلی شرط یہ ہے کہ ملک میں جمہوریت نہ صرف سیاسی ہو بلکہ معاشی (ECONOMIC) بھی ہو اور ہر حکومت کا خواہ وہ ریاستی ہو یا مرکزی فرض اولین ہے کہ اس قسم کے جمہوری (DEMOCRATIC) ڈھانچے کو قائم کرنے کی پوری کوشش کرے اور اس کا فرض ہے کہ قانون بناتے وقت سب سے زیادہ پیش نظر رکھے۔ سب لوگوں کے فلاح اور بہبود کے لئے سرگرم عمل رہے اور جہاں تک ممکن ہو سکے ایسا سماجی نظام قائم کرنے کی کوشش کرے کہ جس میں سماجی، سیاسی اور معاشی انصاف نمایاں ہو۔ بہت زیادہ امیری اور غریبی کا فرق نہ ہو۔

لیکن دستور کے بناتے وقت ان اصولوں میں اس کا ذکر کسی بھی جگہ نہیں ہے کہ معاشی جمہوریت کس طرح قائم ہوگی یعنی دولت کی مساوی یا منصفانہ تقسیم کیسے ہوگی اور اس کے حصول کے کیا ذریعے یا طریقے ہوں گے۔ یہ اصول صرف ایسے نمونے پیش کرتے ہیں کہ جن پر عمل درآمد کرنے سے ایک منظم سماج کی بنیاد قائم ہو سکتی ہے۔

اسٹیٹ، جن سے مرکزی اور ریاستی دونوں حکومتیں اپنی پالیسی چلانے کے لئے مندرجہ ذیل مقاصد کو حاصل کرنے کی خاص طور سے کوشش کریں گی۔

(۱) تمام شہریوں کو یکساں طور پر روزی اور معاش کے ایسے وسیلے اور ذریعے

www.taemeernews.com

حاصل ہوں کہ وہ اپنی ضرورتیں پوری کر سکیں۔

(۲) ملک کے قدرتی ذرائع و دولت اور وسیلوں کی ملکیت اور ان پر اختیار اس طرح سے تقسیم ہوں کہ وہ بہترین طریقے سے سب کی بھلائی کا ذریعہ بن سکیں۔ یعنی مٹھی بھر سرمایہ داروں کے قبضے میں ملک کی ساری دولت اور اس کے ذرائع نہ ہوں۔

(۳) ملک کی معاشی تنظیم اس طرح سے کی جائے کہ دولت اور پیداوار کے ذریعوں پر اختیار چند آدمیوں کے ہاتھ میں نہ رہے اور عام لوگوں کے مفاد کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچنے پائے۔

(۴) مردوں اور عورتوں کو ایک سے کام کرنے کی ایک سی اجرت ملے۔ یعنی عورتوں کو کم اجرت نہ ملے۔

(۵) کام کرنے والے مردوں اور عورتوں کی قوت، تندرستی اور بچوں کی کم عمری یا کم سنی سے بے جا فائدہ نہ اٹھایا جائے۔ اس سے منشا یہ ہے کہ مل مالکوں اور سرمایہ داروں کو اس کا موقعہ نہ حاصل ہو کہ وہ کم مزدوری دے کر کارخانوں میں مزدوروں سے کام لیں اور زیادہ سے زیادہ منافع حاصل کریں۔ معاشی ضرورتوں سے مجبور ہو کر شہری ایسے پیشے نہ اختیار کریں جو ان کی عمر یا قوت کے لحاظ سے ان کے لئے ضرر رساں ہو۔ مثلاً زیادہ عمر والے افراد سخت محنت کا کام کرنے پر مجبور رہوں۔

(۶) بچوں اور کم سنوں کو نفع کمانے کا ذریعہ بننے اور اخلاقی اور مادی بے چارگی سے بچایا جائے۔

www.taemeernews.com

(۷) ہر شہری کو ابتدائی تعلیم مفت دی جائے اور اسٹیٹ اس کی کوشش کرے کہ دستور کے نافذ ہونے کے دس سال کے اندر ملک بھر میں چودہ سال کی عمر تک کے بچوں کے لئے مفت اور لازمی (FREE AND COMPULSORY) تعلیم کا انتظام ہو لیکن دستور کے نفاذ کے ۳۱ برس بعد بھی سارے ملک میں ایسا نہ ہو سکا۔ بعض ریاستی حکومتوں نے ضرور اس قسم کے قدم اٹھائے۔ مثلاً کشمیر اور پنجاب۔ لیکن یو۔ پی جو آبادی کے لحاظ سے ملک کی سب سے بڑی ریاست ہے اس لحاظ سے ابھی بہت پیچھے ہے اور بہت ہی زیادہ پسماندہ ہے اور اس نے اب تک اس بارے میں کوئی قدم نہیں اٹھایا۔

(۸) معاشی حالات جس حد تک اجازت دیں اس کا انتظام کیا جائے کہ کام کرنے یا روزگار پانے اور تعلیم پانے کا حق ہر شہری کو حاصل ہو۔ بے روزگاری جسمانی معذوری، مسلسل یا مستقل بیماری، بڑھاپے اور ناگہانی حالتوں کے موقعوں پر سرکار کی طرف سے طبی امداد (MEDICAL AID) کا انتظام ہو۔ روزگار کی شرطوں میں رحم دلی اور انصاف کا لحاظ رکھا جائے۔ زچگی یا ولادت کے موقع پر سرکار کی طرف سے طبی امداد کا انتظام ہو۔ مزدوروں کو کم سے کم گزارے بھر کی اجرت ضرور ملے۔ ان کے لئے کام کرنے یا روزگار کی شرطیں ایسی ہوں کہ وہ اپنی زندگی کا معیار اونچا کر سکیں اور زندگی میں ان کو دلچسپی ہو۔ سماجی اور کلچرل دلچسپیوں سے پورا لطف اٹھا سکیں۔ تفریحوں میں حصہ لے سکیں۔ ان باتوں کے لئے ضروری قانون بنائے جائیں۔

یو۔ پی۔ میں نادار، ضعیف العمر اشخاص کی پنشن حکومت کی طرف

www.taemeernews.com

سے مقرر کی گئی ہے اور بتدریج اس کی رقم میں اور اس کے پانے والوں کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے لیکن یہ تعداد بہت ہی کم ہے۔

مزدوروں کے لئے بذریعہ قانون کم سے کم اجرت کے قانون پاس کئے گئے ہیں۔ اور ان کو چھٹیاں بھی قانون کے ذریعے سے حاصل ہو گئی ہیں۔ کام کرنے کے وقت بھی قانون نے مقرر کئے ہیں۔

(۹) پس ماندہ اور پچھڑے ہوئے (BACKWARD) طبقوں اور قبیلوں کی تعلیمی، تہذیبی، سماجی اور معاشی بہتری پر خاص زور دیا جائے اور انھیں سماجی بے انصافی (SOCIAL INJUSTICE) اور بے جا نفع کمانے کا ذریعہ نہ بننے دیا جائے یعنی ان کی محنت سے ان کی مجبوریوں اور جہالت اور عام پسماندگی سے دوسرے ناجائز فائدہ نہ اٹھا سکیں۔ چنانچہ ان امور پر غور کرنے اور ان طبقوں اور قبیلوں کی عام حالت سدھارنے کے لئے تجویزیں پیش کرنے کے لئے مرکزی حکومت نے کمیشن مقرر کئے جن کی سفارش پر حکومت کی طرف سے عمل درآمد ہو رہا ہے اور ان قبیلوں اور طبقوں کی خاص دیکھ بھال کے لئے کمشنر مقرر کیا گیا ہے۔

(۱۰) لوگوں کے کھانے پینے اور ان کی زندگی کے عام معیار کو بلند کیا جائے۔ ان کی صحت کی طرف خاص توجہ کی جائے تاکہ لوگوں کی صحت اچھی رہے اور بیماریاں دور ہوں۔ چنانچہ صحت کی بہتری کے لئے مرکزی اور ریاستی حکومتیں بہت خاصی رقم خرچ کر رہی ہیں اور اب ملک میں اسپتالوں کی تعداد پہلے سے زیادہ بڑھ گئی ہے اور علاج معالجے کی سہولتیں بڑھ گئی ہیں۔ پہلے

www.taemeernews.com

گاؤں والوں کو علاج کی غرض سے شہروں میں آنا پڑتا تھا۔ اب دیہی علاقوں میں ڈسپنسریاں قائم ہو چکی ہیں اور معمولی امراض کا دوا علاج قریب کی ڈسپنسریوں میں جانے سے ہو جاتا ہے۔

(۱۱) شراب اور دوسری نشہ آور چیزوں کا استعمال مکمل طور سے بند کیا جائے۔ بعض ریاستی حکومتیں نشہ بندی کی پالیسی پر کاربند ہیں لیکن اب نشہ بندی کی پالیسی کے خلاف آواز اٹھائی جارہی ہے اور بعض ریاستوں میں نشہ بندی کی پالیسی کو ختم کر دیا گیا ہے۔ جن جن ریاستوں میں نشہ بندی کی پالیسی پر عمل بھی ہے، وہ بھی بہت سطحی ہے۔

(۱۲) تمام شہریوں کے لئے ایک مشترک سول (CIVIL) قانون بنایا جائے۔ اس سلسلے میں پہلا قدم ہندو کوڈ ایکٹ ہے جسے پارلیمنٹ نے پاس کیا۔ اس کے ذریعے سے ہندو سوسائٹی کی بہت سی پرانی خرابیوں کو دور کرنے کی کوشش کی۔ لڑکیوں کو باپ کے ترکہ میں حق ملا اور عورتوں کو طلاق لینے کا حق۔

(۱۳) گاؤں پنچایتیں قائم کی جائیں تاکہ ان کے ذریعے گاؤں والے اپنے معاملے خود طے کریں اور ان میں جمہوری جذبہ پیدا ہو۔ چنانچہ اتر پردیش راجستھان اور بعض دوسری ریاستوں میں گاؤں پنچایتیں قائم ہوئیں۔ راجستھان میں پنچایتی راج قائم کیا گیا اور پنچایتوں کو خاصے اختیار دیئے گئے۔

(۱۴) دیہاتوں کی گھریلو صنعتوں (COTTAGE INDUSTRIES) کو

www.taemeernews.com

(CO-OPERATIVE) بنیادوں پر ترقی دینے کی کوشش کی جائے. یعنی ان گھریلو صنعتوں میں کام کرنے مل کر انجمن بنائیں اور اپنے کاروبار کو بڑھائیں۔

(۱۵) زراعت کی ترقی کی طرف خاص توجہ کی جائے۔ چنانچہ ریاستوں میں سرکاری زرعی فارم کھولے گئے جہاں کھیتی جدید طریقوں سے کی گئی۔ اس سے پیداوار میں اضافہ ہوا۔ بجائے پرانے طریقوں کے زراعت پیشہ لوگوں نے کھیتی کے جدید طریقے اپنائے۔ ٹریکٹر اور اچھی قسم کی کھاد استعمال کی جس کی وجہ سے ملک کی زرعی پیداوار میں اضافہ ہوا۔

مویشیوں کی عمدہ اور بہتر افزائش نسل کی خاص کوشش کی جائے۔ گائے اور دوسرے دودھ دینے والے جانوروں کے ذبیحہ (SLAUGHTER) کو روکنے کی کوشش کی جائے کیوں کہ اگر دودھ دینے والے مویشی ذبح ہوتے رہے تو پھر ملک میں مویشیوں کی تعداد کم ہو جائے گی جس کا شہریوں کی صحت پر برا اثر پڑے گا اور زراعت کو زبردست مشکل کا سامنا کرنا پڑے گا کیونکہ کسانوں کی بہت بڑی تعداد اب بھی پرانے طریقے سے کرتی ہے اور جتائی کا کام اب بھی بیلوں سے لیا جاتا ہے۔

(۱۶) اہم قومی اور تاریخی یادگاروں، عمارتوں اور مقاموں کی حفاظت کی جائے اور انھیں قائم اور برقرار رکھا جائے۔ اس مقصد کے پیش نظر مرکزی حکومت کی طرف سے جامع مسجد دہلی اور تاج محل آگرہ کی مرمت کی گئی اور اس پر لاکھوں روپیہ صرف کیا گیا۔

(۱۷) عدلیہ (JUDICIARY) یعنی عدالتوں کو انتظامیہ سے علیحدہ کیا

www.taemeernews.com

کیا جائے تاکہ شہریوں کے ساتھ بہتر انصاف ہو سکے۔ چنانچہ یکم جولائی ۱۹۵۲ء سے مہاراشٹر میں اس پر عمل درآمد شروع ہو گیا اور اب اتر پردیش میں جوڈیشیل مجسٹریٹ مقرر کئے گئے ہیں اور اس طرح سے عدلیہ کو انتظامیہ سے الگ کیا گیا۔

(۱۸) امن عالم کو ترقی دی جائے۔ دوسرے ملکوں سے باعزت اور دوستانہ تعلقات رکھنے کی کوشش کی جائے چنانچہ ہمارے ملک کی خارجہ پالیسی کی بنیاد اس پر رکھی گئی۔ بقائے باہم (CO-EXISTENCE) اور غیر جانبداری یا ناوابستگی (NON-ALIGNMENT) کے اصولوں کو ہماری حکومت نے اپنایا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ہندیونین ہر ملک کی آزادی اور خود مختاری کا احترام کرے گی اور اس کے اندرونی معاملوں میں کسی قسم کی دخل اندازی نہ کرے گی۔ وہ نہ تو سوویٹ بلاک میں شامل ہے اور نہ اینگلو امریکن بلاک میں۔ کوریا کی خانہ جنگی کے موقعہ پر ہندیونین نے مصالحت کی زبردست کوشش کی۔

ہماری حکومت غیر جانب دارانہ اور امن پسندانہ پالیسی پر گامزن ہے۔ بین الملکی سمجھوتوں کی پابندیوں کا لحاظ کیا جائے۔

چونکہ ہمارے ملک نے گاندھی جی کی رہنمائی میں اہنسا یا عدم تشدد (NON-VIOLENCE) کا اصول اختیار کر کے آزادی حاصل کی تھی اس لئے اور بھی جمہوریہ ہند کا فریضہ خصوصی عالمی امن کو قائم رکھنا اور جنگی معاہدوں سے الگ رہنا ہے۔

www.taemeernews.com

مشقی سوالات

۱۔ مملکتی پالیسی کی رہنمائی کے اصول سے کیا مراد ہے۔ انھیں وضاحت سے بیان کیجئے۔

۲۔ مملکتی پالیسی کی رہنمائی کے اصولوں اور بنیادی حقوق میں کیا فرق ہے؟

۳۔ مملکتی پالیسی کی رہنمائی کے اصولوں پر کس حد تک عمل ہوا ہے۔ کیا ان اصولوں پر عمل ممکن ہے؟

www.taemeernews.com

انڈین یونین

(INDIAN UNION)

دستور کی رو سے ہمارا ملک ہندوستان (INDIA) یا بھارت ریاستوں کی ایک یونین ہے۔ یہ یونین ایک با اقتدار عوامی جمہوریہ (SOVEREGN DEMOCRATIC REPUBLIC) ہے۔ کسی بھی ریاست کو اس سے الگ ہونے یا SECEDE ہونے کا حق حاصل نہیں۔ اس طرح سے ملک کے اتحاد کو برقرار رکھا گیا ہے۔

جس وقت دستور کا نفاذ ہوا اس وقت ہند یونین ۲۹ ریاستوں کے مجموعے کا نام تھی۔ ان ریاستوں کی تین قسمیں تھیں (PART "A" STATES، PART "B" STATES اور PART "C" STATES۔

اوّل الذکر کے دستوری حاکم گورنر تھے۔ پارٹ بی کے دستوری حاکم راج پرمکھ اور آخر الذکر کے لفٹننٹ گورنر یا چیف کمشنر تھے لیکن ریاستی تنظیمی کمیشن کی سفارشوں کے مطابق یکم نومبر ۱۹۵۶ء سے پارٹ اے، پارٹ بی اور پارٹ سی کی تفریق ختم کر دی گئی۔ اب ہند یونین حسب ذیل ریاستوں کے مجموعے کا نام ہے۔ (۱) آسام (۲) ناگالینڈ (۳) بنگال (۴) بہار (۵) یو۔پی۔

www.taemeernews.com

(۶) ہریانہ (۷) پنجاب (۸) جموں کشمیر (۹) راجستھان (۱۰) گجرات (۱۱) مدھیہ پردیش (۱۲) اڑیسہ (۱۳) مہاراشٹر (۱۴) آندھرا (۱۵) کرناٹک (۱۶) تامل ناڈو (۱۷) کیرالہ (۱۸) میگھالیہ (۱۹) منی پور (۲۰) تری پورہ (۲۱) ہماچل پردیش (۲۲) سکم (۲۳) میزورم (۲۴) اروناچل پردیش (۲۵) گوا۔ ان کے علاوہ بعض علاقوں کو مرکز کے زیرِ انتظام رکھا گیا ہے۔ ان میں دہلی، پانڈیچری، ڈمن، ڈیو، لکادیپ انڈمان نکوبار اور چنڈی گڑھ ہیں۔ برطانوی دور حکومت میں آبادی کے لحاظ سے ہندوستان کا ایک چوتھائی اور رقبے کے لحاظ سے ایک تہائی حصہ موروثی، مطلق العنان راجاؤں اور مہاراجاؤں کے زیرنگیں تھا۔ ان میں سے زیادہ تر میں جمہوریت یا جمہوری تحریکوں کا گذر تک نہ تھا۔ ان کو ہندوستانی ریاستیں (INDIAN STATES) کہا جاتا تھا۔ ان کے معاہدے انگریزی حکومت سے تھے۔ بعض ریاستوں کے حکمرانوں مثلاً ٹراونکور اور حیدرآباد نے انگریزوں کے ہندوستان چھوڑتے وقت اپنی آزادی اور خود مختاری کا سوال اٹھایا تھا۔ لیکن یہ مسئلہ جو دستوری نقطۂ نگاہ سے نہایت ہی پیچیدہ مسئلہ تھا بڑی خوش اسلوبی سے حل کر دیا گیا۔ ان ریاستوں کو برطانوی ہند کے صوبوں میں ضم (MERGE) کر دیا گیا، مثلاً رامپور کو یو۔پی میں، کوچ بہار کو بنگال میں، اور بڑودہ کو بمبئی میں یا ان کی الگ یونین بنا دی گئی۔ مثلاً کاٹھیاواڑ کی ریاستوں کی یونین سوراشٹر کے نام سے بنائی گئی جو ریاستی تنظیم نو کے بعد گجرات کی ریاست میں شامل کر دی گئی۔ راجپوتانہ ریاستوں کی یونین راجستھان کے نام سے بنائی گئی یا پھر بعض ریاستوں کو ایک الگ وحدت (UNIT) کی حیثیت سے ریاست کی شکل دی گئی۔

www.taemeernews.com

مثلاً کشمیر۔

PART B & C STATES میں بھی ۱۹۵۲ء میں انتخاب ہوا اور پہلی دفعہ عوام نے اپنے نمایندوں کو چنا جنھوں نے وزارتیں سنبھالیں اور مطلق العنان شخصی حکومتیں ختم ہوئیں اور جمہوری حکومتیں قائم ہوگئیں۔ ریاستوں کی اس طرح سے انڈین یونین جمہوری نظام پر وحدتوں کے مجموعے کا نام ہے۔

انگریزوں نے اپنے دور حکومت میں محض انتظامی مصلحتوں اور سہولتوں پر صوبے بنائے۔ ان کی تشکیل میں کسی سائنٹفک اصول کا لحاظ نہیں رکھا گیا تھا۔ دستور کے نفاذ کے بعد اور ریاستوں میں جمہوری حکومتوں کے قیام کے بعد ضرورت محسوس ہوئی کہ صوبوں کی ازسرنو تشکیل کی جائے تاکہ عام لوگوں کے مطالبے بھی پورے ہوجائیں جو مختلف زبانوں کی بنیاد پر الگ ریاستوں کے قیام کا مطالبہ کر رہے تھے۔ چنانچہ مرکزی حکومت نے سر سید فضل علی کی صدارت میں ایک ریاستی تنظیمی (STATES REORGANIZATION) کمیشن مقرر کیا جس نے یہ سفارش کی کہ ریاستوں کی پارٹ اے، پارٹ بی اور پارٹ سی کی تفریق کو ختم کر دیا جائے اور ریاستوں کی تعداد کم کر دی جائے چنانچہ ان سفارشوں کی بنا پر پارلیمنٹ نے ریاستی تنظیمی ایکٹ (STATES REORGANIZATION) پاس کیا۔ بعد میں بمبئی کی ریاستوں کو مہاراشٹر اور گجرات کی ریاستوں میں بانٹ دیا گیا۔ ناگالینڈ کو آسام سے الگ کرکے ایک علیحدہ ریاست بنایا اور ۱۹۶۶ء میں پنجاب کو پنجاب اور ہریانہ کی ریاستوں میں تقسیم کیا گیا۔ اور اس کے بعد ۱۹۷۰ء میں ہماچل پردیش کو ریاست کا درجہ دیا گیا اور اس کے بعد ۱۹۷۱ء میں

www.taemeernews.com

میگھالیہ، منی پور اور تری پورہ کو بھی ریاستوں کا درجہ عطا کیا گیا۔ اور اپریل ۱۹۷۵ء میں دستور کی ۳۶ ویں ترمیم کی رو سے سکم کو ہند یونین کی ۲۲ ویں ریاست قرار دیا گیا۔ اس کے بعد ۱۹۸۶ء کی ترمیموں کی رو سے میزورام اور اروناچل پردیش کو اور ۱۹۸۷ء کی ترمیم کی رو سے گوا کو ریاستوں کا درجہ ملا۔ اب ہند یونین میں ۲۵ ریاستیں اور مندرجہ ذیل مرکز کے زیر انتظام علاقے ہیں :

(۱) دہلی (۲) پانڈی چیری (۳) ڈمن اور ڈیو (۴) لکشادیپ (۵) انڈمان اور نکوبار (۶) چنڈی گڑھ (۷) دادر اور نگر حویلی۔

نئی ریاستوں کی تشکیل، ان کی سرحدوں، ناموں اور رقبوں میں رد و بدل کرنا پارلیمنٹ کے ہاتھ میں ہے۔ لیکن ایسا کرنے سے پہلے صدر جمہوریہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ متعلقہ ریاستوں کی قانون ساز جماعتوں کی رائے معلوم کرے۔

حد بندیوں اور سرحدوں میں تبدیلی انتظامی سہولتوں کی غرض سے کی جائے گی۔

چونکہ جمہوریہ ہند کا دستور وفاقی ہے۔ اس لئے مرکز یا یونین اور ریاستوں کے درمیان اختیارات کی صاف اور واضح تقسیم دستور میں کر دی گئی ہے۔ یونین اور ریاستوں کے باہمی جھگڑوں کا فیصلہ سپریم کورٹ کرے گی۔

ہندوستانی وفاق (FEDERATION) بہت سی باتوں میں ریاستہائے متحدہ امریکہ کے وفاق سے مختلف ہے۔ مثلاً امریکہ میں دہری شہریت ہے یعنی ہر امریکن شہری ریاست ہائے متحدہ کی مرکزی حکومت کا بھی شہری ہے

www.taemeernews.com

اور اس کے ساتھ اپنی وطنی ریاست کا بھی، ہر امریکن ریاست کو اپنی حدود میں رہنے والوں کو شہریت کے حقوق عطا کرنے کا حق حاصل ہے لیکن جمہوریہ ہند کے دستور میں دوہری شہریت (DUAL CITIZENSHIP) کا کوئی وجود نہیں۔ شہریت کا حق صرف مرکزی حکومت ہی عطا کر سکتی ہے۔

دستور کی رو سے ہند یونین میں دو قسم کی حکومتیں ہیں۔ مرکزی یا یونین حکومت اور ریاستی حکومت۔ امریکن دستور اساسی کی رو سے ہر امریکن ریاست اپنا دستور خود بنا سکتی ہے لیکن ہند یونین میں کشمیر کے سوا کسی ریاست کو اپنا دستور بنانے کا حق حاصل نہیں۔

بعض فیڈریشنوں میں دو یا دوہری حکومت ہونے کی وجہ سے قانون بنانے والی جماعتیں (LEGISLATURE) بھی دو قسم کی ہوتی ہیں۔ مرکزی اور ریاستی اور اس وجہ سے انتظامی ملازمتیں (SERVICES) دو قسم کی مرکزی اور ریاستی ہوتی ہیں۔ ان کے ہونے سے بسا اوقات ملک میں انتشار اور افراتفری پھیلنے کا امکان رہتا ہے۔ اس خطرے کو دور کرنے کے لئے ہند یونین کے دستور نے اس طرح سے کوشش کی ہے کہ عدالتوں کا نظام ایک ہی رکھا ہے۔ دیوانی اور فوجداری قوانین میں بنیادی طور سے یکسانیت رکھی ہے۔ آل انڈیا سرکاری ملازمتیں مشترک رکھی ہیں اور اس طرح سے قانون اور انتظامی معاملوں میں اتحاد قائم رکھا ہے۔

وفاقی حکومت کی خاص خرابی یہ ہے کہ اس میں لچک (FLEXIBILITY) نہیں ہوتی۔ اس میں کسی قسم کی تبدیلی کرنی خاصی دشوار ہوتی ہے مگر ہندوستانی

www.taemeernews.com

فیڈریشن اس لحاظ سے دوسرے فیڈریشنوں سے بالکل مختلف اور جداگانہ ہے۔ اس نقص کو اس سے یوں دور کیا گیا ہے کہ ہنگامی یا غیر معمولی صورتِ حال (EMERGENCY) کے رونما ہونے کی صورت میں یہ وحدانی (UNITARY) دستور اساسی کی شکل اختیار کر سکتا ہے اور مرکزی حکومت ریاستی حکومتوں کے جملہ اختیارات اپنے ہاتھ میں لے سکتی ہے۔ فیڈرل یا وفاقی نظام حکومت کا دوسرا نقص بلا ضرورت قانونیت (LEGALISM) ہے۔ ہندوستانی فیڈریشن میں اس خرابی کو اس طرح سے دور کیا گیا ہے کہ پارلیمنٹ کے قانون بنانے کے اختیار کو بہت وسیع کر دیا گیا ہے۔ ۹۷ امور مرکزی قرار دیئے گئے ہیں اور ان کے بارے میں صرف پارلیمنٹ ہی قانون بنا سکتی ہے۔ اس کے علاوہ عام حالات میں قانون سازی کے اس اختیار کو زیادہ وسیع کیا جا سکتا ہے۔

دستور میں ترمیم کرنے کا ضابطہ بھی دوسری فیڈریشنوں کے مقابلے میں نسبتاً زیادہ آسان ہے۔

یونین اور ریاستوں کے باہمی تعلقات

قانون بنانے کے اختیارات کے لحاظ سے حکومت کے جملہ امور دستور میں تین فہرستوں میں تقسیم کئے گئے ہیں :-

(۱) یونین یا مرکزی امور کی فہرست (UNION LIST) یعنی وہ امور کہ جن کے بارے میں پارلیمنٹ قانون بنا سکتی ہے اور جن پر مرکزی حکومت

www.taemeernews.com

کو انتظامی اختیارات حاصل ہیں۔ یعنی ان کے بارے میں جملہ انتظام مرکزی حکومت کرتی ہے۔

(۲) ریاستی امور کی فہرست (STATE LIST) یعنی وہ امور کہ جن کے بارے میں ریاستی مجالس قانون ساز قانون بنا سکتی ہیں اور جن کے بارے میں انتظامی اختیارات ریاستی حکومتوں کو حاصل ہیں۔ یعنی ان کے بارے میں جملہ انتظام ریاستی حکومتیں کرتی ہیں۔

(۳) مشترک امور کی فہرست (CONCURRENT LIST) یعنی وہ امور کہ جن کے بارے میں مرکزی اور ریاستی دونوں قانون بنانے والی جماعتیں قانون بنا سکتی ہیں۔

پارلیمنٹ یونین فہرست میں مندرج امور کے بارے میں قانون بنا سکتی ہے اور ان پر یونین حکومت کو انتظامی اختیارات حاصل ہیں۔ یعنی ان قوانین کو مرکزی حکومت نافذ کرتی ہے اور ان کی خلاف ورزی کرنے پر لوگوں کو سزا دے سکتی ہے۔

ان امور میں اہم امور حسب ذیل ہیں :۔

(۱) انڈین یونین اور اس کے ہر حصے کی حفاظت۔ اس کے ماتحت ہر قسم کی مدافعانہ تیاری اور تمام ایسی باتیں کہ جو زمانہ جنگ میں جنگ کو جاری رکھنے اور جنگ ختم ہونے کے بعد فوجی تخفیف کرنے میں مؤثر ثابت ہوں۔

(۲) بحری (NAVY)، برّی (LAND) اور ہوائی (AIR) طاقت۔

www.taemeernews.com

(۳) فوجی چھاؤنیوں کی حد بندی اور ان علاقوں کی حکومت خود اختیاری۔

(۴) بحری، بری اور ہوائی طاقت کے کام۔

(۵) آتشی اسلحہ جات، بارودی اور پھٹنے والے (EXPLOSIVE) اسلحہ۔

(۶) قوت اور اس کی پیداوار کے لئے ضروری معدنی دولت۔

(۷) امور خارجہ، سفارت خانے، بین الاقوامی (INTERNATIONAL) جماعتوں اور اداروں میں حصہ لینا اور ان میں طے شدہ امور کی تعمیل کرنا۔

(۸) دوسرے ملکوں سے صلح اور معاہدے۔

(۹) جنگ اور صلح کے جملہ امور۔

(۱۰) شہریت۔

(۱۱) غیر ملکیوں کے حقوق اور معاملات۔

(۱۲) بحری ڈاکہ زنی اور دوسرے جرائم۔

(۱۳) ریل، ریل کا کرایہ وغیرہ۔ جہاز رانی، فضائی راستے، ہوائی جہاز اور ہوائی جہاز رانی، ملکی شاہراہیں، بندرگاہیں، ہوائی اڈے، پرواز (AVIATION) کی تعلیم۔

(۱۴) ڈاک، تار، ٹیلی فون، وائرلیس، براڈ کاسٹنگ۔

(۱۵) ہند یونین کی جائدادیں۔

(۱۶) وفاقی پبلک قرضے۔

(۱۷) سکہ (CURRENCY) ٹکسال، غیر ملکی سکے (EXCHANGE) غیر ملکی قرضہ، ریزرو بینک آف انڈیا۔

www.taemeernews.com

(۱۸) غیر ملکی تجارت۔

(۱۹) تجارتی کارپوریشن۔

(۲۰) مرکزی یونیورسٹیاں اور قومی اہمیت کے مشترکہ سائنسی اور فنی (SCIENTIFIC & TECHNICAL) ادارے اور اعلیٰ تعلیم یا ریسرچ اور سائنٹفک اور صنعتی ادارے۔

(۲۱) بینک۔

(۲۲) PATENT ایجاد اور ڈیزائن (DESIGN) کاپی رائٹ اور ٹریڈ مارک۔

(۲۳) معیاری ناپ تول کے بانٹ اور وزن۔

(۲۴) یونین گورنمنٹ کے زیر نگرانی صنعتیں۔

(۲۵) تیل کے علاقے اور معدنیاتی (MINERALOGICAL) پٹرول، کانیں اور معدنیات۔

(۲۶) معدنیات اور تیل کے علاقوں کے بارے میں قانون اور ان میں کام کرنے والوں کے بارے میں قانون۔

(۲۷) نمک اور افیون۔

(۲۸) انکم ٹیکس، اکسائز ڈیوٹی، محصول برآمد۔

(۲۹) آثار قدیمہ کا محکمہ۔

(۳۰) مردم شماری۔

(۳۱) ہندوستان کی ارضی (GEOLOGICAL) نباتاتی اور حیوانی

(۳۲) یونین کی سرکاری ملازمتیں اور یونین پبلک سروس کمیشن۔

www.taemeernews.com

(۳۳) یونین گورنمنٹ کی پنشن ۔
(۳۴) پارلیمنٹ اور ریاستوں کی قانون بنانے والی جماعتوں کے الیکشن، صدر اور نائب صدر جمہوریہ کا الیکشن، الیکشن کمیشن ۔
(۳۵) پارلیمنٹ کے ممبروں، راجیہ سبھا کے چیرمین اور ڈپٹی چیرمین اور لوک سبھا کے اسپیکر اور ڈپٹی اسپیکر کی تنخواہیں اور بھتے ۔
(۳۶) پارلیمنٹ کے ممبروں کے حقوق اور مراعات (PRIVILEGES) اور ان کی تنخواہیں ۔
(۳۷) صدر جمہور اور گورنروں کی تنخواہیں اور بھتے۔ ان کے اختیارات ۔ یونین گورنمنٹ کے وزیروں کی تنخواہیں اور بھتے ۔
(۳۸) یونین اور ریاستوں کی آمدنی وخرچ کی جانچ (AUDIT) ۔
(۳۹) سپریم کورٹ کی تشکیل (COMPOSITION) اور اس کے اختیارات ۔ ہائی کورٹ کے احکام اور عملے کے بارے میں دفعات ۔ ہائی کورٹوں کا طریقہ کار اور تنظیم ۔ ہائی کورٹوں کے حدود، اختیارات ۔
(۴۰) ہندوستان میں تیار یا پیدا ہونے والی تمباکو، افیون، بھنگ اور دوسری نشیلی اور نشہ آور چیزوں پر ٹیکس ۔
(۴۱) افراد اور کمپنیوں کی جائدادوں پر ٹیکس، کارپوریشن ٹیکس ۔
(۴۲) اس فہرست میں مندرج امور میں سے کسی امر کے متعلق ٹیکس ۔
(۴۳) کوئی ایسا مسئلہ جو اسٹیٹ لسٹ اور مشترک لسٹ میں نہ ہو ۔

ریاستی مجالس قانون ساز کو حسب ذیل ۶۶ امور کے بارے میں

www.taemeernews.com

قانون بنانے کا حق حاصل ہے اور ان پر ریاستی حکومتوں کو انتظامی اختیارات حاصل ہیں یعنی ان قوانین کو ریاستی حکومت نافذ کرسکتی ہے اور ان کی خلاف ورزی پر لوگوں کو سزا دے سکتی ہے۔

ان میں اہم امور مندرجہ ذیل ہیں :۔

(۱) ریاست کا امن و امان ، پولیس۔

(۲) جیل خانے۔

(۳) لوکل سلف گورنمنٹ یعنی کارپوریشن ، میونسپل بورڈ ، ڈسٹرکٹ بورڈ ، گاؤں پنچایت ، امپرومنٹ ٹرسٹ کی تنظیم اور ان کے اختیارات۔

(۴) صحت عامہ اور صفائی ، اسپتال اور دوا خانے۔

(۵) نشہ آور چیزوں کی پیداوار اور ان کی برآمد و خرید و فروخت۔

(۶) معذور ، اپاہج اور ناقابل ملازمت افراد اور اشخاص کی امداد۔

(۷) آمد و رفت کے راستے ، کشتی ، پل ، سڑک ، گھاٹ۔

(۸) زراعت اور زراعتی تعلیم ، مویشیوں کی نسل کا تحفظ ، پانی کی فراہمی۔ آبپاشی ، زمین ، زرعی نظام ، لگان کی وصولی۔

(۹) صنعتیں ، گیس اور گیس کے کارخانے۔

(۱۰) اسٹیٹ کی حدود کے اندر تجارت۔

(۱۱) بازار اور میلے۔

(۱۲) تھیٹر ، ڈرامے ، سنیما ، جوا اور بازی لگانا۔

(۱۳) اسٹیٹ کے زیر نگرانی کارخانے اور جائداد۔

www.taemeernews.com

(۱۴) ریاستی مجالس قانون ساز کا الیکشن ، ریاستی مجالس قانون ساز کے ممبروں، اسمبلی کے صدر یا اسپیکر اور ڈپٹی اسپیکر، کونسل کے چیرمین اور ڈپٹی چیرمین کی تنخواہیں اور بھتے ، مجالس قانون ساز کے ممبروں کے اختیارات ، ریاستی وزیروں کی تنخواہیں ۔

(۱۵) ریاستی ملازمتیں اور ریاستی (STATE) پبلک سروس کمیشن ۔

(۱۶) زمین کی مالگذاری ، اس کی وصولی اور تشخیص ، زرعی آمدنی پر ٹیکس، زمین اور مکانوں پر ٹیکس ۔

(۱۷) بجلی کے استعمال یا فروخت پر ٹیکس ، دیگر اشیا کی خرید و فروخت پر ٹیکس ، مویشیوں اور کشتیوں پر ٹیکس ۔

(۱۸) راستوں پر محصول ، جائدادوں ، تجارتوں ، پیشوں اور ملازمتوں پر ٹیکس ، تفریحی اشیا پر ٹیکس ، دستاویزوں پر ٹیکس ۔

(۱۹) اس فہرست میں مندرج کسی امر کے بارے میں قانون کی خلاف ورزی'

دستور میں ایک مشترک فہرست بھی دی گئی ہے جس کے متعلق یونین اور ریاستی دونوں مجالس قانون ساز کو قانون بنانے کا حق حاصل ہے اور اس میں مندرج امور دونوں حکومتوں کے دائرہ اختیار میں ہیں ۔ ان میں اہم امور حسب ذیل ہیں :

(۱) فوجداری کا قانون ، ضابطہ فوجداری ، قیدیوں اور مجرموں کی ایک ریاست سے دوسری ریاست میں منتقلی ۔

(۲) شادی بیاہ ، طلاق ، چھوٹے بچوں کو گود لینا ، وصیت ، منسوخی وصیت'

www.taemeernews.com

جانشینی، مشترک خاندان اور بٹوارہ۔

(۳) ٹھیکہ داری، حصہ داری، ساجھا اور ایجنسی۔

(۴) زرعی زمین کے علاوہ دوسری جائدادوں کا انتقال، دستاویزوں اور کاغذوں کی رجسٹری۔

(۵) قابلِ نالش جرم، دیوالہ اور دیوالئے۔

(۶) شہادت اور حلف کے قانون۔

(۷) دیوانی کا ضابطہ۔

(۸) توہین عدالت۔ اس میں سپریم کورٹ کی توہین شامل نہیں ہے۔

(۹) پاگل پن اور پاگل خانے۔

(۱۰) کھانے والی چیزوں میں ملاوٹ۔

(۱۱) تجارتی اور صنعتی ادارے اور اقتصادی اور سماجی اسکیمیں۔

(۱۲) (TRADE UNIONS) یا مزدوروں کی جماعتیں، صنعتی جھگڑے، مزدوروں کے مسئلے۔

(۱۳) سماجی تحفظ اور سماجی بیمہ (SOCIAL INSURANCE)۔

(۱۴) روزگار اور بے روزگاری۔

(۱۵) قانون، طبی اور دوسرے پیشے۔

(۱۶) شرنارتھیوں کی آبادکاری اور ان کی امداد۔

(۱۷) خیرات اور خیراتی ادارے، اوقاف اور دوسرے مذہبی ادارے۔

(۱۸) موت اور پیدائش کے اعداد و شمار، قیمتوں پر نگرانی (PRICE CONTROL)۔

www.taemeernews.com

(۱۹) بجلی، کتابیں، چھاپے خانے۔

(۲۰) پارلیمنٹ سے بذریعہ قومی اہمیت رکھنے والے آثارِ قدیمہ سے تعلق رکھنے والے مقامات اور آثار۔

(۲۱) مرکز اور ریاستوں کی STAMP DUTY یا فیس کے علاوہ دوسری (STAMP DUTY) جو دستور میں ۴۲ ویں ترمیم کی رو سے تعلیم، وزن اور ناپنے کے پیمانوں، جنگلی جانوروں اور پرندوں کے تحفظ کو ریاستی فہرست سے نکال کر مشترک امور میں جگہ دی گئی ہے اور اس طرح سے سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کو چھوڑ کر دوسری تمام عدالتوں کی تشکیل اور تنظیم کو بھی ریاستی فہرست سے نکال کر مشترک فہرست میں شامل کر دیا گیا ہے۔

اگرچہ جمہوریہ ہند کے دستور میں دوسرے وفاقی دستور سے بہت کچھ لیا گیا ہے لیکن کئی باتوں میں یہ دستور دوسرے دستور سے بالکل الگ اور مختلف ہے۔ مرکزی حکومت اس کے ماتحت اس قدر مضبوط اور با اختیار بنائی گئی ہے کہ ریاستوں کی خود مختاری برائے نام رہ گئی ہے۔ پارلیمنٹ کی قانون سازی کے اختیارات اس کی تائید میں پیش کئے جا سکتے ہیں۔ ہنگامی یا غیر معمولی صورتِ حال (EMERGENCY) سے نپٹنے کے لئے دستور میں جو دفعات رکھی گئی ہیں ان کی وجہ سے ہند یونین کا دستور آسانی سے وحدانی دستور اساسی ہو جاتا ہے۔ اس طرح سے یہ آسٹریلیا اور ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے وفاقی دستوروں سے بالکل مختلف ہے۔

www.taemeernews.com

جمہوریہ ہند کا دستور مرکزی اور ریاستی حکومتوں کے اختیارات کی تقسیم میں بھی دوسرے دستوروں سے بالکل مختلف ہے۔ کسی بھی دوسری فیڈریشن کے دستور میں ان اختیارات کو اس قدر وضاحت سے بیان نہیں کیا گیا ہے۔ اس وجہ سے مرکزی اور ریاستی حکومتوں کے درمیان کسی قسم کے تصادم (CONFLICT) کا امکان یا احتمال خاصی حد تک کم ہو گیا ہے۔
آسٹریلیا اور ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں ریاستوں کو جو آزادی اور اختیار حاصل ہے وہ ہندوستانی ریاستوں کو نہیں حاصل ہے۔ مثلاً آسٹریلیا کی ریاستیں اپنا دستور خود بڑی حد تک بدل سکتی ہے۔

کناڈا میں مشترک فہرست (CONCURENT LIST) میں صرف زراعت اور (IMMIGRATION) کو رکھا گیا ہے۔ برعکس اس کے جمہوریہ ہند کے دستور میں امور کی تعداد ۴۷ رکھی گئی تھی۔ بعد کی دستوری ترمیم کی وجہ سے یہ تعداد بڑھ گئی ہے۔

متعدد معاملوں میں بغیر صدر جمہوریہ کی پیشگی منظور کے ریاستی مجلس قانون ساز میں قانون نہیں پیش کیا جا سکتا۔

اگر مشترک امور میں مندرج کسی امر کے بارے میں پارلیمنٹ کوئی قانون پاس کرے اور پھر اس مسئلے کے بارے میں ریاستی مجلس قانون ساز کوئی قانون پاس کرے تو پارلیمنٹ ہی کا قانون مانا جائے گا۔ اس طرح سے مرکز کے اختیارات ریاستوں کے اختیارات سے زیادہ وسیع ہیں۔

اس طرح سے اختیارات مابقی (RESIDAURY POWER) یعنی وہ امور

www.taemeernews.com

جو تینوں فہرستوں میں سے کسی میں بھی درج نہیں، کے بارے میں صرف پارلیمنٹ ہی قانون بناسکتی ہے اور یہ امور پوری طرح سے مرکزی حکومت کے دائرہ اختیار میں ہیں۔ اس لحاظ سے ہمارا دستور کناڈا کے دستور سے مشابہ ہے۔

عام طور سے پارلیمنٹ ریاستی مسئلوں کے بارے میں کوئی قانون نہیں بناسکتی اور نہ مرکزی حکومت اس کے انتظام میں کوئی دخل دے سکتی ہے لیکن اگر راجیہ سبھا یہ تجویز غیر معمولی اکثریت سے پاس کردے کہ ریاستی فہرست میں مندرج کوئی مسئلہ قومی اہمیت رکھتا ہے اور اس کے پیش نظر یہ ضروری ہوگیا ہے کہ پارلیمنٹ قانون بنائے یا دو یا دو سے زیادہ ریاستیں آپس میں اس پر متفق ہو جائیں کہ کسی خاص ریاستی مسئلے کے بارے میں پارلیمنٹ کے قانون کی ضرورت ہے۔ بین الاقوامی سمجھوتوں اور معاہدوں کی تعمیل کی غرض سے ایسے قانون کا پارلیمنٹ سے پاس کیا جانا ضروری ہے تو پارلیمنٹ ان ریاستی مسئلوں کے بارے میں قانون بناسکتی ہے اور ان کا سارا انتظام مرکزی حکومت کے ہاتھوں میں رہے گا۔ اس طرح سے مرکزی حکومت کا دائرہ اختیار زیادہ وسیع کر دیا گیا ہے۔

یونین اور ریاستوں میں انتظامی تعلقات

دستور نے اس کی کوشش کی ہے کہ یونین یا مرکزی حکومت اور ریاستوں میں اتحاد عمل قائم رہے اور ریاستی حکومتیں اپنے انتظامی اختیارات اس طرح استعمال کریں کہ پارلیمنٹ

www.taemeernews.com

کے بنائے قانون اور یونین حکومت کی ہدایتوں کی تعمیل پوری طرح سے ہو مثلاً ریلوے کے کرائے اور محصول کے بارے میں جو قانون پاس ہوا ہو اگر اس کی پابندی لوگ نہ کریں تو ریاستی حکومت کا فرض ہے کہ اس کی تعمیل کرائے اور خلاف ورزی کرنے والوں کو گرفتار کر کے ریلوے قوانین کو نافذ کرے اور ریلوے لائنوں اور ریلوے اسٹیشنوں کی پوری پوری حفاظت کرے۔

تعمیل نہ ہونے کی صورت میں صدر جمہوریہ اس ریاست کی حکومت کو اپنے ہاتھ میں لے سکتا ہے۔ یونین حکومت رسل و رسائل اور خبر رسانی کے ذریعے (MEANS OF COMMUNICATION AND TRANSPORT) کے بارے میں ریاستی حکومت کو بتا سکتی ہے کہ یہ ذرائع قومی اہمیت کے حامل ہیں اور ان کا فرض ہے کہ وہ ان کو پورے طور سے قائم رکھیں۔

پارلیمنٹ اور ریاستی حکومت کی منظوری کے بعد صدر جمہوریہ کو اس کا حق حاصل ہے کہ وہ اس حکومت یا اس کے حکام اور افسروں کو ایسے معاملوں کے فرائض سپرد کرے جو تمام تر مرکزی حکومت کے دائرۂ اختیار میں ہوں اور فرائض کی بجا آوری میں جو کچھ زائد خرچ ہوگا وہ یونین حکومت ادا کرے گی۔ یونین حکومت کا فرض ہے کہ وہ اس کو دیکھتی رہے کہ مملکتی پالیسی کے اصولوں (DIRECTIVE PRINCIPLES OF STATE POLICY) کی روشنی میں حکومت کے عام انتظام (ADMINISTRATION) اور قانون سازی کا معیار اونچا ہے۔ سماجی فلاح اور بہبودی عامہ اور قومی تعمیر کے شعبوں میں تمام ریاستوں میں ہم آہنگی (CO-ORDINATION) قائم رہتی ہے۔ یعنی

www.taemeernews.com

ریاستی حکومتیں اس کی کوشش کریں کہ سماج کی اصلاح کا کام ہو۔ عام لوگوں کے فلاح اور بہبود اور آرام کے کام ہوں اور ملک کی خدمت کا جذبہ پیدا ہو۔ اور جملہ شہری جمہوریت اور جمہوری نظام سے پورا فائدہ اٹھاسکیں۔

یونین حکومت کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ ہر ریاست کی حفاظت بیرونی اور اندرونی خطروں سے اور حملوں سے کرے اور اس کی نگرانی کرے کہ ریاستی حکومتیں دستور کے بنیادی اصولوں کے مطابق چلائی جارہی ہیں۔ اگر کوئی ریاستی حکومت جمہوریت کے اصولوں کے خلاف چلاتی جائے تو یونین حکومت اس حکومت کے اختیار اپنے ہاتھ میں لے سکتی ہے۔

ریاستوں میں ہم آہنگی (CO-ORDINATION) قائم کرنے کے لئے صدر جمہوریہ ریاستی کونسل (INTER STATE COUNCIL) مقرر کرے گا۔ جس کے ذمہ ریاستوں کے باہمی جھگڑوں کی تحقیقات کرنا اور ان کے بارے میں صدر کو مشورہ دینا اور اور ایسے دوسرے تمام طریقے اختیار کرنے ہوں گے کہ جن سے یونین کے مشترک مفاد کو ترقی حاصل ہو۔ اگر ریاستوں میں دریاؤں کے پانی کے استعمال، تقسیم یا نگرانی کے بارے میں کوئی اختلاف پیدا ہوگا تو اس جھگڑے کا فیصلہ پارلیمنٹ بذریعہ قانون کرے گی۔

مالی تعلقات (FINANCIAL RELATION)

دستور نے یونین اور ریاستوں میں آمدنی کے ذرائع کو تقسیم کیا ہے لیکن تفصیلی تقسیم کا کام مالیاتی کمیشن انجام دے گا۔ جسے صدر جمہوریہ مقرر کرے گا۔ چنانچہ یہ کمیشن برابر مقرر کئے جاتے ہیں۔

www.taemeernews.com

اور ان کی سفارشوں پر مرکزی حکومت عمل کرتی ہے اور انہی سفارشوں کے مطابق آمدنی کے ذرائع مرکزی اور ریاستی حکومتوں کے درمیان تقسیم کئے جاتے ہیں لیکن بحیثیت مجموعی مالی وسائل پر بہت زیادہ کنٹرول مرکز کو حاصل ہے۔

ہنگامی، ناگہانی یا غیر معمولی صورتِ حال کے متعلق دفعات

(EMERGENCY PROVISIONS)

کبھی نہ کبھی ہنگامی یا غیر معمولی صورت کا پیش آجانا ہر ملک میں لازمی ہے۔ مثلاً کبھی کسی دوسرے ملک نے حملہ کر دیا یا خود اسی ملک کے کسی حصے میں بغاوت ہو گئی یا زبردست بدامنی پھیل گئی یا شورش ہو گئی تو ایسی صورت میں حکومت معمولی قوانین کے مطابق نہیں چلائی جا سکتی یا یہ بھی ممکن ہے کہ مجلس قانون ساز میں کوئی بھی پارٹی اس پوزیشن میں نہ ہو کہ وہ مضبوط حکومت ریاست میں قائم کر سکے یا حکومت نہ چلا سکے۔ ان تمام موقعوں پر ضروری ہو جاتا ہے کہ حکومت کے اختیارات وسیع کر دیئے جائیں تاکہ وہ ان خطروں کو دور کر سکے۔ ہر دستور میں اس صورت حال سے نپٹنے کے لئے خاص دفعات رکھی جاتی ہیں۔ چنانچہ جمہوریہ ہند کے دستور میں بھی ناگہانی یا ہنگامی صورتِ حال (EMERGENCY) کے متعلق خاص دفعات موجود ہیں۔ اس صورتِ حال کے رونما ہونے پر ریاست کی حکومت یونین حکومت کے ہاتھ میں آجائے گی اور اسے اس ریاست کے بارے میں قانون بنانے اور اس کا انتظام چلانے کے اختیارات حاصل ہو جائیں گے۔

جون ۱۹۷۵ء میں ملک میں ہنگامی صورتِ حال کے رونما ہو جانے

www.taemeernews.com

کا اعلان کیا گیا کیوں کہ ملک میں بدامنی اور لاقانونیت بڑھتی جارہی تھی۔ مخالف پارٹیاں حکومت کے خلاف زبردست عوامی ایجی ٹیشن چلا رہی تھیں۔ ہر طرف شورشیں پھیل رہی تھیں۔ معاشی صورتِ حال بد سے بدتر ہوتی جارہی تھی، چیزوں کی قیمتوں میں بے انتہا اضافہ ہوچکا تھا۔ گرانی اور مہنگائی کی کوئی حد اور انتہا نہیں رہ گئی تھی۔ ملوں اور کارخانوں میں اسٹرائک ہورہی تھی جس کی وجہ سے پیداوار میں بھی بہت کمی ہوگئی تھی۔ دفتروں میں کوئی قاعدہ اور قانون نہیں رہ گیا تھا۔ دو زبردست ریلوے اسٹرائک ہوچکی تھیں۔ جے پرکاش نراین کی رہنمائی میں عوامی تحریک انقلاب لانے کے لئے شروع کردی گئی تھی۔ فوج کو بغاوت کرنے کی ترغیب دی جارہی تھی۔ سارے ملک میں نراجی صورتِ حال رونما ہوچکی تھی۔ ریلوے منسٹر ایل۔ این۔ مشرا کو سمستی پور میں جنوری ۱۹۷۵ء میں بم پھینک کر ہلاک کردیا گیا تھا۔ بہار کے ممبران اسمبلی کو جبراً استعفیٰ دینے پر مجبور کیا جارہا تھا۔ گجرات میں عوامی مظاہروں کی وجہ سے اسمبلی کا الیکشن لیا گیا۔ اس زبردست اور سنگین صورت حال سے نمٹنے کے لئے ہنگامی صورتِ حال کا اعلان کیا گیا۔ بنیادی حقوق کو بشمول دادرسی کے حق کو معطل کردیا گیا۔ اور مخالف پارٹی کے لیڈروں کو گرفتار کرلیا گیا۔ وزیراعظم نے معاشی صورتِ حال پر قابو پانے کے لئے بیس نکاتی پروگرام کا اعلان کیا۔ چنانچہ اس پر عمل درآمد ہورہا ہے۔ ایمرجنسی کے نفاذ کے بعد ملک میں امن وامان قائم ہوگیا اور ہر شعبے میں ڈسپلن قائم ہوگیا۔ پیداوار میں اضافہ ہوا اور ملک میں سیاسی اور معاشی استحکام نظر آنے لگا اور یہ صورتِ حال جنوری ۱۹۷۷ء

www.taemeernews.com

تک رہی جب ایمرجنسی ختم کر دی گئی۔

ایسی صورتِ حال میں صدر جمہوریہ یونین اور ریاستوں کے درمیان ذرائع آمدنی کی تقسیم میں بھی ردو بدل کر سکتا ہے۔ اگر کسی ریاست میں ایسے حالات پیدا ہو جائیں کہ دستور کے مطابق وہاں کی حکومت نہ چل سکے مثلاً اسمبلی میں کسی بھی پارٹی کو اکثریت حاصل نہ ہو اور کوئی پائدار یا مضبوط (STABLE) حکومت نہ قائم ہو سکے یا قائم نہ رہ سکے تو ایسی صورت میں صدر جمہوریہ ایک خاص اعلان PROCLAMATION کے ذریعہ اس ریاست کا پورا یا جزئی انتظام اپنے ہاتھ میں لے سکتا ہے اور یہ صورتِ حال نئے الیکشن ہونے کے بعد ختم ہو گئی۔ چنانچہ ۱۹۶۷ء کے انتخابات کے بعد بنگال، یو۔ پی۔ بہار، مدھیہ پردیش اور ہریانہ میں مخلوط غیر کانگریسی وزارتیں کانگریسی وزارتوں کے استعفیٰ کے بعد قائم ہوئی تھیں لیکن چند مہینوں کے بعد ان وزارتوں کو مستعفی ہونا پڑا کیوں کہ ان کی اسمبلیوں میں اکثریت نہیں رہ گئی تھی۔ ان کے استعفیٰ کے بعد ان ریاستوں کی حکومتوں کو صدر جمہوریہ نے اپنے ہاتھ میں لے لیا اور ہنگامی صورت حال کے قائم ہونے کا اعلان کر دیا۔ اور ان ریاستوں کی حکومت کو ان ریاستوں کے گورنروں نے صدر جمہوریہ کے نمائندے کی حیثیت سے چلایا۔ اس کے بعد فروری ۱۹۶۹ء میں بہار، بنگال، اتر پردیش، ہریانہ پنجاب اور کیرالہ میں الیکشن ہوئے۔ بنگال اور کیرالہ میں مارکسی کمیونسٹ پارٹی کی وزارتیں بنیں۔ بہار، یو۔ پی میں مشترکہ غیر کانگریسی وزارتیں بنیں۔ پنجاب میں اکالی دل کے غلبے سے وزارت بنی۔ مگر یکے بعد دیگرے بجز یو۔ پی۔

www.taemeernews.com

اور کیرالہ کے ان ریاستوں میں صدارتی راج کا نفاذ ہوا۔ یو۔ پی۔ میں پنڈت کملا پتی تریپاٹھی کی قیادت میں کانگریس وزارت اور کیرالہ میں کانگریس، مسلم لیگ اور کمیونسٹ پارٹی کی مشترک وزارت بنی۔ نومبر ۱۹۷۰ء میں گجرات اور میسور میں بھی صدارتی راج کا نفاذ ہوا۔ مارچ ۱۹۷۲ء میں سوائے یو۔پی، کیرالہ، تامل ناڈو اور اڑیسہ کے الیکشن ہوئے اور ہریانہ، پنجاب، جموں کشمیر، ہماچل پردیش، راجستھان، مدھیہ پردیش، مہاراشٹر، گجرات، میسور، آندھرا پردیش، آسام، مغربی بنگال میں کانگریسی وزارتیں بنیں کیونکہ ان ریاستوں میں کانگریس کو غیر معمولی اکثریت حاصل ہوئی اور اب اڑیسہ میں بھی غیر کانگریسی حکومت ختم ہوگئی اور کانگریسی وزارت مسز نندنی ست پتی کی قیادت میں قائم ہوگئی۔

فروری ۱۹۷۴ء میں یو۔پی۔ اسمبلی کے الیکشن ہوئے اور کانگریس کی وزارت قائم ہوئی اور فروری مارچ ۱۹۷۶ء میں تامل ناڈو اور گجرات کی غیر کانگریسی وزارتوں کی جگہ صدر راج کا نفاذ ہوا۔

مارچ ۱۹۷۷ء میں مرکز میں جنتا حکومت کے برسرِ اقتدار آنے کے بعد شمالی ہند کی کانگریسی وزارتوں کو برخاست کر دیا گیا اور ان ریاستوں میں اسمبلیوں کے الیکشن کرائے گئے اور ان میں مغربی بنگال، کشمیر اور چھوٹی چھوٹی شمال مشرقی ریاستوں کو چھوڑ کر بقیہ ریاستوں میں جنتا پارٹی کو غیر معمولی اکثریت حاصل ہوئی اور ان ریاستوں میں جنتا پارٹی کی حکومتیں قائم ہوئیں۔ پھر جب جنوری ۱۹۸۰ء میں مرکز میں کانگریس "آئی" برسرِ اقتدار آئی تو جنتا حکومت کو برخاست کر دیا گیا۔ اور مختصر مدت کے لئے صدارتی راج کا نفاذ ہوا اور پھر

www.taemeernews.com

ان ریاستوں میں اسمبلیوں کے الیکشن ہوئے۔ کیرالہ اور تامل ناڈو کو چھوڑ کر بقیہ تمام ریاستوں میں کانگریس آئی کو غیرمعمولی اکثریت حاصل ہوئی اور ان ریاستوں میں کانگریس آئی کی وزارتیں بنیں۔ ۱۹۸۳ء میں کشمیر اور آندھرا پردیش میں غیر کانگریسی وزارتیں، کشمیر میں نیشنل کانفرنس اور آندھرا میں تیلگو دیسم کی بنیں اور ۱۹۸۵ء میں کرناٹک کے اسمبلی الیکشن میں جنتا پارٹی کو غیرمعمولی اکثریت حاصل ہوئی اور اس کی حکومت قائم ہوئی۔

مشقی سوالات

۱۔ جمہوریہ ہند کے دستور کی رو سے ہند یونین اور ریاستوں کے قانون سازی کے اختیارات بیان کیجئے۔

۲۔ ہند یونین اور ریاستوں کے مابین انتظامی اور مالی تعلقات بیان کیجئے۔

۳۔ مندرجہ ذیل پر مختصر نوٹ لکھئے:

۱۔ ہند یونین کی ریاستی اور مرکز کے زیر انتظام علاقے ۲۔ مشترک امور کی فہرست۔

۴۔ ہنگامی یا ناگہانی صورت حال کے بارے میں دستور کی دفعات کو بیان کیجئے۔

www.taemeernews.com

مرکزی یا یونین حکومت

دستور نے مرکز میں پارلیمنٹری جمہوری حکومت قائم کی ہے یعنی جو پارٹی الیکشن میں لوک سبھا میں اکثریت حاصل کرے گی وہی وزارت بنائے گی اور ملک کا انتظام چلائے گی۔

مجلس وزرا یا کابینہ (CABINET) اپنے سارے معاملوں اور پالیسیوں کے لئے پارلیمنٹ میں لوک سبھا کے روبرو ذمہ دار اور جواب دہ ہے۔ اسے پارلیمنٹ اور عملاً لوک سبھا اپنے مالی اور قانون سازی (LEGISLATURE) اختیارات کے ذریعہ کنٹرول کرتی ہے۔

جمہوریہ ہند کی حکومت کا نظام ریاست متحدہ امریکہ کے نظام سے بالکل مختلف ہے۔ وہاں صدارتی نظام حکومت (PRESIDENTIAL FORM OF GOVERNMENT) قائم ہے یعنی صدر ہی دراصل سارے انتظامی (EXECUTIVE) اختیارات کا مالک ہے اور اس کے وزیر پورے طور پر اس کی ماتحتی میں ہیں اور وہ اپنے دائرۂ اختیار، مجلس قانون ساز یا کانگریس

www.taemeernews.com

کے اثر سے بالکل آزاد ہے۔ جمہوریہ ہند کا صدر ہند یونین کا اعلیٰ ترین حاکم ضرور ہے لیکن وہ تمام تر دستوری حاکم (CONSTITUTIONAL HEAD) ہے اور امریکن صدر کی طرح اصل حاکم نہیں۔ وہ قوم کی نمائندگی کرتا ہے لیکن اس پر حکومت نہیں کرتا۔ اصل اقتدار اور اختیار لوک سبھا کی اکثریتی پارٹی کے ہاتھ میں ہے اور کابینہ پورے طور سے اس کی ماتحتی میں ہے۔

صدر کا انتخاب

دستور کی رو سے جمہوریہ ہند کا سب سے بڑا حاکم صدر جمہوریہ ہے۔ ملک کی حکومت کے سارے انتظامی اختیارات اسے حاصل ہیں جنھیں وہ یا تو خود استعمال کرسکتا ہے یا اپنے ماتحت حکام کے ذریعے لیکن دراصل حکومت وزیر چلاتے ہیں۔

صدر کا انتخاب بالواسطہ طریقے سے ہوتا ہے یعنی لوک سبھا، راجیہ سبھا اور ریاستی اسمبلیوں کے منتخبہ ممبر صدر کو منتخب کرتے ہیں یعنی اس کو عام لوگ منتخب نہیں کرتے۔

صدر کا الیکشن تناسبی طریقۂ انتخاب (PROPORTIONAL REPRESENTATION) کے ذریعے سے ہوتا ہے۔ اس الیکشن میں اس کام کا لحاظ رکھا گیا ہے کہ مختلف ریاستوں کی نمائندگی کی نسبت یکساں رہے تاکہ یہ نہ ہو کہ ہمیشہ آبادی کے لحاظ سے بڑی ریاستوں ہی کا امیدوار صدر منتخب ہو جایا کرے بلکہ چھوٹی ریاستوں کا بھی کچھ وزن ہے۔ اس یکسانیت کو پیدا کرنے کے لئے ایک خاص طریقہ اختیار کیا گیا ہے۔

ہر ریاست کی اسمبلی کے ہر منتخبہ ممبر کو اس خارج قسمت کے برابر ووٹ

www.taemeernews.com

حاصل ہوتے ہیں جو اس ریاست کی آبادی اس کی اسمبلی کے ممبروں کی تعداد سے تقسیم کرنے اور اس کے حاصلِ تقسیم کو ایک ہزار سے تقسیم کرنے سے نکلے اور باقی پانچ سو سے زیادہ رہے تو ہر ممبر کو ایک اور ووٹ دینے کا حق حاصل ہو۔ اس طرح سے چھوٹی ریاستوں کے اسمبلی کے ہر ممبر کو دہائیوں سے متجاوز ووٹ دینے کا حق رہتا ہے۔ یعنی صدر کے الیکشن میں اس کا ایک ووٹ نہیں بلکہ اس کے ووٹ دہائیوں میں ہوں گے۔ مثلاً ۱۹۵۲ء کے پہلے صدارتی الیکشن میں آسام اسمبلی کے ہر ممبر کو ۷۹، بہار اسمبلی کے ہر ممبر کو ۱۱۹، یوپی اسمبلی کے ہر ممبر کو ۱۴۳ ووٹ دینے کا حق حاصل تھا۔ ۱۹۶۷ء کے الیکشن میں آسام اسمبلی کے ہر ممبر کو ۹۴، بہار اسمبلی کے ہر ممبر کو ۱۴۶ اور یو۔پی۔ اسمبلی کے ہر ممبر کو ۱۷۴ ووٹ دینے کا حق حاصل ہے۔

اس طرح سے پارلیمنٹ کے ہر منتخبہ ممبر کو اس خارج قسمت کے برابر ووٹ حاصل ہوں گے جو ریاستی اسمبلی کے تمام ممبروں کے ووٹوں کو پارلیمنٹ کے ممبروں کی تعداد پر تقسیم کرنے سے آئے۔ ۱۹۵۲ء کے الیکشن میں پارلیمنٹ کے ۶۹۹ ممبروں کے ۳ لاکھ ۴۵ ہزار ۳ سو چھ (۳۴۵۳۰۶) ووٹ ملے۔

جمہوریہ ہند کے صدر کا پہلا انتخاب ۱۹۵۲ء، دوسرا مئی ۱۹۵۷ء میں تیسرا مئی ۱۹۶۲ء میں اور چوتھا مئی ۱۹۶۷ء میں، پانچواں اگست ۱۹۶۹ء میں ہوا۔ پہلے دو موقعوں پر آنجہانی ڈاکٹر راجندر پرشاد، تیسرے موقع پر ڈاکٹر رادھا کرشنن، چوتھے موقع پر ڈاکٹر ذاکر حسین خانصاحب اور پانچویں موقع پر مسٹر گری اور چھٹے موقع پر اگست ۱۹۷۴ء میں مسٹر فخرالدین علی احمد منتخب ہوئے۔ مسٹر

www.taemeernews.com

فخرالدین علی احمد کے انتقال کے بعد اگست ۱۹۷۹ء میں مسٹر سنجیوا ریڈی کا انتخاب بہ حیثیت صدر جمہوریہ ہوا۔ یوں تو پچھلے تینوں الیکشنوں میں دوسرے امیدواروں نے منتخب صدر کا مقابلہ کیا لیکن اصل مقابلہ چوتھے اور پانچویں الیکشن کے موقع پر ہوا کیونکہ ان الیکشنوں میں کانگریس کی اکثریت لوک سبھا میں پہلے کے مقابلے میں بہت ہی کم تھی اور متعدد ریاستوں کی اسمبلیوں میں کانگریسی ممبروں کی تعداد اور بھی کم تھی۔ اگست ۱۹۸۲ء میں گیانی ذیل سنگھ کانگریس کے امیدوار کا انتخاب بہ حیثیت صدر جمہوریہ عمل میں آیا۔

۱۹۶۷ء میں چوتھے الیکشن میں ڈاکٹر ذاکر حسین کانگریس کے امیدوار کو چار لاکھ اکہتر ہزار دو سو چوالیس ووٹ ملے اور ان کے حریف مسٹر سبھا راؤ کو تین لاکھ ترسٹھ ہزار نو سو اٹھتر ووٹ ملے۔ مئی ۱۹۶۹ء میں ڈاکٹر ذاکر حسین کا انتقال ہو گیا اس لئے پانچواں الیکشن اگست ۱۹۶۹ء میں ہوا۔ اس میں پہلی دفعہ یہ ہوا کہ دوسرے ترجیحی ووٹوں کو شمار کرنے کے بعد کامیابی حاصل ہوئی۔ اس الیکشن میں صدارت کے عہدے پر نامزدگی کے مسئلے پر کانگریس میں شدید اختلاف پیدا ہوا۔ وزیر اعظم اندرا گاندھی اور ان کے حامیوں نے جن میں مگ جیون رام اور مسٹر فخرالدین علی احمد وزراء مرکزی حکومت قابل ذکر ہیں۔ انھوں نے مسٹر گری کی حمایت کی اور مسٹر سنجیوا ریڈی جنھیں مسز اندرا گاندھی کے مخالفوں مثلاً مرارجی ڈیسائی، نجلنگپا، مسٹر کامراج اور ایس۔ کے۔ پٹیل نے نامزد کیا تھا ہار گئے۔ اس الیکشن کے بعد دسمبر ۱۹۶۹ء میں کانگریس کے کانگریسی ممبروں اور ریاستی کانگریس کمیٹیوں اور آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے ممبروں کی بہت بڑی اکثریت سنڈیکیٹ کی کانگریس سے

www.taemeernews.com

الگ ہوگئی۔ اختلاف کی بڑی وجہ یہ تھی کہ سنڈیکیٹ کانگریس کے لیڈر سوشلزم کے مخالف تھے۔ ایوان کی پالیسیاں رجعت پسندانہ تھیں۔ مسز اندرا گاندھی کی قیادت میں مارچ ۱۹۷۱ء کے الیکشن میں کانگریس کو عظیم الشان اکثریت حاصل ہوئی۔ اگست ۱۹۷۴ء میں مسٹر فخرالدین علی احمد بڑی اکثریت سے صدر جمہوریہ منتخب ہوئے۔ ان کے انتقال کے بعد مسٹر سنجیوا ریڈی اگست ۱۹۷۹ء میں بلا مقابلہ صدر منتخب ہوئے۔ اس سے پہلے مارچ ۱۹۷۷ء میں جنتا پارٹی مرکز میں برسر اقتدار آچکی تھی لیکن چونکہ یہ مختلف الخیال پارٹیوں کا مجموعہ تھی، اس لئے یہ حکومت برابر باہمی نا اتفاقی اور جھگڑوں کا شکار رہی اور جنوری ۷۹ء میں مرارجی ڈیسائی کو مستعفی ہونا پڑا کیوں کہ ان کے ساتھ اکثریت نہیں رہی تھی۔ اس کے بعد مسٹر چرن سنگھ کو وزیر اعظم مقرر کیا گیا لیکن چوں کہ انھیں بھی اکثریت حاصل نہ تھی اس لئے صدر نے الیکشن ہونے تک ان سے حکومت چلانے کو کہا۔ چنانچہ لوک سبھا کے الیکشن کے بعد جنوری ۸۰ء میں مسز اندرا گاندھی دوبارہ برسر اقتدار آگئیں۔ ۳۱ اکتوبر ۱۹۸۴ء کو ان کے الم ناک قتل کے بعد راجیو گاندھی وزیر اعظم مقرر ہوئے۔ دسمبر ۱۹۸۴ء میں ان کی قیادت میں کانگریس نے لوک سبھا کا الکشن لڑا اور عدیم المثال کامیابی حاصل کی۔

عہدۂ صدارت کی شرطیں صدر جمہوریہ ہونے کے لئے ہندیونین کا شہری ہونا ضروری ہے۔ دوسری شرط یہ ہے کہ امیدوار کم سے کم ۳۵ سال کا ہو اور لوک سبھا یا راجیہ سبھا کی ممبری کی شرطیں پوری کرتا ہو۔

کوئی سرکاری ملازم اس عہدے کے لئے نہیں کھڑا ہو سکتا۔ کھڑے ہونے سے پہلے اسے اپنی ملازمت سے استعفیٰ دینا پڑے گا۔

www.taemeernews.com

عہدہ کی مدت

اس تاریخ سے کہ جب سے اس نے اپنا عہدہ سنبھالا ہو صدر جمہوریہ اپنے عہدے پر پانچ برس تک کام کرے گا۔ وہ اس عہدے پر دوبارہ بھی منتخب ہوسکتا ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر راجندر پرشاد دوبارہ منتخب ہوئے۔ اسے مستعفی ہونے کا حق حاصل ہے۔ عہدہ سنبھالنے سے پہلے اسے سپریم کورٹ کے چیف جسٹس کے سامنے حلف اٹھانا پڑے گا۔ دستور کی خلاف ورزی کرنے پر مواخذہ (IMPEACHMENT) ایک مخصوص عدالت جو پارلیمنٹ کا کوئی نہ کوئی ایوان ہو) یعنی مقدمہ چلائے جانے کے بعد اسے اس کے عہدے سے ہٹایا جاسکتا ہے۔ اس کے رہنے کے لئے خاص سرکاری عمارت ہوگی آج کل صدر جمہوریہ کا قیام سابق والسرائیکل لاج میں ہے جسے اب راشٹرپتی بھون کا نام دیا گیا ہے۔ اسے دس ہزار روپے ماہوار کی تنخواہ کے علاوہ ۵ ہزار کی رقم مختلف الاؤنسوں کی مدوں میں، ۱۵ ہزار ماہانہ کی رقم EVOLUMENTS کی صورت میں ہوگی لیکن اس کے عہدے کی مدت کے زمانے میں اس میں کمی نہیں کی جائے گی۔ اسے وہ تمام خصوصی حق حاصل رہیں گے جو ۲۶ رجنوری ۱۹۵۰ء سے پہلے ہندیونین کے گورنر جنرل کو حاصل تھے۔ صدر جمہوریہ ہو جانے کے بعد پھر وہ کوئی دوسرا سرکاری عہدہ نہیں قبول کرسکتا۔

صدارت کے عہدہ کا تحفظ

جمہوریہ ہند کی صدارت ہندیونین کا سب سے بڑا اور بلند ترین عہدہ ہے۔ لہذا اس کی شان کو پورے طور سے برقرار رکھنا از حد ضروری ہے۔ اس لیے صدر سے اس کے اختیارات کے استعمال اور فرائض کی بجا آوری کے سلسلے میں کسی

www.taemeernews.com

قسم کی کوئی باز پرس کسی عدالت میں (سوائے مخصوص عدالت کے جو پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں میں سے کسی ایک ایوان پر مشتمل ہوگی) نہیں کی جاسکتی اور نہ اس کی مدت صدارت کے دوران اس پر کسی قسم کا فوجداری کا مقدمہ چلایا جاسکتا ہے اور نہ کوئی دیوانی مقدمہ جس میں کہ اس سے کسی قسم کا کوئی مطالبہ کیا گیا ہو۔

دستور کی خلاف ورزی کرنے پر اس کا مواخذہ (IMPEACHMENT) کیا جاسکتا ہے یعنی اس کے خلاف مقدمہ چلایا جاسکتا ہے جس کی صورت یہ ہوگی کہ پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں میں سے ایک ایوان میں اس کے خلاف فرد جرم (CHARGE SHEET) ایک تجویز کی صورت میں پیش کیا جاسکتا ہے۔ اس تجویز کو اس ایوان کے کم سے کم ایک چوتھائی ممبر اپنے دستخطوں سے اور کم سے کم چودہ دن کے نوٹس کے بعد پیش کرسکیں گے۔ اس تجویز کے پاس ہونے کے لئے ضروری ہے کہ اس ایوان کے دوتہائی ممبر اس کی تائید کریں۔ اس کے بعد پارلیمنٹ کا دوسرا ایوان ان الزامات کی تحقیقات کرے گا۔ اگر ان تحقیقات کے بعد اس ایوان کے ممبروں کی دوتہائی تعداد یہ تجویز کرے کہ صدر پر عائد کردہ الزامات صحیح ہیں تو ایسی صورت میں صدر کو اس تجویز کے منظور ہونے کی تاریخ سے عہدۂ صدارت سے برطرف سمجھا جائے گا لیکن دستور میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے کہ اگر صدر جمہوریہ تحفوں کی شکل میں گرانقدر رقم بطور رشوت کے لے تو اس کا مواخذہ کیا جائے گا یا نہیں۔

www.taemeernews.com

صدر جمہوریہ کے اختیارات

دستور نے صدر جمہوریہ کو ہند یونین کی حکومت کے جملہ انتظامی (EXECUTIVE) اختیار عطا کئے ہیں جنھیں یا تو وہ بذاتِ خود یا اپنے ماتحت حکام کے ذریعہ استعمال کرسکتا ہے۔

دستور کی رو سے صدر کو اس کے فرائض کی ادائیگی اور بجا آوری میں مدد اور اصلاح دینے کے لئے وزیروں کی کونسل یا کابینہ ہوگی جس کا صدر وزیر اعظم ہوگا۔ وزیروں نے کسی خاص معاملے میں صدر کو کیا مشورہ دیا۔ اس کے متعلق کسی قسم کی کوئی تفتیش یا بازپرس کسی عدالت میں نہ کی جاسکے گی۔ اس سے مقصد یہ ہے کہ پارلیمنٹری دستور یا رواج کے مطابق صدر کو وزیروں سے مشورہ لینے میں پوری پوری آزادی حاصل ہو۔

دستور میں اس کا ذکر نہیں کیا گیا تھا کہ صدر وزیروں کی رائے ماننے پر مجبور ہے اس لئے یہ بالکل ممکن تھا کہ صدر اپنے اختیارات خود استعمال کرتا اور اس طرح سے وہ بجائے دستوری یا آئینی (CONSTITUTIONAL) صدر کے خود مختار یا مطلق العنان صدر بن جاتا۔ یہ سوال پیدا ہوا کہ ایسی صورت میں اس کی طاقت کی حد کیا ہے اور اسے ایسا ہونے سے کیسے اور کیوں کر روکا جاسکتا ہے۔ اس کا جواب یہ تھا کہ عام طور سے وہ وزیروں کے کاموں میں کسی قسم کی مداخلت نہیں کرے گا اور اس طرح سے اس کی حیثیت دوسری مملکتوں کے دستوری صدر یا سربراہ (CONSTITUTIONAL HEAD) کی سی ہوگی جیسے کہ انگلستان میں شاہ یا ملکہ کو حاصل ہے اس لئے کہ کابینہ یا وزیروں کی کونسل

www.taemeernews.com

پارلیمنٹ کے سامنے ساری باتوں کے لئے جواب دہ اور ذمہ دار ہے۔ اگر صدر جمہوریہ وزیروں کے مشورے کو رد کر دے گا تو وہ مستعفی ہو جائیں گے اور صدر کو دوسری وزارت بنانی پڑے گی۔ یہ وزارت اس وقت تک کام نہیں چلا سکتی کہ جب تک اسے لوک سبھا میں اکثریت نہ حاصل ہو۔ اس لئے یہ ممکن نہیں کہ صدر جمہوریہ آئے دن وزیروں کے کاموں میں مداخلت کرے اور اپنے اختیارات خود استعمال کرے۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ کسی جمہوری ملک میں عام لوگوں کی رائے (PUBLIC OPINION) کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا اس وجہ سے صدر جمہوریہ لوک سبھا کی اکثریت کے خلاف کچھ کرتے ہوئے پہلے خوب سوچے گا کیوں کہ لوک سبھا کو عام لوگوں کی تائید حاصل ہے وہ انھیں کے ووٹوں سے منتخب ہو کر آئی ہے۔ لیکن دستور کی ۴۲ ویں ترمیم کی رو سے صدر اس کا پابند ہو گیا تھا کہ وہ کابینہ کے مشوروں پر عمل کرے۔ لیکن ۴۴ ویں ترمیم کی رو سے اسے اس کا حق دیا گیا کہ وہ مرکزی کابینہ کے پاس کسی بھی اس کے سابقہ فیصلے کو دوبارہ غور کرنے کے لئے بھیج سکتا ہے۔ اگر کابینہ دوبارہ بھی اپنے اس فیصلے پر قائم رہے تو پھر صدر اس مشورہ پر کاربند ہونے کے لئے مجبور ہے۔

ہنگامی صورت حال (EMERGENCY) کے رونما ہونے کا اعلان وہ اس صورت میں کر سکتا ہے کہ جب اس کے پاس کابینہ کا تحریری مشورہ اس مضمون کا موصول ہو۔ اس اعلان کو ایک مہینے کے اندر پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں کو منظور کرنا پڑے گا اور اس کو ہر ایوان کے موجود اور حاضر ممبروں کی دو تہائی

www.taemeernews.com

اکثریت سے پاس کرنا ضروری ہوگا۔ ایمرجنسی کا نفاذ چھ مہینے کی مدت تک رہے گا۔ اس مدت میں توسیع کے لئے پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں کی منظوری ضروری ہے۔

لیکن بہت کچھ صدر جمہوریہ کی شخصیت پر منحصر ہے۔ اگر کوئی بااثر شخصیت اس عہدے پر فائز ہو تو وہ یقیناً پارلیمنٹ اور وزیروں پر اثر انداز ہوگی جس طرح سے کہ شاہ ایڈورڈ ہفتم شاہِ انگلستان کا اپنے وزیروں پر اثر تھا۔ لیکن اگر لوک سبھا میں کسی پارٹی کو اکثریت حاصل نہ ہو تو پھر صدر جمہوریہ کو بہت کچھ کرنے کی گنجائش رہتی ہے۔ چنانچہ ۱۹۷۹ء میں مسٹر مرارجی ڈیسائی کی حکومت کے استعفیٰ دینے پر صدر جمہوریہ نے اپنے صوابدید سے کام لیا اور چودھری چرن سنگھ کو وزارت بنانے کی دعوت دی۔ اور اس صورت حال میں اس کا خطرہ ہو سکتا ہے کہ وہ ڈکٹیٹر بن بیٹھے۔

انتظامی اختیارات (EXECUTIVE POWERS) صدر جمہوریہ ہند یونین کا اعلیٰ ترین یا سب سے بڑا حاکم ہے۔ کسی ملک سے جنگ یا صلح کرنے کا اختیار اسے ہی حاصل ہے۔ ملک کی جملہ فوجوں کی اعلیٰ کمان اس کے ہاتھ میں ہے۔

جو قوانین پارلیمنٹ بناتی ہے ان کو نافذ صدر جمہوریہ ہی کرتا ہے وزیر اعظم اور دوسرے وزیروں کا تقرر، ان کے کاموں کی تقسیم نیز کابینہ کے کام کرنے کے ڈھنگ کو متعین کرنے کا حق اسی کو حاصل ہے۔ سارا کام خود وزیر کریں گے لیکن سارے کام صدر جمہوریہ کے نام سے کئے جائیں گے۔

www.taemeernews.com

ریاستوں کے گورنروں، دوسرے ملکوں میں ہندیونین کے سفیروں اور دوسرے سفارتی نمائندوں، سپریم کورٹ اور ہائی کورٹوں کے ججوں، یونین پبلک سروس کمیشن کے چیرمین اور ممبروں اور اٹارنی جنرل کا تقرر اسی کے ہاتھ میں ہے۔ الیکشن کمیشن، مالیاتی کمیشن اور دوسرے قسم کے کمیشن جن میں سنسکرت کمیشن، زبان کمیشن، پریس کمیشن، پسماندہ علاقوں اور قبیلوں کے لئے سدھار کے کمیشن، ریاستی تنظیمی کمیشن وغیرہ شامل ہیں، وہی مقرر کرے گا۔

قانون سازی کے اختیارات

(LEGISLATIVE POWERS)

قانون بنانے کا حق پارلیمنٹ کو حاصل ہے لیکن پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں کے ذریعہ منظور شدہ کوئی بھی بل اس وقت تک قانون نہیں بن سکتا جب تک کہ صدر جمہوریہ اس کی منظوری نہ دے دے۔ مالیاتی بلوں کو چھوڑکر دوسرے بلوں کو وہ کچھ عرصے کے لئے روک سکتا ہے لیکن اگر پارلیمنٹ انھیں دوبارہ پاس کردے تو اسے منظوری دینی پڑے گی۔ کوئی بھی مالی بل بغیر اس کی سفارش کے پارلیمنٹ میں نہیں پیش کیا جاسکتا۔ یعنی پارلیمنٹ کسی رقم یا ٹیکس کی منظوری اس وقت تک نہیں دے سکتی جب تک کہ صدر کی سفارش اس کے بارے میں نہ ہو۔

پارلیمنٹ کے اجلاس طلب کرنا اور لوک سبھا کو برخاست یا منتشر (DISSOLVE) کرنا اور الیکشن کرانا اس کے ہاتھ میں ہے۔ وہ پارلیمنٹ کے ایوانوں کو ایڈریس کرسکتا ہے اور کسی مسئلے کے بارے میں پیغام (MESSAGE)

www.taemeernews.com

بھیج سکتا ہے یعنی اس رائے کا اظہار کر سکتا ہے کہ فلاں مسئلے پر کوئی خاص قانون مناسب ہے یا نہیں یا اس میں کس قسم کی ترمیم یا تبدیلی ہونی چاہئے۔

جس زمانے میں پارلیمنٹ کا اجلاس نہ ہو رہا ہو اور ضرورت ہو تو وہ آرڈیننس (ORDINANCE) نافذ کر سکتا ہے اور اسے وہی درجہ حاصل ہوگا جو پارلیمنٹ کے پاس کئے ہوئے کسی بھی قانون کو حاصل ہوگا لیکن یہ آرڈیننس پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں کے سامنے پیش کئے جائیں گے اور پارلیمنٹ کے دوبارہ اجلاس شروع ہونے سے چھ ہفتے کے اختتام پر ختم سمجھے جائیں گے۔

عدالتی اختیارات
(JUDICIAL POWERS)

صدر جمہوریہ کو کسی مجرم کی سزا معاف کرنے، ملتوی کر دینے اور گھٹا دینے کا حق حاصل ہے۔ وہ کسی سزا کی نوعیت یا قسم کو بدل سکتا ہے۔ مثلاً سزائے موت یا پھانسی پانے والے کو ازراہِ رحم قید کی سزا دے سکتا ہے۔ اس قسم کے اختیارات ہر مملکت کے سربراہ (HEAD OF THE STATE) کو حاصل ہیں اس لئے کہ اسے چشمۂ اختیارات سمجھا جاتا ہے۔

مالی اختیارات
(FINANCIAL POWERS)

ہر مالی سال کے شروع میں صدر جمہوریہ ہند یونین کی آمدنی اور خرچ کا حساب پارلیمنٹ کے سامنے پیش کرے گا۔ بغیر اس کی سفارش کے پارلیمنٹ میں کوئی سرکاری مطالبہ منظوری کے لئے نہیں کیا جا سکتا اور نہ کوئی ٹیکس لگ سکتا ہے۔ جوٹ کی برآمد کے محصول سے جو آمدنی ہوگی اُسے

www.taemeernews.com

آسام، مغربی بنگال، بہار اور اڑیسہ میں تقسیم کرنے کا حق اسے حاصل ہے۔ اس کو مالیاتی کمیشن (FINANCIAL COMMISSION) مقرر کرنے کا حق حاصل ہے۔

ہنگامی یا ناگہانی صورتِ حال میں اختیارات

(EMERGENCY POWERS)

اگر صدر یہ سمجھے کہ ملک میں یا ملک کے کسی حصہ میں ایسی صورتِ حال پیدا ہوگئی ہے کہ جس سے ملک کا امن و امان خطرے میں پڑ گیا ہے، خواہ یہ صورتِ حال کسی ملک سے جنگ چھڑ جانے کی وجہ سے پیدا ہوئی ہو خواہ بغاوت، بدامنی یا شورش کی وجہ سے یا آفت ناگہانی کی وجہ سے تو وہ اس کا اعلان کرے گا کہ ہنگامی صورتِ حال پیدا ہوگئی ہے اگر وہ محسوس کرے کہ اس قسم کی صورت حال پیدا ہو جانے کا کوئی فوری خطرہ ہے تو واقعی جنگ چھڑنے یا فساد یا بدامنی کے پھیلنے سے پہلے بھی اس کا اعلان کرسکتا ہے لیکن اسے اس اعلان کو پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں کے سامنے پیش کرنا ہوگا۔ یہ اعلان ایک مہینے کے بعد ختم ہو جائے گا۔ اگر اس مدت کے ختم ہونے سے پہلے اسے پارلیمنٹ کے دونوں ایوان منظور نہ کریں۔ یہ صورت حال چھ مہینے تک رہ سکتی ہے اور اس مدت میں توسیع کے لئے پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں میں حاضر اور موجود ممبروں کی دو تہائی اکثریت کی تائید ضروری ہے۔ اس صورتِ حال کے رونما ہونے پر یونین یا مرکزی حکومت ریاستوں کے قانون بنانے کے حق کو اپنے ہاتھ میں لے لے گی اور ان کے

www.taemeernews.com

قوانین پارلیمنٹ بنائے گی۔

شہریوں کے اس بنیادی حق کو منوانے کے لئے سپریم کورٹ میں چارہ جوئی کرسکتے ہیں۔ ہنگامی صورت حال کے دوران میں صدر معطل کرسکتا ہے۔ چنانچہ جون ۱۹۷۵ء میں ایمرجنسی یا ہنگامی صورت حال کے نفاذ سے اس حق کو معطل کر دیا تھا لیکن دستور کی ۴۴ ویں ترمیم کی رو سے جان اور آزادی کے حق کو صدارتی فرمان کے ذریعہ معطل نہیں کیا جاسکتا لیکن صدر جمہوریہ ہنگامی صورتِ حال کے رونما ہونے کا اعلان صرف اس صورت میں کرسکتا ہے کہ جب اس کو اس بارے میں مرکزی کابینہ تحریری مشورہ دے۔

نیز اسے اس کا بھی حق حاصل ہے کہ مالی سال کے لئے ملک کے مالی ذرائع اور وسائل کی تقسیم جو مرکز اور ریاستوں کے درمیان دستور کی رو سے ہوئی ہو تبدیل کردے۔

اگر صدر کسی اطلاع کی بنا پر یہ محسوس کرے کہ کسی ریاست میں دستوری تعطل (CONSTITUTIONAL DEADLOCK) پیدا ہوگیا ہے اور دستور کے مطابق اس ریاست میں حکومت نہیں چلائی جاسکتی تو وہ اس ریاست کی حکومت کو اپنے ہاتھ میں لے سکتا ہے اور اس کا اعلان ایک مخصوص اعلان PROCLAMATION کے ذریعے سے کرسکتا ہے اور پارلیمنٹ کو اس کا اختیار دے گا کہ وہ اس ریاست کے بارے میں ضروری قانون بنائے اور اس کا بجٹ پیش کرے۔ اور اس ریاست کا انتظام صدر کے نمائندے کی حیثیت سے گورنر صدر کی ہدایتوں کے مطابق چلائے گا۔ ۱۹۶۷ء کے الیکشن کے بعد بنگال، بہار،

www.taemeernews.com

یو. پی. اور ہریانہ میں غیر کانگریسی حکومتیں قائم ہوگئی تھیں لیکن ان کے استعفیٰ کے بعد ان ریاستوں میں دستور کو معطل کر دیا گیا اور ان ریاستی حکومتوں کے اختیارات صدر نے اپنے ہاتھ میں لے لئے۔ ہریانہ میں ۱۹۶۸ء میں دوبارہ الیکشن ہوا اور کانگریسی حکومت قائم ہوگئی۔ بقیہ ریاستوں میں صدر راج نافذ ہوا اور صدر کے نمائندے کی حیثیت سے ان ریاستوں کے گورنر ان ریاستوں کا انتظام چلا رہے تھے اور فروری ۱۹۶۹ء میں الیکشن ہونے کے بعد عوامی حکومتیں ان ریاستوں میں قائم ہوئیں لیکن سوائے یو. پی. اور اڑیسہ کے اور ریاستوں میں یکے بعد دیگرے پھر وزارتیں مستعفی ہوئیں اور سوائے تامل ناڈو، یو. پی، اڑیسہ اور کیرالہ کے بقیہ ریاستوں میں مارچ ۱۹۷۲ء میں الیکشن ہوئے۔ گجرات اور میسور کی وزارتوں کو بھی کانگریس میں اختلاف رونما ہونے کے بعد اس لئے مستعفی ہونا پڑا کہ ان دونوں ریاستوں کی کانگریس ممبروں کی خاصی تعداد سنڈیکیٹ کانگریس سے مستعفی ہوگئی۔ ان دونوں ریاستوں میں بھی صدر راج نافذ کر دیا گیا اور ان میں بھی مارچ ۱۹۷۲ء میں الیکشن ہوا اور فروری مارچ ۱۹۷۶ء میں تامل ناڈو اور گجرات کی غیر کانگریسی وزارتوں کی جگہ صدر راج نافذ کر دیا۔ پنجاب میں خالصتان حکومت کے مطالبے اور سکھ انتہاپسندوں کی شورش سے نمٹنے کے لئے صدر راج نافذ کیا گیا۔ جولائی ۱۹۸۵ء میں لونگووال سے پنجاب معاہدے کے بعد پنجاب اسمبلی کا الیکشن ہوا اور اکالی دل کی وزارت سرجیت سنگھ برنالہ کی قیادت میں قائم ہوئی۔

۱۹۷۷ء میں جنتا پارٹی کی حکومت نے اس وقت کے قائم مقام صدر مسٹر جتی کو اس پر مجبور کیا کہ وہ شمالی ہند کی نو ریاستوں کی کانگریسی وزارتوں

www.taemeernews.com

کو برخاست کردیں اور ان ریاستوں کی اسمبلیوں کے الیکشن کرائیں۔ چنانچہ یہی ہوا۔ اس طرح سے جنوری ۱۹۸۰ء میں مرکز میں کانگریسی حکومت کے قیام کے بعد جن ریاستوں میں جنتا حکومتیں قائم تھیں سوائے ہریانہ کے (کہ جہاں کی اسمبلی کے ممبروں کی اکثریت اپنے وزیر اعلیٰ مسٹر بھجن لال کی قیادت میں کانگریس میں شامل ہوگئی تھی) الکشن کرائے گئے۔

جنوری ۱۹۷۹ء میں شدید باہمی اختلافات کے باعث جنتا پارٹی کی حکومت مرکز میں برسر اقتدار نہ رہ سکی اور اس کے وزیر اعظم مسٹر مرار جی ڈیسائی کو مستعفی ہونا پڑا۔ اس کے بعد اس وقت جنتا پارٹی ایس اور بعد میں لوک دل کے لیڈر چودھری چرن سنگھ جن کو دوسری پارٹیوں کے ساتھ کانگریس آئی کی حمایت حاصل تھی کو صدر جمہوریہ نے حکومت بنانے کی دعوت دی! اس طرح دستور کے نفاذ کے ۲۹ برس بعد پہلی دفعہ یہ صورت پیش آئی کہ صدر جمہوریہ نے اپنے صوابدید (DISCRETION) کو استعمال کیا ورنہ اس سے پہلے اکثریتی پارٹی کی اکثریت اتنی زیادہ ہوتی تھی کہ صدر اس کے لیڈر کو ہمیشہ حکومت بنانے کی دعوت دیتا تھا۔

ایسی صورت حال کے رونما ہونے پر صدر شہریوں کے کسی بھی بنیادی حق (جس میں آزادی تقریر، آزادی تحریر، انجمن بنانا، اس میں شامل ہونے کا حق، ملک کے کسی حصے یا علاقے میں آباد ہونے کا حق، جائداد کی خرید و فروخت کا حق، کسی صنعت و حرفت یا پیشے کو اختیار کرنے کا حق سب ہی شامل ہیں) معطل کر سکتا ہے۔ مگر وہ ہائی کورٹ کے اختیارات اپنے ہاتھ

www.taemeernews.com

میں نہیں لے سکتا اور نہ اس کے متعلق دستور کی کسی دفعہ کو معطل کرسکتا ہے لیکن ۴۴ ویں ترمیم کی رو سے جان اور آزادی کے حق کو صدارتی فرمان کے ذریعہ معطل نہیں کیا جاسکتا۔

ایوان عام یا لوک سبھا کے اجلاس نہ ہونے کے دوران میں وہ ریاست کے سرمایۂ محفوظ میں سے رقم خرچ کرنے کی منظوری دے سکتا ہے۔ یہ دفعات گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء کے ماتحت گورنروں کے خصوصی اختیارات کی یاد دلاتے ہیں اور ان کی موجودگی سے اس کا اندیشہ ہوتا ہے کہ ریاستوں میں مطلق العنان حکومت قائم ہو جائے گی مگر دونوں میں فرق ہے کیوں کہ دستور کی رو سے اس صورتِ حال کے رونما ہونے پر ریاستی مجلس قانون ساز کے اختیارات پارلیمنٹ کو حاصل رہیں گے جو عوام کی منتخب کردہ جماعت ہے۔ لہٰذا مطلق العنان حکومت کا کوئی اندیشہ نہیں۔

اس صورت حال کے واقع ہونے کی صورت میں صدر جمہوریہ کو بے پناہ اور وسیع اختیارات حاصل ہو جائیں گے۔ دستور میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

اگر صدر کو اس کا اطمینان ہو جائے کہ ایسی صورت حال پیدا ہوگئی ہے کہ ہند یونین یا اس کے کسی حصے کی مالی ساکھ خطرے میں پڑگئی ہے تو وہ مالی ہنگامی صورتِ حال کے رونما ہونے کا اعلان کرسکتا ہے اور اس صورتِ حال سے نپٹنے کے لئے ضروری ہدایتیں جاری کرسکتا ہے جن میں سرکاری ملازموں کی تنخواہوں اور بھتوں میں تخفیف اور دوسرے مصارف میں تخفیف شامل ہوگی۔ ریاستی قانون ساز جماعتوں کے منظور کردہ مالی بلوں کے لئے بھی صدر جمہوریہ کی منظوری ضروری ہوگی۔

www.taemeernews.com

متفرق اختیارات

دوسرے ملکوں کے سفیر اپنے کاغذات صدر جمہوریہ کے سامنے پیش کریں گے۔ قومی اعزاز مخصوص تقریبوں میں صدر جمہوریہ اپنے ہاتھ سے تقسیم کرے گا اور دوسری ملکوں کے سربراہوں کا استقبال دہلی میں کرے گا اور ان کے اعزاز میں دعوت کرے گا۔

نائب صدر (VICE PRESIDENT)

جمہوریہ ہند کا ایک نائب صدر بھی ہوگا جو اپنے عہدے کے اعتبار سے راجیہ سبھا کا چیرمین یا صدر ہوگا۔ اس لحاظ سے جمہوریہ ہند کا نائب صدر ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے نائب صدر کی مانند ہے۔

اگر استعفیٰ، بیماری، موت یا برطرفی کی وجہ سے جمہوریہ ہند کی صدارت کا عہدہ خالی ہوجائے تو نائب صدر اس وقت تک بحیثیت قائم مقام صدر کام کرے گا جب تک کہ نئے صدر کا انتخاب نہ ہوجائے اور وہ اپنے عہدے کا چارج نہ سنبھال لے۔

صدر کی ملک سے غیر حاضری کی صورت میں نائب صدر اس کی جگہ کام کرے گا۔ اب تک دو ایسے موقعے آئے ہیں کہ نائب صدر جمہوریہ نے قائم مقام صدر جمہوریہ کی حیثیت سے کام کیا۔ پہلی دفعہ مئی ۱۹۶۹ء میں ڈاکٹر ذاکر حسین صدر جمہوریہ کے انتقال کے بعد مسٹر وی۔ وی۔ گری نائب صدر جمہوریہ قائم مقام صدر جمہوریہ ہوئے اور انھوں نے اس عہدے سے اس وقت استعفیٰ دیا کہ جب انھوں نے صدارتی انتخاب لڑنے کا

www.taemeernews.com

فیصلہ کیا۔ دوسری دفعہ مسٹر فخرالدین علی احمد کے انتقال کے بعد فروری ۱۹۷۷ء میں مسٹر بی۔ ڈی۔ جتی قائم مقام صدر جمہوریہ کی حیثیت سے، مسٹر سنجیوا ریڈی کے بلامقابلہ صدر منتخب ہونے تک، کام کرتے رہے۔

نائب صدر کا انتخاب پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں کے ممبر مشترک اجلاس میں کریں گے۔ یہ انتخاب تناسبی نمائندگی (PROPORTIONAL REPRESENTATION) کے ذریعے ہوگا۔ ہندیونین کا ہر شہری بشرطیکہ وہ کم سے کم ۳۵ سال کا ہو اور راجیہ سبھا کی ممبری کی شرطیں پوری کرتا ہو، نائب صدر منتخب ہونے کا اہل ہو سکتا ہے۔ تحریک عدم اعتماد پاس ہونے کی صورت میں اسے اس کے عہدے سے ہٹایا جا سکتا ہے یا بیماری یا جسمانی معذوری کی وجہ سے بالکل ناقابل ہونے کی صورت میں بھی ہٹایا جا سکتا ہے۔

وزیروں کی کونسل

دستور میں مرکزی حکومت میں وزیروں کی کونسل کا بھی ذکر ہے جس کا لیڈر وزیر اعظم ہوگا۔ دستور کی ۳۹ ویں ترمیم کی رو سے اب وزیر اعظم کے الیکشن کو کسی عدالت میں چیلنج نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے بارے میں پارلیمنٹ خود بذریعہ قانون الیکشن کی سماعت کے لئے کوئی مخصوص انتظام کرے گی۔ لیکن جنتا دور حکومت میں اس ترمیم کو حذف کر دیا۔ اس کونسل کا کام صدر جمہوریہ کو اس کے فرائض کی بجا آوری میں مشورہ دینا ہے۔ لیکن عملاً حکومت یہی وزیروں کی کونسل چلاتی ہے۔ پارلیمنٹری جمہوری نظام حکومت کے اصولوں کے مطابق وزیر اعظم اور زیادہ تر وزیر لوک سبھا کی اکثریتی پارٹی کے ممبروں میں سے ہوں گے۔

www.taemeernews.com

تھوڑے سے وزیر راجیہ سبھا سے بھی لئے جا سکتے ہیں۔ یہ وزیر اپنے سارے کاموں اور پالیسیوں کے لئے لوک سبھا کے سامنے جواب دہ اور ذمہ دار ہوتے ہیں اور اس وقت تک وزیر رہتے ہیں جب تک انھیں لوک سبھا کی اکثریت کی تائید حاصل ہو۔ لیکن اگر لوک سبھا میں کسی پارٹی کو اکثریت حاصل نہ رہے تو پھر صدر جمہوریہ خاصے اختیارات کا مالک ہو سکتا ہے اور اس صورت میں اس کے ڈکٹیٹر ہو جانے کا خاصا اندیشہ ہے جیسا کہ جولائی ۱۹۷۹ء میں جنتا پارٹی میں پیدا شدہ بحران کے وقت ہوا تھا۔

وزیروں کی کونسل کے اہم حصے کو کابینہ (CABINET) کہا جاتا ہے۔ یہ وزیر اعظم اور دوسرے اہم وزیروں پر مشتمل ہوتی ہے۔ حکومت کی ساری پالیسی یہی کابینہ بناتی ہے۔

وزیر اعظم کا تقرر صدر جمہوریہ کرتا ہے۔ الیکشن کے بعد لوک سبھا کی اکثریتی پارٹی کے لیڈر کو صدر جمہوریہ وزارت بنانے یا مرکزی حکومت چلانے کی دعوت دیتا ہے۔ وزیر اعظم دوسرے وزیروں کے تقرر کی سفارش صدر جمہوریہ سے کرتا ہے اور یہ وزیر صدر جمہوریہ مقرر کرتا ہے۔

کابینہ کے فیصلوں کی اطلاع وزیر اعظم صدر جمہوریہ کو برابر دیتا ہے اور اس کے علاوہ بھی ہر قسم کی اطلاع دیتا ہے۔ ۴۴ویں دستوری ترمیم کی رو سے صدر کو اس کا حق حاصل ہے کہ وہ مرکزی کابینہ کے پاس اس کے کسی سابقہ فیصلے کو دوبارہ غور کرنے کے لئے بھیج سکتا ہے۔ ہنگامی صورت حال کے نفاذ کے وقت کابینہ کا فیصلہ یا مشورہ تحریری صورت میں صدر کے پاس

www.taemeernews.com

بھیجا جانا ضروری ہے۔ عملاً وزیر اپنے عہدوں پر اس وقت تک رہتے ہیں۔ جب تک انھیں لوک سبھا کے ممبروں کی اکثریت کی تائید حاصل ہے۔

کابینہ لوک سبھا کے سامنے مجموعی حیثیت سے جواب دہ اور ذمہ دار ہے۔ اگرچہ ہر وزیر اپنے محکمے کے کاموں کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ لیکن ایک کی غلطی سارے کابینہ کی غلطی سمجھی جاتی ہے۔ اگر کسی وزیر کو کابینہ کے فیصلے سے اختلاف ہو تو وہ اپنے عہدے سے استعفیٰ دے سکتا ہے۔ ورنہ وہ کابینہ کے فیصلوں کی تائید کرے گا۔

لوک سبھا کے عدم اعتماد کے معنی پوری وزارت کے خلاف عدم اعتماد کے ہیں۔ اگر کسی ایک وزیر کے خلاف لوک سبھا عدم اعتماد کی تجویز پاس کرتی ہے تو پوری کابینہ استعفیٰ دے دے گی۔

ہر وزیر کو حکومت کا کوئی نہ کوئی محکمہ یا وزارت سپرد کیا جاتا ہے اور وہ اس وزارت کے سارے کاموں کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ اس وزارت سے متعلق جتنے بھی سوالات پارلیمنٹ میں پوچھے جائیں گے ان سب کا جواب دینا اس کے ذمے ہے۔ پالیسی اور اہم امور سے متعلق فیصلے پوری کابینہ کرتی ہے۔

وزیروں کو عہدہ سنبھالنے سے پہلے عہدہ اور رازداری کا حلف اٹھانا پڑتا ہے یعنی کابینہ کے جلسوں میں جو فیصلے ہوتے ہیں اور جس قسم کی بحث و مباحثے ہوتے ہیں ان کا ذکر وہ کسی غیر سے نہیں کر سکتے۔

کابینہ کا صدر وزیر اعظم ہوتا ہے اور وہی تمام وزیروں کو ایک

www.taemeernews.com

رشتے میں منسلک رکھتا ہے۔ اگر کوئی وزیر اس سے یا کابینہ کے فیصلوں سے متفق نہ ہو تو وزیر اعظم اسے استعفیٰ دینے پر مجبور کر سکتا ہے۔ چنانچہ مسٹر مرارجی ڈیسائی، ڈاکٹر رام سبھاگ سنگھ اور بعض دوسرے وزیروں کو ۱۹۶۹ء میں مرکزی وزارت سے مستعفی ہونا پڑا کیوں کہ انھیں وزیر اعظم کا اعتماد حاصل نہیں رہا تھا۔

وزیر اعظم لوک سبھا کا لیڈر ہوتا ہے۔ ایوان کے سامنے اہم مسئلے پیش کرتا ہے اور اہم باتوں کے بارے میں حکومت کی پالیسی کا اعلان کرتا ہے۔ دوسرے وزیروں کے سارے کاموں کی نگرانی وہی کرتا ہے۔ کابینہ کے فیصلوں کو صدر جمہوریہ تک وہی پہنچاتا ہے۔ اس کے مستعفی ہونے پر ساری کابینہ مستعفی سمجھی جائے گی۔

وزیروں کے لئے پارلیمنٹ کا ممبر ہونا لازمی ہے۔ اگر کوئی وزیر تقرر کے وقت پارلیمنٹ کا ممبر نہیں ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ اپنے تقرر کے چھ مہینے کے اندر وہ پارلیمنٹ کے کسی ایوان کا ممبر ہو جائے۔ لوک سبھا کی مدت پانچ برس کی ہے۔ اگر کابینہ عمدگی کے ساتھ اپنے فرائض انجام دیتی رہے اور اسے لوک سبھا کی اکثریت کی تائید حاصل رہے تو پھر وہ اس مدت تک اپنے عہدے پر برقرار رہ سکتی ہے۔ اگر اس سے پہلے ایوان برخاست کر دیا گیا اور نئے الیکشن ہونے لگے یا کابینہ کے خلاف لوک سبھا نے عدم اعتماد کی تجویز پاس کر دی تو پھر کابینہ کو مستعفی ہونا پڑے گا۔

وزیروں کی تنخواہیں اور بھتے پارلیمنٹ مقرر کرتی ہے۔

www.taemeernews.com

وزیروں کی تعداد دستور میں مقرر نہیں کی گئی ہے۔ ان کی تعداد کام پر منحصر ہے۔ وزیروں کو مختلف وزارتیں وزیر اعظم کی رائے کے مطابق صدر جمہوریہ سپرد کرتا ہے۔

کابینہ جو بھی فیصلہ کرتی ہے وہ صدر جمہوریہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ کابینہ مختلف وزارتوں میں اشتراکِ عمل اور ہم آہنگی پیدا کرتی ہے۔ تمام ضروری قوانین (جو حکومت کی طرف سے پارلیمنٹ میں پیش کئے جاتے ہیں) کا مسودہ وہی تیار کرتی ہے اور بجٹ بھی وہی تیار کرتی ہے۔

دستور میں اس کا صراحت کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے کہ کابینہ پارلیمنٹ کے روبرو ذمہ دار اور جواب دہ ہے۔ اس طرح سے ہندیونین کا دستور آئرلینڈ کے دستور سے مشابہ ہے۔

مشقی سوالات

۱۔ صدر جمہوریہ کے انتخاب کے طریقے کو بیان کیجئے۔

۲۔ صدر جمہوریہ کے فرائض اور اختیارات کو بیان کیجئے۔

۳۔ صدر جمہوریہ کے ہنگامی اختیارات کو تفصیل سے بیان کیجئے۔

۴۔ وزیر اعظم اور وزیروں کی کونسل کے اختیارات کو بیان کیجئے۔

۵۔ نائب صدر کے اختیارات کو بیان کیجئے۔

مرکزی مجلس قانون ساز یا پارلیمنٹ

دستور نے جمہوریہ ہند کی مرکزی مجلس قانون ساز کو پارلیمنٹ کا نام دیا ہے۔ یہ صدر جمہوریہ اور دو ایوانوں پر مشتمل ہے۔ ان ایوانوں کے نام راجیہ سبھا یا ریاستوں کی کونسل (COUNCIL OF STATES) اور لوک سبھا یا ایوان عام (HOUSE OF PEOPLE) ہیں۔

دستور کے ماتحت لوک سبھا کا پہلا انتخاب جنوری فروری ۱۹۵۲ء دوسرا فروری مارچ ۱۹۵۷ء، تیسرا فروری ۱۹۶۲ء، چوتھا فروری ۱۹۶۷ء اور پانچواں الیکشن مارچ ۱۹۷۱ء میں ہوا یعنی اپنی مدت سے ایک سال پہلے۔ کیوں کہ لوک سبھا میں کانگریس کو برائے نام اکثریت حاصل تھی اور بغیر کمیونسٹ پارٹی کی حمایت کے کانگریس کو کام چلانا مشکل پڑتا تھا اس لئے عوام کی حمایت حاصل کرنے کے لئے لوک سبھا توڑ دی گئی۔ اور مارچ ۱۹۷۱ء میں الیکشن ہوا۔
چھٹا عام انتخاب مارچ ۷۷ء میں ہوا جس میں پہلی بار کانگریس کو شکست ہوئی اور وہ لوک سبھا میں اکثریت حاصل کرنے میں ناکام رہی لیکن یہ لوک سبھا اپنی عام مدت پوری نہ کر سکی اور اس کو صدر نے برخاست کر دیا کیوں کہ اگست ۷۹ء

www.taemeernews.com

میں جنتا پارٹی میں پھوٹ پڑ جانے کے باعث لوک سبھا میں کسی پارٹی کو بھی اکثریت حاصل نہ رہی تھی۔ نہ جنتا پارٹی کو اور نہ چودھری چرن سنگھ کی قیادت میں جنتا ایس کو۔ ساتویں لوک سبھا کا عام الیکشن جنوری ۱۹۸۰ء میں ہوا اور اس میں کانگریس کو غیر معمولی اکثریت حاصل ہوئی۔ ۳۱ اکتوبر ۱۹۸۴ء کو اندرا گاندھی کے قتل کے بعد ان کی جگہ راجیو گاندھی کو کانگریس پارٹی نے اپنا لیڈر منتخب کیا۔ اس حیثیت سے وہ وزیر اعظم ہوئے۔ انھوں نے صدر جمہوریہ کو لوک سبھا تحلیل کرنے کا مشورہ دیا۔ چنانچہ اس کے مطابق دسمبر ۱۹۸۴ء میں لوک سبھا کا الیکشن ہوا اور کانگریس کو زبردست اکثریت حاصل ہوئی۔

دنیا کی تاریخ میں یہ سب سے بڑے الیکشن ہوئے اور بڑے ہی پُرامن طریقے سے۔

صدر جمہوریہ پارلیمنٹ کا بہت ہی اہم جزو ہے۔ اس لئے کہ بغیر اس کی منظوری کے پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں سے پاس کئے ہوئے قانون ملک کے قانون نہیں بن سکتے۔ جمہوریہ ہند کا سربراہ یا HEAD ہونے کی حیثیت سے صرف وہی ان قوانین کو نافذ کر سکتا ہے۔ دونوں ایوانوں کے اجلاس وہی طلب کر سکتا ہے وہی ان کو برخاست کر سکتا ہے اور لوک سبھا کو منتشر (DISSOLVE) کر سکتا ہے۔ اسے کسی بھی ایوان میں پیغام (MESSAGE) بھیجنے کا حق حاصل ہے۔ وہ کسی بھی بل کو دوبارہ غور کرنے کے لئے دونوں ایوانوں یا کسی ایوان میں بھیج سکتا ہے۔

ریاستوں کی کونسل یا راجیہ سبھا کی تشکیل
(COMPOSITION OF COUNCIL OF STATES)

ہر وفاقی دستور کی طرح جمہوریہ ہند کی مرکزی مجلس قانون

www.taemeernews.com

سازیا پارلیمنٹ کے بھی دو ایوان ہیں۔ اس کے بالائی ایوان UPPER HOUSE کا نام ریاستوں کی کونسل یا راجیہ سبھا (COUNCIL OF STATES) ہے۔ یہ ہند یونین کی وحدتوں یا ریاستوں کی نمائندہ اور مستقل (PERMANENT) جماعت ہے یعنی یہ جماعت پوری کی پوری منتشر (DISSOLVE) نہیں کی جائے گی یعنی پوری کونسل کا الیکشن نہیں ہوگا۔ بلکہ ہر دو سال کے بعد اس کے ممبروں کی ایک تہائی تعداد کی ممبری ختم ہو جائے گی اور اس کا الیکشن ہوا کرے گا۔

اس کونسل کے ممبروں کی زیادہ سے زیادہ تعداد ۲۵۰ رکھی گئی ہے جس میں سے ۱۲ کو صدر جمہوریہ نامزد کرے گا۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جو علوم، فنون، سائنس ادب یا سماجی خدمات میں غیر معمولی خدمات کے مالک ہوں۔ ان ممبروں میں ڈاکٹر تارا چند، ڈاکٹر واڈیہ جیسے ممتاز مورخ اور سائنسداں رہ چکے ہیں۔ تازہ ترین ترمیم کی رو سے اب کونسل کے منتخبہ ممبروں کی تعداد ۲۳۲ ہے۔ منتخبہ ممبروں کو ریاستی اسمبلیاں منتخب کرکے بھیجتی ہیں۔ کونسل کا الیکشن بالواسطہ (INDIRECT) رکھا گیا ہے یعنی اسے عام ووٹر نہیں منتخب کرتے بلکہ ریاستی اسمبلی کے منتخبہ ممبر اس کے ممبروں کو منتخب کرتے ہیں۔ جس پارٹی کی اسمبلی میں جتنی تعداد ہوتی ہے اسی تناسب سے اس کے ممبر منتخب ہو کر راجیہ سبھا میں آجاتے ہیں۔ کیوں کہ الیکشن متناسبی نمائندگی (PROPOR-TIONAL REPRESENTATION) کے ذریعہ ہوتا ہے۔

لوک سبھا کی تشکیل پارلیمنٹ کے ایوان زیریں (LOWER HOUSE) کا نام لوک سبھا یا ایوانِ عام (HOUSE OF PEOPLE)

www.taemeernews.com

ہے۔ اس کے ممبروں کی زیادہ سے زیادہ تعداد ۵۲۳ رکھی گئی تھی۔ دستور کی ۳۱ ویں ترمیم ۱۹۷۳ء کی رو سے یہ تعداد بڑھ کر ۵۲۹ ہوئی اور اب اس کے ممبروں کی تعداد ۵۴۵ ہوگئی ہے۔ دو اینگلو انڈین کو صدر جمہوریہ نامزد کریں گے۔

ان ممبروں کو عام ووٹر براہ راست منتخب کرتے ہیں۔ یعنی ملک کی ساری بالغ آبادی جس کی تعداد اب ۳۴ کروڑ کے قریب ہے (ملک کی موجودہ آبادی ۶۸ کروڑ کے قریب ہے۔) ہر بالغ ہندوستانی کہ جس کی عمر ۲۱ سال کی ہو یا اس سے زیادہ کی اور جس کے دماغ میں کسی قسم کی خرابی نہ ہو اور جو سکونت کی شرطیں پوری کرتا ہو، لوک سبھا کے الیکشن میں ووٹ دے سکتا ہے۔ انتخاب مشترکہ ہوتے ہیں یعنی تمام ملتوں اور مذہبوں کے لوگ مل کر اپنا نمائندہ چنتے ہیں۔ برطانوی دور حکومت میں جداگانہ انتخاب تھا یعنی ہندو ہندووں کو منتخب کرتے تھے اور مسلمان مسلمانوں کو، لیکن جمہوریہ ہند کے دستور نے جداگانہ طریق انتخاب کو رد کر دیا کیوں کہ اس سے فرقہ دارانہ منافرت اور کشیدگی بڑھتی تھی۔ اچھوتوں اور پسماندہ قبیلوں کے لئے البتہ ممبریاں محفوظ کی گئی ہیں۔ اینگلو انڈین کی آبادی چوں کہ ملک میں بہت ہی کم ہے اس لئے دستور میں یہ دفعہ رکھی گئی ہے کہ دو اینگلو انڈین کو صدر لوک سبھا کا ممبر نامزد کرے گا۔

ایوان کا ممبر منتخب کرنے کے لئے ہندیونین کی ریاستوں اور مرکز کے زیر انتظام علاقوں میں انتخابی حلقے بنائے جاتے ہیں اور ہر حلقے سے ممبر چنے جاتے ہیں۔ ممبروں کی تعداد اس تناسب سے رکھی گئی ہے کہ ہر ساڑھے سات لاکھ باشندوں کا کم سے کم ایک ممبر ہو اور پانچ لاکھ باشندوں کے لئے کسی طرح سے ایک سے زیادہ ممبر نہ ہو۔

www.taemeernews.com

بالعموم لوک سبھا پانچ سال تک کام کرے گی بجز اس کے کہ وہ اس مدت سے پہلے منتشر (DISSOLVE) کردی جائے اور اس کا نیا الیکشن ہو۔ یہ اس وقت ہوتا ہے کہ جب وزارت کے خلاف لوک سبھا تحریک عدم اعتماد پاس کردے اور کوئی دوسری پارٹی وزارت نہ بنا سکے یعنی اسے ایوان میں اکثریت حاصل نہ ہو۔ چنانچہ پہلی دفعہ مارچ ۱۹۷۱ء میں لوک سبھا کی عام مدت ختم ہونے سے سال بھر پہلے الیکشن ہوا کیوں کہ لوک سبھا میں اکثریت برائے نام تھی۔ دوبارہ یہی صورت جولائی اگست ۱۹۷۹ء میں پیش آئی جب جنتا پارٹی میں پھوٹ پڑگئی اور نہ جنتا پارٹی کو اکثریت حاصل رہی اور نہ جنتا ایس کو اس لئے صدر جمہوریہ کو لوک سبھا کو منتشر کرنا پڑا اور جنوری ۱۹۸۰ء میں الکشن ہوا۔ ۱۹۸۴ء میں اندرا گاندھی کے قتل کے کچھ دن بعد وزیر اعظم کے کہنے پر صدر نے لوک سبھا تحلیل کردی۔ دسمبر ۱۹۸۴ء میں الیکشن ہوا اس طرح سے آٹھویں لوک سبھا جنوری ۱۹۸۵ء میں وجود میں آئی۔

ہنگامی صورت حال کے رونما ہونے پر اس کی مدت کار میں ایک وقت میں ایک سال کی توسیع کی جاسکتی ہے لیکن اس صورت حال کے اعلان کے واپس لئے جانے کے بعد چھ مہینے سے زیادہ کی توسیع نہیں کی جاسکتی۔

کسی بھی جمہوری نظام حکومت کی کامیابی کے لئے ضروری ہے کہ الیکشن جائز طریقے سے ہوں اور اس میں کسی قسم کی بدعنوانی نہ ہو۔ حکومت کی طرف سے اس میں مداخلت نہ کی جائے۔ دوسروں پر ناجائز دباؤ نہ ڈالا جائے ورنہ پھر صحیح معنوں میں جمہوری حکومت نہ ہوگی۔ اس مقصد کے لئے ایک آزاد اور غیر جانبدار الیکشن کمیشن مقرر کیا گیا ہے جو ووٹروں کی فہرست تیار کرتا ہے۔

www.taemeernews.com

انتخابی حلقے (CONSTITUENCY) بناتا ہے۔ الیکشن کی نگرانی کرتا ہے اور مختلف پارٹیوں کے انتخابی نشان مقرر کرتا ہے۔ چنانچہ اسی کمیشن نے سب الیکشن کرائے۔ جب کسی پارٹی میں پھوٹ پڑتی ہے تو اس کے انتخابی نشان کو حاصل کرنے کے لئے اس پارٹی کے دونوں مخالف گروہ اپنے اپنے دعوے پیش کرتے ہیں اور الیکشن کمیشن اس کا فیصلہ اس طرح سے کرتا ہے کہ جیسے کوئی عدالت کسی مقدمے کو فیصل کرنے کے لئے کرتی ہے۔ مثلاً جب ۱۹۶۹ء میں کانگریس میں پھوٹ پڑی اور کانگریسیوں کی بہت بڑی اکثریت مجالس قانون ساز کے اندر اور کانگریس تنظیم کے اندر مسز اندرا گاندھی کے ساتھ رہی تو اس کے مخالف گروپ نے جو اقلیت میں تھا، اپنے کو تنظیمی کانگریس کا نام دیا تو ان دونوں کانگریس پارٹیوں نے الکشن کمیشن سے الکشن میں کانگریس کے انتخابی نشان کو دیئے جانے کا مطالبہ کیا اور اسی طرح سے جنوری ۱۹۷۸ء میں کانگریس میں دوسری تقسیم ہوئی اور اصل کانگریس، کانگریس (آئی) کے نام سے سرگرم عمل ہوئی تو اس وقت بھی انتخابی نشان کا معاملہ الکشن کمیشن کے سامنے پیش ہوا۔ دونوں موقعوں پر کمیشن نے انتخابی نشان کے بارے میں اپنا فیصلہ دیا اور نئے انتخابی نشان دونوں پارٹیوں کو دیئے۔ اب اگست ۱۹۸۵ء میں ANTI DEFECTION قانون پاس ہوا۔ اس کی رو سے پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں میں سے کوئی ممبر دوسری پارٹی میں شریک ہوتا ہے تو اس کی ممبری ختم ہو جائے گی بجز اس کے کہ کسی پارٹی کے ممبروں کی ایک تہائی تعداد پارٹی سے الگ ہو کر کسی دوسری پارٹی میں شمولیت اختیار کرے یا دوسری پارٹی بنائے۔

www.taemeernews.com

اگر لوک سبھا کے کسی ممبر کی قابلیت یا اہلیت کے بارے میں کوئی سوال چھڑ جائے یعنی یہ سوال پیدا ہو کہ وہ ممبر اس جماعت کی ممبری کے اہل نہیں ہے تو صدر جمہوریہ اس کا فیصلہ کرے گا۔ لیکن فیصلہ کرنے سے پہلے وہ کمیشن کی رائے اس بارے میں معلوم کرے گا اور اس کے مطابق فیصلہ کرے گا اگر کمیشن کی رائے میں وہ ممبر ایوان کی ممبری کے لئے نااہل ٹھہرتا ہے تو اسے ممبری سے ہٹا دیا جائے۔

اجلاس

دستور کی رو سے سال میں دونوں ایوانوں کے کم سے کم دو اجلاس ہونے ضروری ہیں۔ ایک اجلاس کی آخری اور دوسرے اجلاس کی پہلی نشست کی تاریخ کے درمیان چھ مہینے سے زیادہ وقفہ نہ ہونا چاہیئے۔ اجلاس کو طلب کرنا، ملتوی کرنا، برخاست کرنا اور لوک سبھا کو منتشر (DISSOLVE) کرنا صدر جمہوریہ کا کام ہے۔

کورم

ہر ایوان کے ممبروں کی ۱/۱۰ تعداد کی حاضری کے بغیر ایوان کا اجلاس نہ ہو سکے گا۔ ہر مسئلہ حاضر اور ووٹ دینے والے ممبروں کی کثرت رائے (MAJORITY) سے طے کیا جائے گا۔ ایوان کے صدر کو برابر برابر ووٹ پڑنے کی صورت میں فیصلہ کن CASTING ووٹ دینے کا حق بھی حاصل ہے۔

صدر اور نائب صدر

لوک سبھا کے صدر کا نام اسپیکر (SPEAKER) اور نائب صدر کا نام ڈپٹی اسپیکر ہے۔ راجیہ سبھا کے صدر کا نام چیرمین (CHAIRMAN) ہے جو نائب صدر جمہوریہ ہو گا اور نائب صدر کا ڈپٹی چیرمین (DEPUTY CHAIRMAN) ہے۔

اسپیکر یا ڈپٹی اسپیکر کو ان کے عہدوں سے لوک سبھا کے ممبروں کی اکثریت علیحدہ کر سکتی ہے بشرطیکہ ان کے خلاف عدم اعتماد کی تحریک

www.taemeernews.com

کا نوٹس ۱۴ دن پہلے سے دیا جا چکا ہو۔ یہی صورت راجیہ سبھا کے عہدے داروں کی بھی ہے۔

جب لوک سبھا تحلیل کر دی جائے گی تو الکشن کے بعد نئے ایوان کے پہلے اجلاس تک پرانی لوک سبھا کا ہی اسپیکر اپنے عہدے پر برقرار رہے گا۔ اسپیکر کی غیر حاضری میں ڈپٹی اسپیکر اور ڈپٹی اسپیکر کی غیر حاضری میں ایوان کا کوئی دوسرا ممبر کہ جسے ایوان کی کارروائی کے ضابطے کے ماتحت مقرر کیا جائے۔ صدارت کے فرائض انجام دے گا۔ اسپیکر اور ڈپٹی اسپیکر کے خلاف عدم اعتماد کی تجویز پیش ہونے کی صورت میں یہ دونوں ایوان کے جلسوں کی صدارت اس وقت تک نہ کر سکیں گے جب تک یہ تجویز ایوان کے سامنے زیر غور رہے۔

ایوانوں کے ممبری کی شرطیں

راجیہ سبھا کی ممبری کے لئے کم سے کم تیس سال کی عمر ہونی ضروری ہے۔ دوسری شرط یہ ہے کہ وہ ہند یونین کا شہری ہو۔ لوک سبھا کی ممبری کے لئے کم سے کم پچیس سال کی عمر ہونی چاہئے اور ہند یونین کا شہری بھی ہونا چاہئے۔ اس کے علاوہ دوسری شرطیں بھی پائی جانی چاہئیں جو پارلیمنٹ کی طرف سے وقتاً فوقتاً مقرر کی جائیں۔

وہ شخص پارلیمنٹ کے کسی ایوان کا ممبر نہیں ہو سکتا جو حکومت کے ماتحت کسی ایسے عہدہ یا خدمت پر مامور ہو جس کا اسے معاوضہ دیا جاتا ہو یا وہ شخص پاگل ہو گیا ہو یا کسی دوسری اسٹیٹ کا شہری بن گیا ہو یا پارلیمنٹ کے بنائے ہوئے کسی قانون کے ذریعے ممبری کے لئے نا اہل قرار دیا گیا ہو یا دیوالیہ ہو گیا ہو۔

کوئی شخص بیک وقت پارلیمنٹ کے کسی ایوان اور ریاستی مجلس قانون ساز

www.taemeernews.com

کا ممبر نہیں رہ سکتا۔ اگر وہ صدر جمہوریہ کے بنائے ہوئے قاعدوں کے بموجب مقررہ میعاد کے اندر ریاستی مجلس قانون ساز کی ممبری سے مستعفی نہیں ہو جاتا تو پھر پارلیمنٹ میں اس کی نشست خالی قرار دی جائے گی۔

اگر کوئی ممبر بغیر ایوان کی منظوری کے رخصت لیے بغیر ۶۰ دن تک اجلاس سے غیر حاضر رہے تو اس کی جگہ کے بھی خالی ہونے کا اعلان کر دیا جائے گا۔

۲۲ مارچ ۱۹۷۶ء کو راجیہ سبھا کے ممبر مسٹر سبرامنیم سوامی کو اجلاس سے غیر حاضر رہنے کی اجازت دینے سے راجیہ سبھا نے انکار کر دیا۔

غیر ممبروں کی اجلاس میں شرکت

اگر پارلیمنٹ کے کسی ایوان کے اجلاس میں کوئی غیر ممبر شرکت کرے یا رائے دے تو ہر ایک دن کے لئے کہ جب تک وہ اس طرح سے شرکت کرتا رہے اس پر پانچ سو روپے یومیہ کے حساب سے جرمانہ کیا جائے گا۔

ممبروں کے حقوق اور اختیارات

پارلیمنٹ کی کارروائی کو چلانے کے لئے مستقل قاعدے اور ضابطے بنائے گئے ہیں۔ ممبروں پر ان کی پابندی لازمی ہے۔ ان کا لحاظ رکھتے ہوئے پارلیمنٹ کے ممبروں کو تقریر کی پوری آزادی حاصل ہے۔ پارلیمنٹ کے کسی ایوان کے اجلاس کے اندر یا اس کی کسی کمیٹی کی کسی جلسے میں کسی بات کے کہنے یا کسی قسم کی رائے دینے کی بنیاد پر یا کسی قسم کی رائے ظاہر کرنے سے پارلیمنٹ کے ممبروں کے خلاف کسی عدالت میں

www.taemeernews.com

کسی قسم کی کارروائی نہ کی جائے گی۔ اگر ان ممبروں کی تقریر پارلیمنٹ کی کارروائی میں شائع کی جائیں تو اس پر بھی ممبروں سے کسی قسم کی باز پرس نہ کی جاسکے گی۔

پارلیمنٹ کے ممبروں کو وہ تمام اختیارات اور مراعات حاصل ہیں جو برطانوی دارالعوام (HOUSE OF COMMONS) کو حاصل ہیں۔ جب تک پارلیمنٹ اس بارے میں کوئی اور تصریح نہ کرے۔

پارلیمنٹ کے ممبروں کو وہ تنخواہیں اور الاؤنس ملیں گے جو پارلیمنٹ بذریعہ قانون مقرر کرے۔ چنانچہ جنوری ۱۹۸۶ء میں ممبران اور وزرا کے الاؤنسوں میں اضافہ کیا گیا۔ لیکن اگر کوئی ممبر ایوان کی توہین کرے یا مراعات شکنی کرے تو لوک سبھا اس کے خلاف کارروائی کرسکتی ہے۔ چنانچہ جنتا پارٹی کے دورِ حکومت میں جنتا پارٹی نے اپنی اکثریت سے ۱۹؍ دسمبر ۱۹۷۸ء کو مسز اندرا گاندھی کو ایوان کی مراعات کمیٹی (PRIVIEGE COMMITTEE) کی سفارش پر انھیں ایوان کی ممبری سے خارج کر دیا اور انھیں لوک سبھا کے اجلاس کے اختتام تک قید کی سزا بھی دی تھی اتنے دن انھیں جیل میں بھی رہنا پڑا۔

قانون سازی کا ضابطہ

اگرچہ پارلیمنٹ دو ایوانی (BICAMERAL) ہے لیکن دستور نے قانون سازی کے (LEGISLATIVE PROCEDURE) معاملوں میں لوک سبھا کو زیادہ بااختیار مانا ہے۔ مالی معاملوں میں اس کا فیصلہ آخری سمجھا گیا ہے۔

طریقۂ کار (PROCEDURE) کی تفصیل پارلیمنٹ کا ہر ایوان خود طے کرتا ہے۔ دستور میں صرف اصول، ضابطے بیان کئے گئے ہیں۔ ان کی رو سے

www.taemeernews.com

مالی بل کے سوا ہر قسم کا قانون پارلیمنٹ کے کسی بھی ایوان میں پیش کیا جاسکتا ہے۔ لیکن مالی بل پہلے لوک سبھا ہی میں پیش کیا جاسکتا ہے۔

کوئی بل یا قانون اس وقت تک پارلیمنٹ سے پاس شدہ نہیں سمجھا جاسکتا جب تک کہ اسے دونوں ایوان پاس کر دیں۔ اگر کسی ایوان نے اس میں کوئی ترمیم کر دی تو اس ترمیم سے دوسرے ایوان کا اتفاق کرنا بھی ضروری ہے۔ چنانچہ جب جنتا دور حکومت میں ۴۴ ویں دستوری ترمیم لوک سبھا سے پاس ہوئی تو اس ترمیم کی ۵ دفعات راجیہ سبھا نے پاس نہیں کیں کیوں کہ اس ایوان میں جنتا پارٹی کو اکثریت حاصل نہیں تھی۔ لوک سبھا کو یہ ترمیم اسی صورت میں پاس کرنی پڑی۔

کوئی قانون جو پارلیمنٹ میں زیر غور ہو اس بنا پر خود بخود ختم ہو جائے گا کہ ایوان کے اجلاس برخاست کر دیئے گئے ہیں۔

کوئی بل جو ریاستوں کی کونسل میں زیر غور ہو اور لوک سبھا سے منظور نہ ہوا ہو لوک سبھا کے منتشر (DISSOLVE) ہونے سے ختم ہو جائے گا۔

کوئی بل لوک سبھا سے منظور ہو گیا ہو اور راجیہ سبھا میں زیر غور ہو تو لوک سبھا کے منتشر ہو جانے پر وہ ختم سمجھا جائے گا اور اسے پاس کرانے کے لئے اسے لوک سبھا میں دوبارہ پیش کیا جائے گا۔

اگر کوئی بل ایک ایوان سے پاس ہو گیا ہو اور دوسرے ایوان نے اسے نامنظور کر دیا ہو یا کسی ترمیم کے بارے میں دونوں ایوانوں میں اختلاف ہو یا دوسرے ایوانوں کو بل کو بھیجے ہوئے چھ مہینے سے زیادہ ہو گئے ہوں یا اگر بل ایوان عام کے منتشر ہونے کی وجہ سے خود بخود ختم نہ ہو گیا ہو اور ایوانوں کا اجلاس جاری

www.taemeernews.com

ہو تو صدر جمہوریہ پیغام کے ذریعہ اور اگر اجلاس نہ ہو رہا ہو تو اعلان کے ذریعے اس کا اعلان کرے گا کہ اس اختلاف کو دور کرنے کے لیے دونوں ایوانوں کا مشترک اجلاس ہوگا اور کثرتِ رائے کا فیصلہ آخری فیصلہ سمجھا جائے گا۔

لیکن اس کا اطلاق مالی بلوں پر نہ ہوگا۔ چھ مہینے کی مدت کا حساب لگاتے وقت وہ زمانہ شمار نہ کیا جائے جب پارلیمنٹ کا اجلاس برخاست کر دیا گیا ہو یا دونوں ایوانوں کے چار دن سے زیادہ کے لیے ملتوی کر دیے گئے ہوں۔ صدر جمہوریہ کی طرف سے مشترکہ اجلاس طلب کیے جانے کی صورت میں کوئی ایوان اس بل کے بارے میں کسی قسم کی کارروائی نہیں کر سکتا۔

مشترک اجلاس میں دونوں ایوانوں کو شرکت کرنی ہوگی اور اس اجلاس میں اکثریت کا جو بھی فیصلہ ہو اسے دونوں ایوانوں کا فیصلہ سمجھا جائے گا۔

اگر بل ایک ایوان سے منظور ہو گیا ہو مگر دوسرے ایوان سے ترمیموں کے ساتھ منظور ہو کر پہلے ایوان میں واپس نہ بھیجا گیا ہو تو مشترک اجلاس میں صرف وہی ترمیمیں پیش کی جا سکیں گی جو بل کی منظوری میں دیر لگنے کی وجہ سے ضروری ہو گئی ہوں۔ اگر بل اس طرح پاس اور واپس ہو چکا ہے تو بل محض ایسی ترمیمیں کہ جن کا ذکر اوپر کیا جا چکا ہے اور ایسی ترمیمیں کہ جن کا ان معاملوں سے تعلق ہو کہ جس کے بارے میں ایوانوں نے اتفاق نہ کیا ہو پیش کی جا سکیں گی۔ جو شخص اجلاس کی صدارت کر رہا ہو اس کا فیصلہ قطعی ہوگا کہ اس ضمن کے ماتحت کن ترمیموں کو پیش کیا جا سکتا ہے۔

www.taemeernews.com

مالی بلوں کے بارے میں ضابطہ

راجیہ سبھا میں کوئی مالی بل پہلے نہیں پیش کیا جا سکتا۔ اس قسم کے بلوں کو پہلی صرف لوک سبھا ہی میں پیش کیا جا سکتا ہے۔ اس کی منظوری کے بعد انھیں راجیہ سبھا میں بھیجا جائے گا لیکن راجیہ سبھا کے لئے ضروری ہے کہ بل وصول ہونے کی تاریخ سے ۱۴ دن کے اندر اپنی تجویز کے ساتھ لوک سبھا کو بھیج دے۔ اگر راجیہ سبھا کی سفارش یا ترمیم کو لوک سبھا منظور کرلیتی ہے تو اس بل کو دونوں ایوانوں سے ترمیم کے ساتھ پاس شدہ سمجھا جائے گا۔ اگر لوک سبھا راجیہ سبھا کی سفارش یا ترمیم کو نہ مانے تو سمجھا جائے گا کہ یہ بل اسی صورت میں کہ جس میں لوک سبھا نے پاس کیا ہے دونوں ایوانوں سے پاس کر دیا گیا ہے۔

اگر کوئی مالی بل راجیہ سبھا سے ۱۴ دن کی مدت کے اندر لوک سبھا کو واپس نہیں بھیجا جاتا تو سمجھا جائے گا کہ اسے دونوں ایوانوں نے پاس کر دیا ہے۔

اس بل کو مالی بل سمجھا جائے گا کہ جو کسی قسم کا ٹیکس لگائے یا کسی ٹیکس کو منسوخ کرے یا اس میں کسی قسم کی تبدیلی کرے یا اس کے بارے میں کسی قسم کے قاعدے بنائے یا حکومت کے قرض لینے یا ضمانت دینے کے بارے میں قاعدے بنانے سے متعلق ہو یا ہندیونین کی حکومت کی مالی ذمہ داریوں کے بارے میں کسی قانون یا کسی قسم کی ترمیم کرتا ہو یا جس کا تعلق (CONSOLIDATED) فنڈ کے تحفظ سے ہو یا کسی خزانے میں روپے جمع کرنے یا اس سے روپیہ نکالنے کے بارے میں ہو یا ہندیونین کی آمدنی کو صرف میں لانے سے متعلق یا کسی خرچ کی رقم میں اضافے سے متعلق ہو یا کسی خرچ کو ایسا خرچ قرار دے جو

www.taemeernews.com

ہندیونین کی آمدنی سے واجب الادا ہو یا ہندیونین کی کسی آمدنی کی رقم کی وصولی کے بارے میں ہو یا اس کی تحویل سے متعلق ہو یا ہندیونین کے حسابات کے آڈٹ کے بارے میں ہو۔

اگر کسی بل کے سلسلے میں یہ سوال پیدا ہو کہ یہ مالی بل ہے یا نہیں تو اس بارے میں لوک سبھا کے اسپیکر کا فیصلہ قطعی اور آخری سمجھا جائے گا۔

جب کوئی بل پارلیمنٹ کے ایوانوں سے پاس ہو گیا ہو تو اسے صدر جمہوریہ کے پاس منظوری کے لئے بھیجا جائے گا۔ صدر جمہوریہ کو اختیار ہے کہ اس پر اپنی منظوری دے یا نہ دے۔

غیر مالی بل کی اگر منظوری نہ دینے کی صورت میں صدر دونوں ایوانوں کو ایک پیغام (MESSAGE) بھیجے گا اور دونوں سے یہ درخواست کرے گا کہ وہ پورے بل اور اس کی خاص دفعہ پر دوبارہ غور کریں اور اس میں اس قسم کی ترمیمیں کریں۔ اگر دونوں ایوان اس بل کو ترمیم کے ساتھ یا بلا ترمیم کے پاس کر دیں تو پھر صدر جمہوریہ اس بل پر اپنی منظوری دے گا۔

ہر مالی سال کے بارے میں جو پہلی اپریل سے شروع اور ۳۱ مارچ کو ختم ہوگا، صدر جمہوریہ دونوں ایوانوں میں ہندیونین کی آمدنی اور خرچ کا تخمینہ یا بجٹ اپنی سفارش کے ساتھ پیش کرے گا۔ جسے وزیر مالیات پیش کرے گا۔ بجٹ میں مصارف کے جو تخمینے شامل ہوں گے وہ حسب ذیل طریقے سے دکھائے جائیں گے۔

(الف) وہ تخمینے جو اس خرچ کو پورا کرنے کے لئے ضروری ہوں۔ جسے

www.taemeernews.com

دستور نے ہند یونین کی آمدنی میں سے واجب الادا قرار دیئے ہوں۔

(ب) وہ تخمینے کہ جس سے دوسرے خرچ کہ جو ہند یونین کی آمدنی میں سے کئے جانے تجویز ہوتے ہوں پورے ہوتے ہوں۔

الف میں صدر جمہوریہ کی تنخواہ، الاؤنس اور اس عہدہ سے متعلق دوسرے مصارف راجیہ سبھا کے چیرمین، ڈپٹی چیرمین، لوک سبھا کے اسپیکر اور ڈپٹی اسپیکر کی تنخواہیں اور الاؤنس، ہند یونین کے قرضے اور سود اور اس کے متعلق دوسرے اخراجات۔ سپریم کورٹ کے ججوں کی تنخواہیں اور الاؤنس اور پنشنیں، فیڈرل کورٹ کے ججوں کی پنشن (۱۹۳۵ء کے ایکٹ کے ماتحت یہ برطانوی ہند کی سب سے بڑی عدالت تھی) ہائی کورٹ کے ججوں کی تنخواہیں، الاؤنس اور پنشن ہند یونین، CONTROLER GENERAL اور آڈیٹر جنرل کی تنخواہیں اور الاؤنس اور ایسی رقمیں جو کسی عدالت کی ڈگری یا فیصلے کے مطابق دینی ہوں اور ایسے تمام خرچ جنھیں پارلیمنٹ قانون کے ذریعے واجب الادا قرار دے، شامل ہیں۔

اس حصے سے متعلق رقمیں لوک سبھا کے سامنے ووٹ کے لئے پیش نہیں کی جائیں گی لیکن ان کے بارے میں بحث ہو سکتی ہے۔ تخمینوں کا وہ حصہ جس کا تعلق (ب) سے ہے۔ لوک سبھا کے سامنے خرچ کے مطالبات (GRANTS) کی شکل میں منظوری کے لئے وزیر متعلقہ پیش کریں گے اور لوک سبھا کو ان مطالبوں کو منظور کرنے یا نا منظور کرنے یا کم کرنے کا پورا پورا حق حاصل ہے۔

اس بارے میں راجیہ سبھا کی منظوری کی مطلق ضرورت نہیں۔

www.taemeernews.com

مطالبوں کی منظوری کے بعد صرف میں لانے کا بل جو مصارف کی دونوں قسموں پر مشتمل ہوگا، لوک سبھا کے سامنے پیش کیا جائے گا لیکن اس میں کسی قسم کی کمی د بیشی نہ ہو سکے گی۔ جملہ مصارف اس بل کے مطابق ادا کئے جائیں گے۔

فنانس بل میں ٹیکسوں کے بارے میں گورنمنٹ کی تجویزیں ہوں گی۔ جسے صدر جمہوریہ کی سفارش کے ساتھ لوک سبھا کی منظوری کے لئے پیش کیا جائے گا اور اس منظوری ہی کے بعد اس پر عمل درآمد ہوگا۔ یعنی ٹیکس اس منظوری کے بعد ہی لوگوں سے لئے جائیں گے۔

لوک سبھا کو اس کا بھی حق حاصل ہے مالیات سے متعلق ضابطے کی تکمیل سے پہلے کسی رقم کی منظوری کے متعلق بحث کرے۔ اس طرح سے لوک سبھا کو بجٹ پر بحث کرنے کا زیادہ موقعہ حاصل ہے۔

اگر کسی مالی سال میں اس رقم کے علاوہ جس کی منظوری لوک سبھا دے چکی ہے، مزید روپے کی ضرورت ہو تو لوک سبھا صدر کی سفارش پر زائد رقم کی منظوری دے سکتی ہے۔

لوک سبھا کی منظوری حاصل ہونے سے پہلے صدر ہنگامی یا فوری ضرورتوں کے فنڈ سے ان مطالبوں کی ادائیگی پیشگی کے طریقے پر کر سکتا ہے۔

پارلیمنٹ کی کارروائی انگریزی یا ہندی میں ہوگی لیکن راجیہ سبھا کے چیرمین اور لوک سبھا کے اسپیکر کو اس کا اختیار حاصل ہے کہ ان ممبروں کو اپنی مادری زبان میں تقریر کرنے کی اجازت دیں جو ان دونوں زبانوں میں سے کسی میں بھی اپنا مافی الضمیر ادا کرنے سے قاصر ہوں۔ چنانچہ متعدد ممبروں کی خاصی تعداد

www.taemeernews.com

اردو اور دوسری زبان میں بھی کرتی رہتی ہے ۔

پارلیمنٹ کے کسی ایوان میں بھی سپریم کورٹ یا ہائی کورٹ کے کسی جج کے طرزِ عمل یا اس کے کسی فیصلے کے بارے میں بحث نہ ہو سکے گی ۔ سوائے اس صورت کے کہ صدر جمہوریہ کے سامنے ایوان کی طرف سے ایڈریس پیش کیا جائے اور کسی جج کی برطرفی کی درخواست کی جائے گی ۔

مشقی سوالات

۱۔ لوک سبھا کی تشکیل اور اختیارات کو بیان کیجئے ۔

۲۔ راجیہ سبھا کی تشکیل اور اختیارات کو بیان کیجئے ۔

۳۔ لوک سبھا اور راجیہ سبھا کے باہمی تعلقات کو بیان کیجئے ۔

۴۔ صدر جمہوریہ اور پارلیمنٹ کے اختیارات کو بیان کیجئے ۔

۵۔ لوک سبھا کے مالی اختیارات کو بیان کیجئے ۔

۶۔ لوک سبھا کی تشکیل اور اس کے ممبروں کے حقوق اور مراعات کو بیان کیجئے ۔

۷۔ ہندوستانی پارلیمنٹ میں قانون کس طرح بنائے جاتے ہیں ؟

www.taemeernews.com

ریاستی حکومت

دستور نے ہند یونین کی وحدتوں (UNITS) کو ریاستوں (STATES) کا نام دیا ہے۔ ۱۵ر اگست ۱۹۴۷ء سے پہلے یعنی برطانوی دورِ حکومت میں انتظامی اعتبار سے ہمارا ملک دو حصوں میں بٹا ہوا تھا۔ (۱) برطانوی ہند (BRITISH INDIA) جو گیارہ گورنروں کے صوبوں اور چھ چیف کمشنروں کے صوبوں پر مشتمل تھا۔ (۲) ریاستی ہند (PRINCELY INDIA) یا INDIA STATE جو ۵۶۴ چھوٹی بڑی ریاستوں پر مشتمل تھا، جن میں ۱۲۶ بڑی اور باقی چھوٹی ریاستیں تھیں۔ ۲۷ کا رقبہ ایک میل سے بھی کم تھا۔ چند کی آبادی سو سے بھی کم تھی اور ان کی سالانہ آمدنی سو روپے کے قریب تھی۔ بعض ریاستیں بہت بڑی تھیں، مثلاً ریاست حیدرآباد جو رقبے میں اٹلی کے برابر اور آبادی میں یورپ اور ایشیا کے کئی ملکوں مثلاً سوئٹزرلینڈ (SWITZER LAND)، ہالینڈ، بلجیم، ناروے، سویڈن، البانیہ، اردن، ڈنمارک، شام، عراق، لیبیا، سعودی عرب اور لبنان سے بڑی تھی۔

www.taemeernews.com

دوسری حیثیوں سے بھی یہ ریاستیں ایک دوسرے سے بہت مختلف تھیں۔ ۲۱۲ ریاستیں برطانوی حکومت کو خراج ادا کرتی تھیں۔ ۲۷ میں قانون ساز جماعتیں تھیں۔ ۴۰ میں آزاد ہائی کورٹ قائم تھے۔ ۳۴ میں مدلیہ (JUDICIARY) انتظامیہ (EXECUTIVE) سے بالکل علیٰحدہ تھی۔ حیدرآباد، ٹراونکور اور کوچین کے اپنے اپنے الگ ڈاک خانے تھے۔ حیدرآباد، ٹراونکور، اودے پور اور چند دوسری ریاستوں کا اپنا الگ سکہ بھی تھا لیکن صرف چند ہی ریاستوں میں جمہوری ادارے تھے ورنہ زیادہ تر ریاستیں خالص مطلق العنان اور شخصی حکومتوں کا نمونہ تھیں اور ان میں جاگیرداروں کا زور تھا۔ عام لوگ شہری حقوق اور آزادی سے کلیتہً محروم تھے۔ ان کو آزادئ تحریر، تقریر اور سیاسی جماعتیں بنانے کے حقوق حاصل نہ تھے۔ ان میں شخصی حکومت کی ساری برائیاں پائی جاتی تھیں۔ راجے مہاراجے جو چاہتے تھے کرتے تھے۔ ہر شخص ان کا حکم ماننے پر مجبور تھا۔ بہبودی عامہ یا عام بھلائی کے کاموں پر وہ ریاستوں کی آمدنی کا بہت ہی کم حصہ صرف کرتے تھے اور انتہائی عیش وعشرت کی زندگی گزارتے تھے۔ لاکھوں روپیہ سیر و سیاحت اور عیش وعشرت میں اڑا دیتے تھے۔ عام لوگ بہت ہی زیادہ مفلس تھے۔ ریاست کے اندرونی معاملوں میں والیانِ ریاست کو بہت بڑی حد تک خودمختاری حاصل تھی۔ بڑی ریاستوں میں برطانوی حکومت کا نمائندہ (RESIDENT) موجود رہتا تھا جو والیانِ ریاست کے کاموں کی ایک حد تک دیکھ بھال اور نگرانی کرتا تھا۔ چھوٹی ریاستیں پولیٹکل ایجنٹ (POLITICAL AGENT) کی نگرانی میں تھیں۔ ان سب کے اوپر گورنمنٹ آف انڈیا کا

www.taemeernews.com

POLITICAL DEPARTMENT تھا جو وائسرائے کے ہاتھ میں رہتا تھا۔ بعض دفعہ گورنمنٹ آف انڈیا ریاستوں کے اندرونی معاملوں میں ریزیڈنٹ یا پولیٹیکل ایجنٹ کی رپورٹ پر مداخلت کرتی تھی اور اس وجہ سے بعض والیانِ ریاست کو گدی چھوڑنی پڑتی تھی۔ مثلاً مہاراجہ نابھہ اور مہاراجہ الور۔ لیکن یہ مداخلت ریاستوں کی رعایا اور عام لوگوں کے حقوق کی حمایت میں نہیں کی گئی۔

والیانِ ریاست نے قومی تحریکوں کو کچلنے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ جب کبھی ہندوستان کو دستوری اصلاحات (CONSTITUTIONAL REFORM) یا خود مختاری دینے کا سوال پیدا ہوا تو برطانوی حکومت نے ہمیشہ راجاؤں اور مہاراجاؤں کے حقوق کی پرزور وکالت کی۔ یعنی اس نے ان کی مطلق العنانی کو قائم رکھنا چاہا اور اس کی تائید میں معاہدے اور سمجھوتے پیش کرتی تھی جو ایسٹ انڈیا کمپنی کے عہد میں یا اس کے بعد والیانِ ریاست سے کئے گئے تھے۔ انڈین نیشنل کانگریس کا مقصد چونکہ سارے ملک میں جمہوری حکومت قائم کرنا تھا، اس لئے وہ والیانِ ریاست کی مطلق العنانی کی شدید مخالف تھی۔ لہٰذا ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو جب ملک آزاد ہوا اور کانگریس کے ہاتھ میں حکومت کی باگ ڈور آئی تو اس نے دیسی ریاستوں کے مسئلے کو اپنے ہاتھ میں لیا۔ مرکزی حکومت میں ایک نئی وزارت STATES MINISTRY کے نام سے قائم کی گئی۔

چھوٹی چھوٹی ریاستوں کو برطانوی ہند کے پڑوسی صوبوں اور ریاستوں میں ملا دیا گیا یعنی MERGE کر دیا گیا۔ بعض ریاستوں کو ملا کر یونین بنا دی

www.taemeernews.com

گئی۔ صرف تین ریاستوں یعنی حیدرآباد، میسور اور جموں کشمیر کو علیحدہ ریاستوں کی شکل میں باقی رکھا گیا۔ بھوپال کو چیف کمشنری کے ماتحت رکھا گیا۔ بعض راجاؤں کو ان ریاستوں اور یونینوں کا راج پرمکھ یا دستوری حاکم مقرر کیا گیا۔ ہر ریاستی یونین میں عوامی وزارتیں قائم کی گئیں۔

آزادی حاصل ہونے کے ۱۵ مہینے کے اندر ہی ان ریاستوں کی تعداد ۵۶۲ سے گھٹ کر ایک درجن سے بھی کم رہ گئی۔ ۱۸۷۱ء میں بسمارک نے جرمنی کی چھوٹی چھوٹی ریاستوں کو ختم کر کے متحدہ جرمنی کو قائم کیا۔ ہندوستان میں اس سے کہیں زیادہ پیچیدہ اور بہت بڑا کام نسبتاً بہت کم وقت میں اور کہیں زیادہ پرامن طریقے سے پورا ہو گیا۔

ہند یونین کی حکومت نے ملک کے سیاسی تحفظ، معاشی حالت اور دوسرے اہم مسئلوں کے پیش نظر یہ طے کیا کہ ان ریاستوں کی خود سرانہ اور مطلق العنان یا جابرانہ شخصی حکومت کو ختم کیا جائے اور جمہوری حکومت قائم کی جائے۔ ریاستوں کو ختم کرنے یا MERGER کی کارروائی کا آغاز یکم جنوری ۱۹۴۸ء سے اڑیسہ اور چھتیس گڑھ کی ریاستوں سے ہوا اور اختتام ۱۹۵۰ء میں رام پور اور کوچ بہار کی ریاستوں کی علی الترتیب اتر پردیش اور مغربی بنگال میں انضمام (MERGER) سے ہوا۔

بعض ریاستوں کو ملا کر یونین قائم کی گئی مثلاً ہماچل پردیش مدھیہ بھارت یا وسطی ہند (CENTRAL INDIA) (بھوپال کو مستثنیٰ کر کے) کی ریاستوں کی یونین۔ ٹراونکور، کوچین، وندھیہ پردیش جس میں بندیل کھنڈ اور مدھیہ پردیش کی

www.taemeernews.com

ریاستیں شامل تھیں۔ سوراشٹر یا گجرات اور کاٹھیاواڑ کی ریاستوں کی یونین اور راجستھان یا راجپوتانہ کی ریاستوں کی یونین شامل تھیں۔ حیدرآباد، میسور اور جموں اور کشمیر کو علیحدہ ریاستوں کی شکل دی گئی۔

یونین گورنمنٹ اور کشمیر کے درمیان سمجھوتہ ہوا جس کی رو سے طے پایا کہ پارلیمنٹ صرف انھیں امور کے بارے میں جموں اور کشمیر کے لئے قانون بنائے گی کہ جن کا ذکر دستور کی دفعہ ۳۷۰ میں کیا گیا ہے۔ اور اس کا اعلان کیا گیا کہ ریاست جموں وکشمیر کا اقتدار اعلیٰ کشمیری عوام کے ہاتھ میں ہے۔

اس سمجھوتے نے کشمیر کو ایک امتیازی پوزیشن دی ہے۔

۱۹۵۲ء میں تمام ریاستوں میں الیکشن ہوئے اور مکمل پارلیمنٹری جمہوری حکومت قائم ہوگئی۔ اس طرح سے برطانوی ہند اور ریاستی ہند کی تفریق ختم ہوگئی۔ والیانِ ریاست کے وظیفے (PRIVY PURSE) مقرر ہوگئے۔ جن کو ختم کرنے کی تجویز حال میں آل انڈیا کانگریس کمیٹی نے پاس کی اور ۱۹۷۱ء میں ترمیم کرکے ان وظیفوں کو بالکل ختم کر دیا گیا۔ اور اس کے ساتھ والیانِ ریاست کی اور دوسری مراعات کو بھی بالکل ختم کر دیا۔

یکم نومبر ۱۹۵۶ء سے پہلے دستور کی رو سے ہند یونین کی ریاستیں چار قسم کی تھیں۔

(۱) PART "A" STATES ــــ ان میں آسام، اڑیسہ، پنجاب، مغربی بنگال، مدراس، مدھیہ پردیش یا سابق صوبہ سی۔ پی اور اتر پردیش شامل

www.taemeernews.com

تھے۔ ان سب میں پارلیمنٹری جمہوری حکومت ایک حد تک برطانوی عہدِ حکومت میں بھی قائم تھی۔

(۲) PART "B" STATES ــــ ان میں جموں وکشمیر، ٹراونکور، کوچین، پٹیالہ اور پنجاب کی ریاستوں کی یونین۔ مدھیہ بھارت، راجستھان، میسور، سوراشٹر اور حیدرآباد شامل تھیں۔ یہ سب وہ ریاستیں تھیں کہ جو آزادیٔ ہند سے پہلے راجاؤں اور مہاراجاؤں کے زیرنگیں تھیں۔

(۳) PART "C" STATES ــــ یہ ریاستیں براہِ راست مرکزی حکومت کے زیرِ انتظام تھیں لیکن ان میں بھی منتخبہ اسمبلیاں قائم کی گئیں اور عوامی وزارتیں قائم کی گئیں۔ ان میں اجمیر، بھوپال، منی پور، کورگ، بلاس پور، ہماچل پردیش، دہلی اور وندھیا پردیش شامل تھے۔

(۴) PART "D" STATES ــــ ان میں جزائر انڈمان اور نکوبار شامل تھے۔

PART "A" STATES کا حاکم اعلیٰ یا دستوری حاکم گورنر کہلاتا تھا۔ PART "B" STATES کا دستوری حاکم راج پرمکھ اور PART "C" & "D" کے حاکم اعلیٰ لفٹننٹ گورنر اور چیف کمشنر ہوتے تھے۔ لیکن یکم نومبر ۱۹۵۶ء لیکن یکم نومبر ۱۹۵۶ء سے ہند یونین کی ریاستوں کی سرحدوں اور تعداد میں تبدیلی ریاستی تنظیمی قانون (STATES REORGANIZATION ACT) سے عمل میں آئی۔ اب یہ تقسیمیں ختم کر دی گئیں۔ اب ہر ریاست کا دستوری حاکم گورنر کہلاتا ہے۔ راج پرمکھ کا عہدہ اڑا دیا گیا ہے۔

www.taemeernews.com

ریاست حیدرآباد کے تیلگو بولنے والے علاقوں کو آندھرا میں، مراٹھی بولنے والوں کو مہاراشٹر اور کناڑی بولنے والوں کو کرناٹک سے ملا دیا گیا۔ ٹراونکور کوچین کے ساتھ تامل ناڈو کا ضلع مالابار ملا دیا گیا اور اس ریاست کو کیرالہ کا نام دیا گیا۔ پٹیالہ اور پنجاب کی ریاستوں کو پنجاب میں ملا دیا گیا۔ گجرات کو ۱۹۶۰ء میں ایک علیحدہ اسٹیٹ کی شکل دی گئی۔ علیٰ ہذا ناگالینڈ کی الگ ریاست ۱۹۶۳ء میں اور ہریانہ کو پنجاب سے الگ کرکے ۱۹۶۶ء میں علیحدہ ریاست کی شکل دی گئی۔ ۱۹۷۰ء میں ہماچل پردیش کو ریاست کا درجہ دیا گیا۔ ۱۹۷۱ء میں میگھالیہ، منی پور اور تری پورا کو بھی ریاستوں کا درجہ دیا گیا اور دستور کی ۳۶ ویں ترمیم کی روسے سکم کو انڈین یونین کی ۲۲ ویں ریاست قرار دیا گیا۔ دستور کی ۵۳ ویں اور ۵۵ ویں ترمیموں کی روسے میزورم اور اور اروناچل پردیش کو اور ۱۹۸۷ء کی ترمیم کی روسے گوا کو بھی ریاستوں کا درجہ عطا کیا گیا ہے۔ اب ہند یونین میں ریاستوں کی کل تعداد ۲۵ ہے جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(۱) آسام (۲) ناگالینڈ (۳) مغربی بنگال (۴) بہار (۵) یو۔پی (۶) ہریانہ (۷) پنجاب (۸) جموں وکشمیر (۹) راجستھان (۱۰) گجرات (۱۱) مہاراشٹر (۱۲) مدھیہ پردیش (۱۳) اڑیسہ (۱۴) آندھرا (۱۵) تامل ناڈو (۱۶) کرناٹک (۱۷) کیرالہ (۱۸) میگھالیہ (۱۹) منی پور (۲۰) تری پورا (۲۱) ہماچل پردیش (۲۲) سکم (۲۳) میزورم (۲۴) اروناچل پردیش (۲۵) گوا۔

ان کے علاوہ حسب ذیل علاقے مرکزی حکومت کے انتظام میں لئے گئے۔

www.taemeernews.com

(۱) دہلی (۲) جزائر انڈمان اور نکوبار (۳) پانڈیچیری (۴) جزائر لکشا دیپ (۵) دادر اور نگر حویلی ۔ ان علاقوں کو TERRITORIES کا نام دیا گیا۔

ان کے علاوہ ہریانہ کے پنجاب سے الگ ہو جانے کے بعد چنڈی گڑھ کو بھی مرکز کے انتظام میں رکھا گیا۔

ہر ریاست کا انتظامی اختیار گورنر کو حاصل ہے جو اسے یا تو براہ راست استعمال کرسکتا ہے یا اپنے ماتحت افسروں کے ذریعے لیکن پارلیمنٹ یا ریاست کی مجلس قانون ساز کو اس کا حق حاصل ہے کہ وہ قانون کے ذریعے کوئی فرض یا خدمت کسی دوسرے شخص کے بھی سپرد کرسکتی ہے۔

انتظامیہ (EXECUTIVE) ہر ریاست کا دستوری حاکم گورنر ہے جسے صدر جمہوریہ ۵ سال کے لئے مقرر کرے گا۔

گورنر ان کے عہدوں میں توسیع بھی کی جاسکتی ہے۔ عام طور سے دوسری ریاستوں کے باشندوں کو ریاستوں کا گورنر مقرر کیا جاتا ہے۔ صرف انھیں اشخاص کا تقرر اس عہدے پر کیا جاتا ہے جو کم سے کم ۳۵ سال کے ہوں۔ ہندیونین کے شہری ہو اور کسی قانون ساز جماعت خواہ وہ مرکزی ہو یا ریاستی، کے ممبر نہ ہوں۔ اگر کوئی شخص ان جماعتوں میں سے کسی کا ممبر ہو تو گورنر ہونے کی صورت میں اس کی نشست اس جماعت میں خالی قرار دی جائے گی۔ گورنر کے عہدے پر کانگریس نے اپنے پہلے تیس سالہ دورِ حکومت میں زیادہ تر پرانے کانگریسی لیڈروں اور انڈین سول سروس کے تجربہ کار افسروں کا تقرر کیا۔ جنتا دورِ حکومت میں اس عہدے پر زیادہ تر تنظیمی کانگریس کے

www.taemeernews.com

سال خوردہ ممبروں کا تقرر کیا گیا۔ کانگریس کے برسراقتدار آنے کے بعد ان میں سے بعض گورنروں کا تبادلہ کر دیا گیا اور تامل ناڈو کے گورنر کو ان کے عہدے سے ہٹا دیا گیا۔

گورنر کے رہنے کے لئے ایک خاص سرکاری عمارت ہوتی ہے جو راجیہ بھون یا گورنمنٹ ہاؤس کہلاتی ہے۔ اسے ساڑھے پانچ ہزار روپے ماہوار تنخواہ ملتی ہے اور اس کے علاوہ وہ تمام الاؤنس اور خاص حق حاصل رہیں گے جو پہلے صوبوں کے گورنروں کو حاصل تھے۔

عہدہ قبول کرنے سے پہلے وہ ریاست کے چیف جسٹس کے روبرو اپنے فرائض منصبی کی ادائگی کے لئے حلف اٹھائے گا۔

گورنر کو اس کے فرائض کی ادائگی میں مدد اور صلاح مشورہ دینے کے لئے وزیروں کی کونسل ہوگی لیکن بعض معاملوں میں وہ اپنی ذاتی رائے یا صوابدید (DISCRETION) سے بھی کام لے گا۔

دستور میں اس کی صراحت نہیں کی گئی ہے کہ وہ وزیروں کی صلاح یا مشورہ ماننے پر مجبور ہے لیکن چونکہ دستور نے پارلیمنٹری جمہوری نظامِ حکومت قایم کیا ہے اس لئے عام طور سے گورنر پارلیمنٹری دستور یا رواج کے مطابق وزیروں کے مشورے کے مطابق کام کرے گا۔ کیوں کہ وہ ریاست کا دستوری حاکم (CONSTI-TUTIONAL HEAD) ہے۔ اگر وہ وزیروں کے مشوروں کو ٹھکراتا رہے تو پھر وزیر مستعفی ہو جائیں گے اور دوسری وزارت اسی وقت بن سکتی ہے اور حکومت چلا سکتی ہے کہ جب اسے اسمبلی کی اکثریت کی تائید حاصل ہو۔ اس طرح سے گورنر

www.taemeernews.com

کومن مانی کرنے کی وجہ سے بے شمار الجھنوں اور دقتوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اس وجہ سے گورنر عام طور سے منسٹروں کے مشوروں پر کار بند ہوتے ہیں۔ لیکن چونکہ گورنر مرکز میں برسر اقتدار پارٹی کی جانب سے مقرر کئے جاتے ہیں اس لئے اس کی حیثیت مرکز کے ایجنٹ یا کارندے کی سی ہوتی ہے اور وہ مرکز کی ہدایتوں کے پابند ہوتے ہیں۔ اس لئے اگر کسی ریاست میں کوئی دوسری پارٹی برسر اقتدار ہو اور اس کی پالیسی مرکزی حکومت کی پالیسیوں کے مخالف ہو تو گورنر کی پوزیشن بڑی نازک ہو جاتی ہے۔ ریاستی کابینہ اور ریاستی وزیر اعلیٰ اسے کچھ مشورہ دیں گے اور مرکزی حکومت کی ہدایت کچھ اور ہوگی۔ اس صورت میں مرکز کے ایجنٹ کی حیثیت سے وہ وزیر اعلیٰ کے مشوروں کو نظر انداز کر سکتا ہے اور مرکزی حکومت کی ہدایتوں کی پابندی کر سکتا ہے لیکن اس صورت میں اس کو زبردست دقتوں کا سامنا کرنا پڑے گا اور ایک بڑا زبردست دستوری بحران (CRISIS) پیدا ہو جائے گا چنانچہ مغربی بنگال میں جب ۱۹۶۷ء کے الکشن کے بعد کمیونسٹ پارٹی مارکسسٹ برسر اقتدار آئی تو اس کی اس وقت کے گورنر سے نہ بنی اور بالآخر مرکزی حکومت کو دوسرا گورنر مقرر کرنا پڑا۔

گورنر کے اختیارات گورنر ریاست کے وزیر اعلیٰ یا چیف منسٹر کا تقرر کرتا ہے۔ الیکشن کے بعد اکثریتی پارٹی کے لیڈر کو وہ وزارت بنانے یا ریاست کی حکومت چلانے کے لئے طلب کرتا ہے اور وزیر اعلیٰ کی سفارش پر وہ دوسرے وزراء مقرر کرتا ہے۔ اڈوکیٹ جنرل کا تقرر بھی وہی کرتا ہے۔ لیکن ۱۹۶۷ء کے بعد سے جب سے ریاستی اسمبلیوں کے

www.taemeernews.com

ممبر پارٹی چھوڑ چھوڑ کر زیادہ تر وزارت حاصل کرنے کی خاطر دوسری پارٹیوں میں شامل ہونے لگے اور الکشن میں متعدد ریاستوں میں غیر معمولی اکثریت حاصل نہ رہی تو گورنر کو وزیر اعلیٰ یا چیف منسٹر کے تقرر میں اپنی صوابدید کے مطابق کارروائی کرنے کا زیادہ اختیار حاصل ہوگیا۔ اس پر زبردست بحث ہوئی۔ بعض گورنروں کے طریق کار پر خاص طور سے نکتہ چینی کی گئی۔ اور یہ الزام لگایا گیا کہ ریاستی گورنر کانگریس کے آلۂ کار ہیں اور ان کے طریقۂ کار سے جمہوریت کو بہت نقصان پہنچا۔ یہی الزام جنتا پارٹی کی طرف سے ان ریاستوں کے گورنروں پر لگایا گیا جہاں جنتا ایس کی وزارتوں نے جنتا پارٹی کی جگہ لے لی تھی کیوں کہ اس وقت ان کے ساتھ اسمبلی کے ممبروں کی اکثریت تھی۔

ریاست کی حکومت چلانے کے لئے قاعدے اور ضابطے بھی وہی بناتا ہے تاکہ حکومت کا کام اچھے ڈھنگ سے چلتا رہے۔

اسے مجرموں کو معاف کرنے، ان کی سزا کو کم کردینے یا ملتوی کر دینے یا بقیہ سزا معاف کر دینے کا بھی حق حاصل ہے۔

ریاست کی قانون ساز جماعت یا جماعتوں کے اجلاس وہی طلب کر سکتا ہے۔ ان کے اجلاسوں کو وہی ملتوی کر سکتا ہے اور اسمبلی کو وہی DISSOLVE کر سکتا ہے۔

مجلس قانون ساز کے پاس کئے ہوئے جملہ قوانین پر یا تو وہ خود اپنی منظوری دے گا یا صدر جمہوریہ کے مزید غور کے لئے وہ ان قوانین کو ان کے پاس بھیج دے گا یا دوبارہ غور کرنے کے لئے انھیں مجلس قانون ساز کے پاس

www.taemeernews.com

بھیجے گا۔ وہ مجلس قانون ساز کو اس مضمون کے پیغام بھی بھیج سکتا ہے کہ کن لائنوں پر کسی خاص مسئلے کے بارے میں قانون بنایا جائے۔ وہ مجلس قانون ساز کو ایڈریس کر سکتا ہے اور مجلس قانون ساز کے اجلاس نہ ہونے کی صورت میں آرڈیننس جاری کر سکتا ہے۔ بغیر اس کی سفارش کے نہ تو کوئی مالی بل اسمبلی یا کونسل میں پیش کیا جا سکتا ہے اور نہ کوئی مالی مطالبہ اسمبلی میں منظوری کی غرض سے پیش کیا جا سکتا ہے۔

جن امور کے بارے میں ریاستی مجلس قانون ساز کو قانون بنانے کا حق حاصل ہے ان پر گورنر کو انتظامی اختیارات حاصل ہیں۔ یعنی ان امور کے بارے میں بنائے ہوئے قوانین کو وہی نافذ کر سکتا ہے لیکن عملاً ساری ریاست کا انتظام یا نظم و نسق وزیروں یا ریاستی کابینہ کے ہاتھ میں ہے۔

گورنر کو مناسب اور ضروری اطلاعیں حکومت کے بارے میں اور اس کے انتظام کے متعلق وزیر اعلیٰ دیتا رہتا ہے۔ یہ اس کا فریضہ خصوصی ہے۔ نظم و نسق اور قانون سازی کے متعلق وزیروں کی کونسل یا ریاستی کابینہ کے سارے فیصلے وزیر اعلیٰ گورنر کے سامنے پیش کرتا ہے تاکہ گورنر ریاست کے حاکم اعلیٰ کی حیثیت سے اپنے فرائض کو موثر طریقے سے بجا لا سکے۔ گورنر اگر چاہے تو چیف منسٹر کے ذریعے وزیروں کی کونسل کے سامنے ایسے معاملے پیش کر سکتا ہے جن پر اس وقت کابینہ نے غور نہ کیا ہو۔

دستور کی رو سے بہار، مدھیہ پردیش اور اڑیسہ کی ریاستوں میں ایک ایسا وزیر بھی ہوا کرے گا جو پسماندہ اور پچھڑے ہوئے علاقوں اور قبیلوں کی فلاح

www.taemeernews.com

اور بہبود کا ذمہ دار ہوگا۔

مالی سال کے متعلق وہ ریاست کی آمدنی اور خرچ کا تخمینہ ریاستی اسمبلی اور کونسل (ریاست میں دو ایوان ہونے کی صورت میں) پیش کرے گا۔ بغیر اس کی سفارش کے کسی بھی رقم کی منظوری کا مطالبہ پیش نہیں کیا جا سکتا۔ اگر مالی سال کے لئے منظور شدہ رقم اس مد کے لئے ناکافی ہو تو گورنر ریاستی اسمبلی کے سامنے اس کا تخمینہ پیش کرے گا اور زائد خرچ کا مطالبہ اپنی سفارش کے ساتھ پیش کرے گا۔

کناڈا کے لفٹنٹ گورنروں اور گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء کے برماتحت گورنروں کی طرح جمہوریہ ہند کے دستور کے ماتحت ریاستی گورنروں کا فریضۂ خصوصی ہے کہ وہ یونین یا مرکزی حکومت کی ہدایتوں اور احکام کی پوری پوری تعمیل کریں اور اس پر خاص توجہ مبذول کریں کہ ان کی تعمیل ٹھیک اور پورے طور سے ریاستی حکومتیں کر رہی ہیں۔ ہنگامی صورتِ حال کے رونما ہونے پر گورنر کی پوزیشن صدر جمہوریہ کے ایجنٹ یا نمائندے کی ہو جاتی ہے اور اس کا فرض ہے کہ وہ صدر جمہوریہ کی ہدایتوں پر پوری طرح سے عمل کرے خواہ اسے وزیروں کے مشوروں کو ٹھکرانا پڑے اور ان کو ان عہدوں سے ہٹانا پڑے۔ اس صورت حال میں صدر جمہوریہ گورنر کو کسی بھی معاملے میں یا کسی امر میں بھی کام کرنے کا حکم دے سکتا ہے خواہ اس کی صراحت دستور میں کی گئی ہو یا نہ کی گئی ہو۔ گورنر کا فریضۂ خصوصی ہے کہ وہ ان احکام کو بجا لائے۔

KHALID KHAN HADI
BAZAR NEMAT KHAN
RAMPUR - 244901 (U.P.)

www.taemeernews.com

وزیروں کی کونسل یا ریاستی کابینہ

دستور کی رو سے ہر ریاست میں گورنر کو اس کے فرائض کی ادائیگی اور اس کے کاموں میں مدد اور مشورہ دینے کے لئے وزیروں کی کونسل یا کابینہ (CABINET) ہوگی جس کا صدر چیف منسٹر یا وزیر اعلیٰ ہوگا ریاستی کابینہ یا وزیروں کی کونسل اپنے سارے کاموں اور پالیسیوں کے لئے اسمبلی کے روبرو جواب دہ اور ذمہ دار ہوگی اور اس وقت تک اپنے عہدے پر قائم رہے گی جب تک اسمبلی کے ممبروں کی اکثریت کی تائید اسے حاصل ہے یا دوسرا الیکشن نہ ہو۔ وزیر اسمبلی کی اکثریتی پارٹی سے لئے جائیں گے جن ریاستوں میں دو ایوان ہیں وہاں کی کابینہ اور وزارت میں کونسل کے ممبروں میں سے بھی وزیر مقرر کئے جا سکتے ہیں۔ وزیر اعلیٰ اور دوسرے وزیر ایک دوسرے سے پورا پورا تعاون اور اشتراکِ عمل ایک ٹیم کے ممبروں کی طرح سے کریں گے۔ وزیروں کے خلاف گورنر کسی قسم کا مشورہ دینے کی بنا پر کوئی قانونی کارروائی کسی عدالت میں نہیں کی جا سکتی۔ لیکن ۱۹۶۷ء کے الیکشن کے بعد سے اکثر ریاستوں کی سیاسی صورتِ حال بالکل بدل گئی۔ شمالی ہند کی تقریباً ساری ریاستوں میں کانگریس کو غیر معمولی اکثریت حاصل نہ ہوئی۔ وزارتیں بنیں جن میں اکثر ناپائیدار اور غیر مستحکم تھیں۔ اس صورتِ حال کے رونما ہونے سے گورنروں کو اس کا موقعہ ملا کہ انھوں نے اپنے صوابدید کے مطابق بعض دفعہ چیف منسٹر کے مشورے کو نہیں مانا اور اسمبلی کا اجلاس طلب نہیں کیا۔ یہی صورت ۱۹۶۹ء کے الیکشن کے بعد بھی بعض ریاستوں میں پیش آئی۔ جون ۱۹۷۰ء میں شمالی ہند

www.taemeernews.com

میں ریاستی اسمبلیوں کے الیکشن کے بعد جنتا پارٹی کی حکومتیں قائم ہوئیں تو کانگریس کے مقرر کردہ گورنروں میں سے ڈاکٹر چنا ریڈی اور مسٹر جگن ناتھ کوشل مستعفی ہو گئے لیکن جب ۱۹۸۰ء میں کانگریس برسر اقتدار آئی تو جنتا حکومت کے گورنر مستعفی نہ ہوئے۔ صرف تامل ناڈو کے گورنر کو مرکز کو ہٹانا پڑا۔ اس لئے کہ اے ڈی ایم کی وزارت گورنر کو پسند نہیں کرتی تھی۔

وزیروں کے لئے ضروری ہے کہ وہ مجلس قانون ساز کے ممبر ہوں۔ اگر تقرر کے وقت وہ ممبر نہیں ہیں تو ان کے لئے ضروری ہے کہ تقرر ہونے پر چھ مہینے کے اندر وہ اسمبلی یا کونسل (اگر کسی ریاست میں دو ایوانی مجلس قانون ساز ہے) کے ممبر ہو جائیں ورنہ اس مدت کے بعد وہ وزیر نہ رہ سکیں گے۔

اپنا عہدہ سنبھالتے وقت انھیں عہدہ اور راز داری کے حلف اٹھانے پڑیں گے۔

ان کی تنخواہیں اور بھتے ریاستی مجلس قانون ساز طے کرے گی۔

ریاستی حکومت کی پالیسی وزیروں کی کونسل یا کابینہ بنائے گی۔ ہر محکمے کی اہم پالیسی وہی بنائے گی۔ ہر محکمے کا انچارج ایک وزیر ہوگا۔ اس محکمے کے بارے میں ساری باتوں کا جواب وہ ریاستی مجلس قانون ساز کو دے گا اور محکمے کے جملہ امور وہ طے کرے گا۔

ریاستوں کے وزیروں کی تعداد دستور میں مقرر نہیں کی گئی ہے۔ اس کا انحصار کام کی نوعیت اور دوسری باتوں پر ہے۔ بعض ریاستوں میں درجنوں

www.taemeernews.com

وزیر مقرر کئے جاتے ہیں تاکہ اکثریتی پارٹی کے ممبروں کی نمائندگی اس میں مختلف حیثیتوں سے ہو جائے۔

مرکز کے زیر انتظام علاقوں کے لئے قانون پارلیمنٹ بنائے گی لیکن وہاں بھی منتخبہ قانون ساز جماعتیں قائم کی گئی ہیں اور وزارتیں بھی قائم کی گئی ہیں۔ ان کا دستوری حاکم لفٹنٹ گورنر یا چیف کمشنر ہے۔ سارے ملک میں پارلیمنٹری جمہوری حکومت قائم ہے اور کسی بھی جگہ شخصی حکومت نہیں ہے۔ اقتدار اور اختیار کا سرچشمہ عوام یا جمہور ہیں۔

مشقی سوالات

۱۔ ریاستی گورنروں کے اختیارات کو بیان کیجئے۔

۲۔ ریاستی گورنر اور ریاستی وزیروں کی کونسل کے اختیارات کو بیان کیجئے۔

www.taemeernews.com

ریاستی مجلس قانون ساز

مرکز کی طرح ریاستی مجلس قانون ساز (STATE LEGISLATURE) گورنر اور ایک یا دو ایوانوں پر مشتمل ہے۔ دستور کی رو سے آندھرا، تامل ناڈو، مہاراشٹر، اتر پردیش، مغربی بنگال، بہار، کشمیر، پنجاب اور کرناٹک میں مجلس قانون ساز دو ایوانی رکھی گئی تھیں یعنی ان میں ایوان بالا لیجسلیٹو کونسل اور ایوان زیریں لیجسلیٹو اسمبلی کے نام سے قائم ہے۔ بقیہ ریاستوں میں مجلس قانون ساز ایک ایوانی ہے اور وہاں صرف اسمبلی ہے۔ پارلیمنٹ جس وقت چاہے کسی ریاست کی لیجسلیٹو کونسل کو ختم کر سکتی ہے بشرطیکہ اس ریاست کی اسمبلی اس قسم کی تجویز دو تہائی اکثریت سے پاس کرے۔ پارلیمنٹ کا اس قسم کا فیصلہ دستور میں ترمیم کے برابر سمجھا جائے گا۔ چنانچہ پنجاب اور بنگال کی کونسلیں اس طرح سے ختم کر دی گئیں۔ یو۔ پی۔ اور بہار میں اس ختم کر دینے کی تجویزیں یو۔ پی۔ اور بہار اسمبلی نے پاس کیں لیکن ان کی منظوری پارلیمنٹ نے نہیں دی۔

www.taemeernews.com

بالعموم لیجسلیٹو اسمبلی کی مدت کار ۵ برس رہے گی بجز اس کے کہ وہ اس سے پہلے منتشر (DISSOLVE) کر دی جائے اور اس کا نیا الیکشن ہو۔ یہ اسی وقت ہوگا کہ جب کوئی دستوری بحران (CONSTITUTIONAL CRISIS) پیدا ہو جائے یعنی وزارت کے خلاف اسمبلی تحریک عدم اعتماد پاس کرے یا اس کا پیش کیا ہوا کوئی قانون اسمبلی نامنظور کر دے اور کوئی دوسری پارٹی اسمبلی میں اکثریت کی مالک نہ ہو اور اس وجہ سے وزارت نہ بن سکتی ہو۔

۱۹۶۷ء کے الیکشن کے بعد یو۔ پی، بہار، مغربی بنگال، ہریانہ، پنجاب، کیرالہ میں وزارتی بحران ہوئے اور ۱۹۶۹ء میں ان ریاستوں میں سوائے ہریانہ کے دوبارہ الیکشن ہوئے اور سوائے اڑیسہ، کیرالا اور یو۔ پی کے۔ اب ان ریاستوں میں دوسری ریاستوں کے ساتھ مارچ ۱۹۷۲ء میں الیکشن ہوئے۔ تامل ناڈو، کیرالا اور اڑیسہ میں ۱۹۷۱ء میں الیکشن ہوا تھا۔ ۱۹۷۴ء میں یو۔ پی۔ اور اڑیسہ میں الیکشن ہوئے اور گجرات میں ۱۹۷۵ء میں۔ جنتا حکومت کے برسرِاقتدار آنے کے بعد جون ۱۹۷۷ء میں یو۔ پی۔، بہار، ہریانہ، پنجاب، راجستھان، مدھیہ پردیش، اڑیسہ، مغربی بنگال، آسام، کشمیر اور ہماچل پردیش کی اسمبلیاں توڑ دی گئیں اور الیکشن میں ان ریاستوں میں سوائے مغربی بنگال اور کشمیر کے ہر ریاست میں جنتا پارٹی کو اور پنجاب میں جنتا پارٹی اور اکالی دَل کے متحدہ محاذ کو اکثریت حاصل ہوئی اور ان ریاستوں میں جنتا حکومتیں قائم ہوئیں۔ مغربی بنگال میں کمیونسٹ پارٹی مارکسسٹ اور اس کے حلیفوں کی حکومت قائم ہوئی۔ کشمیر میں نیشنل کانفرنس کو شیخ عبداللہ کی قیادت

میں زبردست اکثریت حاصل ہوئی اور اس کی دوبارہ حکومت بنی۔ جب ۱۹۸۰ء میں کانگریس برسرِ اقتدار آئی تو مغربی بنگال، یو۔ پی، بہار، مدھیہ پردیش، راجستھان اڑیسہ اور پنجاب کی اسمبلیاں توڑ دی گئیں اور الکشن کے بعد ان ریاستوں میں کانگریسی حکومتیں قائم ہوئیں۔ ہماچل پردیش اور ہریانہ کی اسمبلیوں کے ممبروں کی غیر معمولی اکثریت کانگریس آئی میں شامل ہوگئی اور وہاں اس طرح سے کانگریسی حکومتیں قائم ہوئیں۔ ۱۹۸۳ء کے الیکشن میں کشمیر میں نیشنل کانفرنس، آندھرا میں تیلگو دیسم، کرناٹک میں جنتا پارٹی برسراقتدار آئیں اور ان کی وزارتیں بنیں۔ ۱۹۸۵ء کے الیکشن میں آندھرا اور کرناٹک میں دوبارہ تیلگو دیسم اور جنتا پارٹی برسرِاقتدار آئیں۔

ہنگامی صورتِ حال میں لوک سبھا کی طرح اس کی مدت کار یا عمر میں ایک سال کی توسیع کی جاسکتی ہے۔ لیکن اس صورتِ حال کے ختم ہونے کے سرکاری اعلان ہونے کے چھ مہینے کے اندر اسے منتشر کردیا جائے گا۔

ریاستی مجلس قانون ساز کے سال میں کم سے کم دو اجلاس ہوں گے۔ ان کے پہلے اجلاس کی آخری نشست (SITTING) اور دوسرے اجلاس کی پہلی نشست کے درمیان چھ مہینے سے زیادہ کا وقفہ نہ ہوگا۔ ان اجلاس کو طلب کرنا، ملتوی کرنا اور ان کی تاریخ مقرر کرنا گورنر کے ہاتھ میں ہے۔ دستور کی رو سے کسی بھی ریاست کی اسمبلی کے ممبروں کی تعداد ۵۰۰ سے زیادہ اور ۶۰ سے کم نہ ہوگی۔ مختلف ریاستوں کی اسمبلیوں کے ممبروں کی تعداد مندرجہ ذیل ہے:

آندھرا	۲۹۴	آسام	۱۲۶	بہار	۳۲۴

www.taemeernews.com

ناگالینڈ	۶۰	مدھیہ پردیش	۳۲۰	گجرات	۱۸۲
اڑیسہ	۱۴۷	تامل ناڈو	۲۳۴	ہریانہ	۹۰
پنجاب	۱۱۷	مہاراشٹر	۲۸۸	کرناٹک	۲۲۴
میگھالیہ	۶۰	اترپردیش	۴۲۵	منی پور	۶۰
راجستھان	۲۰۰	مغربی بنگال	۲۹۴	سکم	۳۲
جموں کشمیر	۷۶	ہماچل پردیش	۶۸	گوا میزورم	۰ ۴۰
کیرالا	۱۴۰	تری پورہ	۶۰	اروناچل پردیش	۴۰

مرکز کے زیر انتظام علاقوں کی اسمبلیوں کے ممبروں کی تعداد حسب ذیل تھی:

دہلی ، دہلی میٹرو پالیٹن کونسل ۶۱ (۵۶ منتخبہ ۵ نامزد)

ڈمن، ڈیو اسمبلی ۲۱ (۲ نامزد)

پانڈیچیری اسمبلی ۳۰

اسمبلی کا ممبر ہر ۵، ہزار کی آبادی پر ایک کے تناسب سے منتخب کیا جائے گا لیکن پانچ سو کی قید اس لئے لگائی ہے کہ اسمبلی کے ممبروں کی تعداد بڑی ریاستوں میں بہت زیادہ نہ ہونے پائے ورنہ پھر قانون سازی کا کام خوش اسلوبی سے نہ ہو سکے گا۔

آسام کے بعض اضلاع کی آبادی اس قدر کم ہے کہ اگر ۵، ہزار کے تناسب کا لحاظ کیا جائے تو وہ سرے سے نمائندگی سے محروم رہ جائے۔ اس لئے یہ انتظام کیا گیا ہے کہ ۵، ہزار سے کم کی آبادی پر بھی ان کو اسمبلی میں نمائندگی دی جائے۔

www.taemeernews.com

ریاستوں کی آبادی کا فیصلہ مردم شماری کی بنیاد پر کیا جاتا ہے۔ بجز شیڈول میں مندرج قبیلوں اور اچھوتوں کے کسی بھی فرقے یا ملت کے لئے مجلس قانون ساز کی ممبریاں محفوظ یا مخصوص (RESERVE) نہیں کی گئی ہیں۔ انتخاب مشترک (JOINT) رکھا گیا ہے۔ یعنی ہر مذہب اور ملت کے لوگ مل جل کر ایک حلقہ انتخاب میں ووٹ دیں گے۔ الیکشن بالغوں کی حق رائے دہی (ADULT FRANCHISE) کی بنیاد پر ہوگا۔ یعنی ریاست کا ہر ۲۱ سال کا یا اس سے زائد کی عمر کا صحیح الدماغ شہری، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، الیکشن میں ووٹ دے سکتا ہے۔

اگر گورنر یہ محسوس کرے کہ اینگلو انڈینز کو ریاستی اسمبلی میں نمائندگی کی ضرورت ہے بشرطیکہ اس ریاست میں اینگلو انڈین آبادی قابل لحاظ ہو یا ان کے نمائندے الیکشن میں بہت کم منتخب ہوکر آئے ہوں تو وہ اس اقلیت کے ایک دو ممبروں کو اسمبلی میں نامزد کرسکتا ہے۔

لیجسلیٹو اسمبلی کی ممبری کی شرطیں یہ ہیں کہ ممبر ہند یونین کا شہری ہو اور کم سے کم ۲۵ سال کا ہو اور اس میں وہ تمام شرطیں پائی جاتی ہیں جو پارلیمنٹ نے مقرر کی ہیں۔ وہ لوگ اسمبلی کے ممبر نہیں ہو سکتے جو سرکاری ملازم ہوں یا جن کا دماغ خراب ہوگیا ہو یا جو دیوالیے ہوگئے ہوں یا جو کسی دوسری مملکت کے شہری ہوگئے ہوں یا جو مجلس قانون ساز کے بنائے ہوئے ضابطوں کی رو سے ممبری کے لئے نا اہل قرار دیئے گئے ہوں۔ ۱۹۸۵ء کے پاس شدہ ANTI DEFECTION قانون کی رو سے ریاستی اسمبلیوں اور کونسلوں

www.taemeernews.com

کے ان ممبروں کی ممبری ختم ہو جائے گی اگر وہ اس پارٹی کو چھوڑ کر دوسری پارٹی میں شامل ہو گئے ہوں سوائے اس کے کہ پارٹی کے ایک تہائی ممبر اس پارٹی سے مستعفی ہو کر دوسری پارٹی میں شامل ہو جائیں یا ایک الگ پارٹی بنائیں۔ یہ پھوٹ یا SPLIT کہلائے گی۔

سوائے کشمیر کے ریاستی لیجسلیٹو کونسل کم سے کم ۴۰ ممبروں پر مشتمل ہو گی اور کسی صورت میں اس کے ممبروں کی تعداد ریاستی اسمبلی کی ممبری کی ⅓ تعداد سے زیادہ نہ ہو گی۔ ریاستی کونسلوں کے ممبروں کی تعداد مندرجہ ذیل ہے:۔

(۱) آندھرا	۹۰	(۲) بہار	۹۶	(۳) جموں اور کشمیر	۳۶
(۴) تامل ناڈو	۶۳	(۵) مہاراشٹر	۷۸	(۶) کرناٹک	۶۳
(۷) اتر پردیش	۱۰۸				

کونسل کا انتخاب بالواسطہ (INDIRECT) ہو گا۔ یعنی اس کو عام ووٹر منتخب نہیں کرتے۔ اس کے ممبروں میں مختلف قسم کے لوگ شامل ہوتے ہیں جو مختلف حلقوں سے منتخب ہو کر آتے ہیں۔ ایک تہائی کا انتخاب میونسپل بورڈ، ڈسٹرکٹ بورڈ اور ایسی دوسری تمام مقامی جماعتوں (LOCAL BODIES) (جن کو پارلیمنٹ اس کا حق عطا کرے) کے ممبر کریں گے۔ $\frac{1}{12}$ کا انتخاب وہ رجسٹرڈ گریجویٹس (REGISTERED GRADUATES) کریں گے جنھیں گریجویٹ ہوئے تین سال ہو گئے ہوں۔ $\frac{1}{12}$ کا انتخاب کم سے کم تین سال کا تعلیمی تجربہ رکھنے والے استاد (TEACHERS) کریں گے۔ ان میں یونیورسٹی اور کالجوں کے علاوہ سکنڈری اسکولوں کے ٹیچرز بھی شامل ہوں گے۔ ایک

www.taemeernews.com

تہائی ممبروں کا انتخاب اسمبلی کے ممبر غیر ممبروں میں سے کریں گے۔ بقیہ تھوڑے سے لوگوں کو گورنر نامزد کرے گا۔ ان میں وہ لوگ ہوں گے جنھوں نے علوم وفنون، ادب (LITERATURE)، فنونِ لطیفہ (FINE ARTS) کوآپریٹو تحریک (CO-OPERATIVE MOVEMENT) اور سوشل سروس میں نام پایا ہو۔

کونسل ایک مستقل جماعت (PERMANENT BODY) ہے۔ یعنی پوری کونسل کا انتخاب ایک وقت میں نہ ہوگا۔ بلکہ ہر دوسرے سال اس کے ایک تہائی ممبروں کی مدت رکنیت ختم ہو جائے گی اور ان کی جگہ نئے ممبر منتخب کئے جائیں گے۔

کونسل کا ممبر ہونے کے لئے ضروری ہے کہ کم سے کم ۳۰ سال کی عمر ہو۔ ممبری کی بقیہ شرطیں وہی ہیں جو اسمبلی کی ممبری کے لئے ہیں۔

کونسل کے سال میں کم سے کم دو اجلاس ہوا کریں گے۔

ریاستی مجلس قانون ساز یعنی اسمبلی اور کونسل کے ممبروں کو وہ تمام مراعات اور حقوق حاصل ہوں گے جو پارلیمنٹ کے ممبروں کو حاصل ہیں۔

ریاستی مجلس قانون ساز کی قانون سازی کے ضابطے تقریباً وہی ہیں جو پارلیمنٹ کے ہیں۔

اجلاس اسی وقت شروع ہو سکتا ہے کہ جب ممبروں کی ۱/۱۰ تعداد ایوان میں موجود ہو۔

ان ریاستوں میں کہ جہاں مجلس قانون ساز دو ایوانی ہے مالی بل صرف اسمبلی ہی میں پیش کیا جا سکتا ہے۔ کوئی بل اس وقت تک پاس نہ سمجھا جائے گا

www.taemeernews.com

جب تک کہ دونوں ایوانوں میں کونسل اور اسمبلی نے اسے پاس نہ کر دیا ہو۔ اگر کوئی بل اسمبلی نے پاس کر دیا ہو اور کونسل میں زیر غور ہو اور اسے پیش ہوئے تین مہینے ہوئے ہوں اور وہ پاس نہ ہوا ہو یا کونسل نے اس میں ایسی ترمیمیں کر دی ہوں جو اسمبلی نے قبول نہ کی ہوں تو اسمبلی اسے پاس کر کے دوبارہ کونسل میں بھیجے گی۔ اگر اس دفعہ بھی اس بل کو کونسل اس شکل میں پاس نہیں کرتی کہ جس میں اسمبلی نے اس کے پاس بھیجا تھا یا ایک مہینے کے اندر پھر ایسی ترمیمیں اس میں کر دیتی ہے جو اسمبلی کو منظور نہ ہوں تو وہ بل اس شکل میں پاس نہ سمجھا جائے گا۔ جس شکل میں اسمبلی نے اسے پاس کیا تھا تو وہ بل دونوں ایوانوں سے پاس شدہ سمجھا جائے گا۔ مالی بل کی منظوری صرف اسمبلی کے ہاتھ میں ہے۔ بغیر اسمبلی کی منظوری کے نہ تو کوئی ٹیکس لگایا جا سکتا ہے اور نہ پرانے ٹیکسوں کی شرح میں کسی قسم کی تبدیلی کی جا سکتی ہے۔

دستور نے قانون ساز اسمبلی کو زیادہ با اثر اور با اختیار مانا ہے۔

قانون پاس ہونے کے لئے ضروری ہے کہ بل دونوں ایوانوں میں سے (دو ایوانی مجلس قانون ساز ہونے کی صورت میں) یا اسمبلی سے پاس ہو کر گورنر کے پاس دستخط کے لئے بھیجا جائے۔ گورنر یا تو اس بل پر دستخط کرے گا یعنی اپنی منظوری دے گا یا اس کا اعلان کرے گا کہ وہ اس بل سے متفق نہیں ہے یا پھر وہ اسے صدر جمہوریہ کے پاس بھیج دے گا۔ اگر وہ اس بل سے متفق نہ ہو تو پھر وہ ان ترمیموں اور دفعوں کے ساتھ جن کا وہ بل میں شامل کیا جانا ضروری سمجھے ریاستی مجلس قانون ساز کے پاس بھیج دے گا۔ اگر اسمبلی یا

www.taemeernews.com

دونوں ایوان اسے اس صورت میں نہ پاس کریں تو پھر گورنر کو اصل بل پر اپنی منظوری دینی ہوگی۔ ریاستی مجلس قانون ساز کو صدر جمہوریہ کی مجوزہ ترمیم کے ساتھ بل پر چھ مہینے کے اندر غور کرنا پڑے گا اور اسے ترمیم شدہ صورت میں پاس کرکے صدر کے پاس بھیجنا ہوگا۔

اگر کوئی بل اسمبلی کے سامنے پیش نہ ہو بلکہ کونسل کے سامنے ہو اور اس اثنا میں اسمبلی تحلیل (DISSOLVE) کر دی جائے یا توڑ دی جائے تو اس بل کو ختم نہ سمجھا جائے گا لیکن اگر کوئی بل اسمبلی کے زیرِ غور ہو یا وہاں سے پاس کر دیا گیا ہو اور اس اثنا میں اسمبلی توڑ دی گئی ہو تو وہ بل ختم سمجھا جائے گا اور اسے پاس کرانے کے لئے اسمبلی کے نئے اجلاس میں ازسرِ نو پیش کرنا ضروری ہوگا۔

ہر وہ بل مالی بل سمجھا جائے گا جس میں مندرجہ ذیل باتوں میں سے کوئی ایک بات بھی شامل ہو:

(۱) کسی ٹیکس کا لگانا، اسے بدلنا، کم کرنا یا اس کی ادائیگی سے لوگوں کو معاف کرنا۔

(۲) CONSOLIDATED فنڈ کی نگرانی کرنا، اس سے روپیہ برآمد کرنا اور تقسیم کرنا۔

(۳) قرض لینا یا اس کے بارے میں کسی قسم کی گارنٹی دینا۔ کسی بل کو محض اس وجہ سے مالی بل نہ سمجھا جائے گا کہ جس میں جرمانوں یا دوسرے مالی تاوان لگانے یا لائسنس کی فیس کا ذکر ہو۔

www.taemeernews.com

مرکز کی طرح ریاستوں کے بجٹ میں خرچ کے جو تخمینے شامل ہوں گے
ان میں رقمیں دو طرح سے دکھائی جائیں گی۔

(۱) جو اس خرچ کو پورا کرنے کے لئے ضروری ہوں، جنھیں دستور نے ریاست کی آمدنی سے واجب الادا قرار دیا ہے۔

(۲) جس سے دوسرا خرچ جو ریاست کی آمدنی سے کیا جانا تجویز ہوا ہو پورا ہو۔

مندرجہ ذیل خرچے ریاست کی آمدنی سے واجب الادا ہوں گے۔

گورنر کی تنخواہ اور الاؤنس اور اس کے عہدے سے متعلق دوسرے خرچ، اسمبلی کے اسپیکر اور نائب اسپیکر (DEPUTY SPEAKER) کی تنخواہیں اور الاؤنس اور جس ریاست میں لیجسلیٹو کونسل ہو وہاں اس کے صدر اور نائب صدر کی تنخواہیں اور الاؤنس، قرض سے متعلق جملہ مطالبے معہ سود قرض ادائی فنڈ اور قرض چکانے کے خرچے جنھیں ادا کرنے کی ذمہ دار ریاستی سرکار ہو اور دوسرے وہ تمام خرچے جو قرض لینے، جاری رکھنے اور چکانے سے متعلق ہوں۔ ہائی کورٹ کے ججوں کی تنخواہیں، الاؤنس اور پنشن اور وہ تمام مصارف جنھیں دستور یا ریاستی مجلس قانون ساز کے ذریعہ واجب الادا قرار دیا ہو۔

خرچ کے تخمینوں کا یہ حصہ اسمبلی کے سامنے منظوری کے لئے پیش نہ ہوگا مگر دوسرا حصہ اسمبلی کے سامنے خرچ کے مطالبوں کی شکل میں پیش کیا جائے گا اور اسمبلی کو اختیار ہے کہ وہ کسی مطالبے کو منظور یا نامنظور کر دے یا

www.taemeernews.com

اس مطالبے کو کم کر دے۔ خرچ کا مطالبہ گورنر ہی کی سفارش پر کیا جا سکتا ہے۔

گورنر اپنے دستخط سے اس گوشوارے کی تصدیق کرے گا جس میں وہ رقمیں درج ہوں گی جو واجب الادا خرچ پورا کرنے کے لئے ضروری ہوں۔ لیکن ان میں کوئی رقم اس سے زیادہ نہ ہوگی جسے اسمبلی کے سامنے پیش کیا گیا ہو۔

یہ گوشوارہ اسمبلی کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ مگر اس پر نہ تو بحث ہوگی اور نہ ووٹ لئے جائیں گے۔ اگر کسی مالی سال میں اس خرچ کے علاوہ جو ریاست کی آمدنی میں سے اس سال کے لئے منظور کیا گیا ہو زائد خرچ کی ضرورت پڑ جائے تو گورنر اسمبلی یا دو ایوانی ہونے کی صورت میں کونسل اور اسمبلی دونوں کے سامنے ایک ضمنی (SUPPLIMENTARY) گوشوارہ پیش کرے گا جس میں زائد خرچ کے تخمینے درج ہوں گے اور وہی طریقہ باضابطہ اختیار کیا جائے گا جو اصل بجٹ کے بارے میں اختیار کیا گیا تھا۔ اگر کسی مالی سال میں ریاست کی آمدنی میں سے کسی محکمے پر منظور شدہ رقم سے زیادہ خرچ آیا ہو تو اس زائد خرچ کے لئے اسمبلی کی منظوری لی جائے گی اور وہی ضابطہ اختیار کیا جائے گا جو خرچ کی منظوری کے لئے پہلے اختیار کیا گیا تھا۔

مالی بل پہلے اسمبلی میں پیش کیا جا سکتا ہے۔ یہاں سے پاس ہونے کے بعد وہ کونسل میں بھیجا جائے گا۔ کونسل کے لئے ضروری ہے کہ چودہ دن کے اندر اسے اپنی سفارشوں یا ترمیموں کے ساتھ اسمبلی کے پاس بھیج دے۔ اسمبلی کو اختیار ہے کہ وہ ان ترمیموں یا سفارشوں کو مانے یا نہ مانے۔ اگر بل چودہ دن

www.taemeernews.com

کے اندر کونسل سے واپس نہ آئے تو سمجھا جائے گا کہ اس بل کو دونوں ایوانوں نے پاس کر دیا ہے۔ مالی بل میں اصل اختیار اسمبلی کو حاصل ہے۔

ریاستی مجلس قانون ساز کے اجلاس طلب کرنا، ملتوی کرنا اور اسمبلی کو منتشر یا تحلیل (DISSOLVE) کرنا گورنر کا کام ہے۔ وہ مجلس قانون ساز کے اجلاس کو ایڈریس کر سکتا ہے۔ کونسل کے کچھ ممبروں کو نامزد کرنے کا حق بھی اسے حاصل ہے۔ وہ مجلس قانون ساز کو پیغام بھی بھیج سکتا ہے۔ کوئی بل اس وقت تک قانون نہیں بن سکتا جب تک کہ گورنر اس پر منظوری نہ دے دے۔ مالی بل کے علاوہ دوسرے بلوں کو بھی وہ دوبارہ غور کرنے کے لیے مجلس قانون ساز کے پاس بھیج سکتا ہے۔ جب زمانے میں مجلس قانون ساز کے اجلاس نہ ہو رہے ہوں تو وہ آرڈیننس (ORDINANCE) جاری کر سکتا ہے۔ اس کی سفارش کے بغیر کوئی مالی بل اسمبلی کے سامنے پیش نہیں ہو سکتا۔

اسمبلی کا صدر "اسپیکر" اور نائب صدر "ڈپٹی اسپیکر" کہلاتا ہے۔ ان دونوں عہدیداروں کو اسمبلی الیکشن کے بعد اپنے پہلے اجلاس میں منتخب کرے گی۔ کونسل کے صدر کا نام چیرمین اور نائب صدر کا نام ڈپٹی چیرمین ہے۔ ان دونوں کو کونسل منتخب کرے گی۔ دونوں جماعتوں کے ان عہدیداروں کو ان کے عہدوں سے اسی وقت ہٹایا جا سکتا ہے جب ممبروں کی اکثریت ان کے خلاف عدم اعتماد کی تجویز پاس کرے اور اس تجویز کا نوٹس چودہ دن پہلے سے دے دیا گیا ہو۔

www.taemeernews.com

مشقی سوالات

۱۔ ریاستی اسمبلیوں کی تشکیل اور اختیارات کو بیان کیجیے۔

۲۔ ریاستی لیجسلیٹو کونسل کی تشکیل اور اختیارات کو بیان کیجیے۔

۳۔ ریاستی اسمبلیوں اور کونسلوں کے باہمی تعلقات کو بیان کیجیے۔

۴۔ ریاستی اسمبلی کے مالی اختیارات کو بیان کیجیے۔

۵۔ ریاستی اسمبلی کے ضابطہ قانون سازی کو بیان کیجیے۔

www.taemeernews.com

سپریم کورٹ

حکومت کے اہم ترین فرائض میں سے شہریوں کے ساتھ انصاف کرنا، ان کے باہمی حقوق اور قضیوں کو چکانا اور ان کو ان کے حقوق دلوانا ہے۔ اس فرض کو عدلیہ (JUDICIARY) یا عدالتیں انجام دیتی ہیں۔ حکومت کا یہ شعبہ عام شہریوں کے لئے بہت زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ اگر شہریوں کو انصاف نہ حاصل ہو تو پھر ان کا اعتماد حکومت پر سے اٹھ جاتا ہے اور پھر حکومت کا قائم رہنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اس لئے کہ لوگوں کی بے چینی اور بے اطمینانی بڑھتی جاتی ہے۔

فیڈرل حکومتوں میں عدلیہ کی اہمیت اس لئے اور بھی زیادہ ہے کہ یہ دستور کی محافظ ہوتی ہے۔ یہ بتاتی ہے کہ دستور کا اصل منشا رکیا ہے۔ ریاستوں اور مرکز کے باہمی جھگڑوں کو طے کرتی ہے اور اس کا فیصلہ کرتی ہے فلاں مسئلہ مرکزی حکومت کے زیرِ اختیار ہے یا ریاستوں کے۔ علیٰ ہٰذا وہ شہریوں کو حکومت اور عمالِ حکومت کی چیرہ دستیوں اور زیادتیوں سے بچاتی ہے۔ اس کے حقوق

www.taemeernews.com

کا تحفظ کرتی ہے۔ حکومت اور شہری دونوں کو اس کے فیصلے ماننے پڑتے ہیں۔ عام شہری اس کے ذریعہ اپنے کو حکومت اور عمال حکومت کی زیادتیوں سے بچاتے ہیں۔ مثلاً اگر حکومت شہریوں کی شہری آزادی (CIVIL LIBERTY) کو امن وامان قائم رکھنے یا برقرار رکھنے کی آڑ میں سلب کرنا چاہے تو اس کے خلاف عدالتوں میں چارہ جوئی کر کے شہری اپنی کھوئی ہوئی آزادی حاصل کر سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جمہوری حکومتوں میں عدلیہ کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ صحیح جمہوریت کی پرکھ یا جانچ کا طریقہ یہ ہے کہ وہاں کی عدالتیں ہنگامی یا وقتی یا بدلتی ہوئی سیاست کی ہنگامہ آرائیوں سے الگ رہ کر انصاف کریں۔ خواہ وہ فیصلے برسرِ اقتدار پارٹی کے خلاف کیوں نہ ہوں۔ اس لئے بہت زیادہ ضروری ہے کہ عدالتوں یا عدلیہ کو آزادانہ پوزیشن حاصل ہو اور یہ انتظامیہ کے اثر سے بالکل آزاد ہو۔ اور ججوں کا تقرر، ترقی یا برخاستگی اس کے ہاتھ میں نہ ہو۔ جمہوریہ ہند کے دستور نے عدلیہ کو آزاد پوزیشن عطا کی ہے۔ یہ دستور کی محافظ بھی ہے۔

جمہوریہ ہند یونین کی سب سے بڑی اور اونچی عدالت سُپریم کورٹ (SUPREME COURT) ہے جو پہلے چیف جسٹس اور سات دوسرے ججوں پر مشتمل تھی۔ ججوں کی تعداد کا تعین پارلیمنٹ کے اختیار میں ہے۔ بڑھتے ہوئے کام کے پیشِ نظر پارلیمنٹ نے ججوں کی تعداد بڑھا دی۔ چنانچہ ۱۹۵۶ء میں پارلیمنٹ کے ایکٹ نے ان کی تعداد بڑھا کر دس کی اور ۱۹۶۰ء میں ان کی تعداد بڑھ کر چودہ ہو گئی۔ اب تازہ ترین ترمیم کی رو سے سپریم کورٹ کے ججوں کی تعداد بشمول چیف جسٹس ۲۶ سے زیادہ نہیں ہو گی۔

www.taemeernews.com

نئے دستور کے نفاذ سے پہلے برطانوی پریوی کونسل (PRIVY COUNCIL) ہندوستان کی سب سے بڑی عدالت تھی لیکن دستور نے اسے ختم کر دیا۔ اس سے ہندوستان کو برطانیہ سے عدالتی (JUDICIAL) آزادی بھی حاصل ہو گئی۔ اب سپریم کورٹ ہی ملک کی سب سے بڑی اور آخری عدالت ہے۔ اس کے فیصلے کے خلاف کسی دوسری عدالت میں اپیل نہیں ہو سکتی۔

سپریم کورٹ کے چیف جسٹس اور ججوں کا تقرر صرف صدر جمہوریہ کرتا ہے۔ ججوں کا تقرر کرتے وقت صدر جمہوریہ سپریم کورٹ کے ان ججوں سے مشورہ کرے گا جن سے مشورہ کرنا وہ ضروری اور مناسب سمجھے۔ دوسرے ججوں کے تقرر میں وہ چیف جسٹس سے مشورہ کرے گا۔

صرف وہی لوگ اس عدالت کے جج ہو سکتے ہیں جو ہند یونین کے شہری ہوں اور کم سے کم ۵ سال تک کسی ہائی کورٹ کے جج رہ چکے ہوں یا اس قابلیت کے مالک ہوں کہ اس عدالت کے جج ہو سکیں یا کم سے کم دس سال تک کسی ہائی کورٹ کے ایڈوکیٹ رہ چکے ہوں۔ ہر جج ۶۵ سال کی عمر تک کام کرے گا اور اس کے بعد ریٹائر ہو جائے گا۔

جج آزاد اور بے لاگ فیصلے اسی وقت دے سکتے ہیں کہ جب وہ انتظامیہ یا عمال حکومت کے اثر سے بالکل آزاد ہوں کیوں کہ بہت سے معاملوں میں انہیں انتظامیہ کے خلاف فیصلے دینے ہوتے ہیں۔ مثلاً بہت سے مقدمے انتظامیہ یا پولیس کی طرف سے دائر کئے جاتے ہیں۔ ججوں کو اپنی ملازمت کی مستقلی کا یقین ہو اور اس کا یقین ہو کہ انتظامیہ کے خلاف بے لاگ فیصلہ دینے سے انہیں انتظامیہ برطرف کر دے گی یا پارلیمنٹ ان کے مشاہروں کی

www.taemeernews.com

کی منظوری دے دے گی اور ان کے فیصلوں پر ایوان پارلیمنٹ میں نکتہ چینی نہ ہوگی اور ان کی ترقی پر کوئی برا اثر نہ پڑے گا تو وہ صحیح فیصلہ نہیں دے سکتے۔ اس لئے دستور نے ججوں کی منتقلی کو اس طرح سے محفوظ کیا ہے کہ ان کو ملازمت سے صرف اسی صورت میں برطرف کیا جا سکتا ہے کہ جب ان کے خلاف کسی قسم کی بد دیانتی یا بے ایمانی مثلاً رشوت ستانی یا اثر یا دباؤ یا سفارش کے ماتحت غلط فیصلہ کرنے کا الزام ثابت ہو جائے اور اس پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں کے حاضر اور رائے دینے والے ممبروں کی دو تہائی اکثریت صدر جمہوریہ کے سامنے اس کی برطرفی کا ایڈریس پیش کرے۔ اس ایڈریس کی بنیاد پر صدر انھیں برطرف کر سکتا ہے۔

ججوں کے کسی فیصلہ کے خلاف کسی قسم کی نکتہ چینی یا بحث و مباحثہ پارلیمنٹ میں ہو سکتا ہے اور نہ ججوں کی تنخواہوں کے بارے میں کسی کی منظوری کی ضرورت ہے۔

ججوں کو مستعفی ہونے کا حق حاصل ہے۔ اس کی اطلاع انھیں صدر جمہوریہ کو دینی ہوگی۔

کوئی شخص جو سپریم کورٹ کا جج رہ چکا ہو ہندیونین کی کسی عدالت میں بطور وکیل کام نہ کر سکے گا۔

چیف جسٹس اور دوسرے ججوں کو رہنے کے لئے مکان مفت ملیں گے۔ تازہ ترین دستوری ترمیم کی رو سے چیف جسٹس کو دس ہزار اور دوسرے ججوں کو ۹ ہزار ماہانہ تنخواہ ملے گی۔

کسی جج کی تنخواہ، رخصت اور پنشن کے حقوق میں اس کے تقرر کے بعد کوئی ایسی

KHURSHID KHAN HADI
BAZARIA HIMMAT KHAN
RAMPUR - 244901 (U.P.)

www.taemeernews.com

تبدیلی نہ کی جائے گی کہ اسے کسی قسم کا نقصان ہو۔

اگر کسی وقت سپریم کورٹ میں کام کی غیر معمولی زیادتی ہو اور ججوں کی تعداد میں فوری عارضی اضافے کی ضرورت محسوس ہو تو عارضی (ADHOC) اور زائد (ADDITIONAL) جج مقرر کئے جا سکتے ہیں۔ ان کا تقرر چیف جسٹس صدر جمہوریہ کی منظوری سے کرے گا۔ ان پر ایسے اشخاص کا تقرر ہو گا کہ جو جج مقرر کئے جانے کی شرطیں پوری کرتے ہوں۔ ان ججوں کو دوسرے ججوں کی طرح مقدموں کے فیصل کرنے کا حق حاصل ہو گا۔

چیف جسٹس کی عدم موجودگی میں صدر سپریم کورٹ کے کسی دوسرے جج کو اسی عہدے پر مقرر کرے گا۔ بالعموم سپریم کورٹ کے اجلاس دہلی میں ہوا کریں گے لیکن صدر جمہوریہ کی منظوری سے چیف جسٹس اس کے اجلاس دوسری جگہوں پر بھی منعقد کر سکتا ہے۔

عہدہ سنبھالتے وقت ہر جج کو صدر جمہوریہ کے روبرو اس کا حلف اٹھانا پڑے گا کہ وہ اپنے فرائض کی ادائیگی میں جانب داری نہ برتے گا اور نہ دوست یا دشمن کا لحاظ کرے گا۔

عدالت کا دائرۂ اختیار دستور نے سپریم کورٹ کو وسیع اختیارات عطا کئے ہیں۔ دستور کی تشریح و تعبیر (INTERPRETATION) وہی کرتی ہے۔ دیوانی کے مقدموں کی یہی آخری عدالت اپیل ہے۔ فوجداری مقدموں کی اپیلیں بھی یہی سنتی ہے۔ تشریح شدہ مقدموں میں بھی اسے اپیل سننے کا حق حاصل ہے۔ یہ توہین عدالت

www.taemeernews.com

(CONTEMPT OF COURT) کا مقدمہ بھی چلا سکتی ہے اور یہ نظیری عدالت (COURT OF RECORDS) بھی ہے۔

اگر مرکزی حکومت اور کسی ریاستی حکومت کے مابین بھی دستوری اختلاف پیدا ہو جائے تو سپریم کورٹ کو اس اختلافی مسئلہ پر ابتدائی اختیار سماعت (ORIGINAL JURISDICTION) حاصل ہے۔ یعنی وہ مسئلہ صرف اسی عدالت کے سامنے پیش ہو سکتا ہے اور کسی دوسری عدالت کے سامنے نہیں لیکن ہند یونین اور ہندوستانی ریاستوں کے مابین سمجھوتے اور معاہدے اور ان سے متعلق مسئلے سپریم کورٹ کے دائرۂ اختیار سے باہر ہیں۔

سپریم کورٹ کو دستوری، مالی، دیوانی اور فوجداری مقدموں کی اپیل سننے کا اختیار حاصل ہے۔ اگر کسی مسئلے کے متعلق ہائی کورٹ اس کی تصدیق کر دے کہ اس خاص مسئلے میں کوئی خاص یا اہم دستوری پیچیدگی پائی جاتی ہے تو اس کی اپیل سپریم کورٹ میں دائر کی جا سکتی ہے۔ اس کے علاوہ اگر خود سپریم کورٹ کے نزدیک کسی مسئلے میں کوئی خاص قانونی پیچیدگی پیدا ہو گئی ہے تو وہ اس کی اپنے ہاں اپیل کرنے کی خاص اجازت دے سکتی ہے۔

دیوانی مقدموں کی اپیل سپریم کورٹ میں دائر کی جا سکتی ہے بشرطیکہ ہائی کورٹ اس کی تصدیق کر دے کہ مقدمہ کم سے کم ۲۰ ہزار کی مالیت کا ہے۔ فوجداری مقدموں کی اپیل سپریم کورٹ میں اس صورت میں کی جا سکتی ہے کہ جب ہائی کورٹ نے اپیل میں مجرم کی بریت کے فیصلے کو بدل دیا ہو اور اسے سزائے موت دے دی ہو یا اس کی تصدیق کر دی ہو کہ اس کی اپیل

www.taemeernews.com

سپریم کورٹ میں نہیں کی جا سکتی ہے۔

فوجداری مقدمہ کے بارے میں پارلیمنٹ سپریم کورٹ کے دائرۂ اختیار کو وسیع کر سکتی ہے۔ اس کے علاوہ فیڈرل کورٹ کے مانند سپریم کورٹ کو دوسرے معاملوں میں بھی اختیارات حاصل ہیں جن کی تصریح دستور میں نہیں کی ہے۔ اس کو تمام دوسری عدالتوں کے فیصلوں پر نظر ثانی کرنے کے وسیع اختیارات حاصل ہیں۔ فوجی عدالتوں کے سوا ہر عدالت کے فیصلوں کے خلاف اپنے یہاں اپیل دائر کرنے کی اجازت دے سکتی ہے۔

مشاورتی فرائض (ADVISORY FUCTION)

سپریم کورٹ کو بعض مشاورتی فرائض بھی انجام دینے ہیں۔ صدر جمہوریہ کسی بھی دستوری نکتے پر سپریم کورٹ کا مشورہ طلب کر سکتا ہے۔ اس ذیل میں ہند یونین میں اور ہندوستانی ریاستوں کے مابین وہ سمجھوتے جن کے بارے میں کسی قسم کا اختلاف پیدا ہو گیا ہو آجاتے ہیں۔ چنانچہ متعدد مسئلوں کے بارے میں مختلف موقعوں پر صدر جمہوریہ اس قسم کی رائے اس عدالت سے لے چکے ہیں۔

طریقۂ کار (PROCEEDURE)

صدر جمہوریہ اور پارلیمنٹ کی بنائی ہوئی دفعات کے ماتحت سپریم کورٹ اپنے طریقۂ کار کے ضابطے اور قاعدے بنا سکتی ہے۔ اس عدالت کے سارے فیصلے ججوں کی کثرتِ رائے سے سنے جائیں گے۔ اگر کسی جج کو دوسرے ججوں کے فیصلے سے اختلاف ہو تو وہ اپنا اختلافی فیصلہ سنا سکتا ہے۔

www.taemeernews.com

چونکہ یہ جمہوریہ ہند کی سب سے بڑی عدالت ہے۔ اس لئے اس کے فیصلوں کی پابندی نہ صرف دوسری عدالتوں کو کرنی ہوگی۔ بلکہ انتظامیہ کو بھی پارلیمنٹ کے پاس کردہ جن قوانین کو سپریم کورٹ خلاف دستور قرار دے گی۔ ان قوانین کو بدلا جائے گا اور انتظامیہ کی جن کارروائیوں کو سپریم کورٹ غلط ٹھہرائے گی ان کارروائیوں کو کالعدم قرار دیا جائے گا۔ اگر کچھ شہریوں کو گرفتار کیا گیا اور سپریم کورٹ نے ان گرفتاریوں کو بے جا یا غلط ٹھہرایا تو ان لوگوں کو رہا کرنا پڑے گا۔ چنانچہ جب بعض کمیونسٹ نظر بند اور گرفتار کئے گئے تو ان کی اپیل پر سپریم کورٹ نے ان نظر بندیوں اور گرفتاریوں کو غلط ٹھہرا دیا اور حکومت کو ان کو رہا کرنا پڑا۔

لیکن دستور کی ۴۲ ویں ترمیم کی رو سے اب بنیادی حقوق میں پارلیمنٹ ترمیم کرسکتی ہے۔ اس طرح سے اب سپریم کورٹ کو وہ پوزیشن حاصل نہیں رہی جو اسے پہلے حاصل تھی۔ اب پارلیمنٹ کے مقتدر اعلیٰ ہونے کے اصول کو مان لیا گیا ہے۔

سپریم کورٹ کی آزادی برقرار رکھنے کے لئے چیف جسٹس یا کسی دوسرے جج یا افسر (جسے کورٹ ایسا کرنے کی ہدایت کرے) کو اس کا حق حاصل ہے کہ وہ عدالت کے اسٹاف یا عملے کا تقرر انتظامیہ کے اثر سے آزاد ہو کر کرے اور ان ملازمتوں کے لئے شرطیں مقرر کرے۔ قاعدے اور ضابطے بنائے۔ اسٹاف پر جو بھی خرچ آئے گا وہ سب ہند یونین کے واجب الادا فنڈ سے دیا جائے گا اور اس کی منظوری کے لئے پارلیمنٹ کی رائے نہ لی جائے گی۔

www.taemeernews.com

مشقی سوالات

۱۔ سپریم کورٹ کے اختیارات کو بیان کیجیے۔

۲۔ سپریم کورٹ کی تشکیل اور ججوں کے فرائض کو بیان کیجیے۔

۳۔ سپریم کورٹ کے طریقہ کار پر مختصر نوٹ لکھیے۔

www.taemeernews.com

ہائی کورٹ

دستور میں اس کا ذکر کیا گیا ہے کہ ہر ریاست کا ایک ہائی کورٹ ہوگا۔ لیکن چھوٹی ریاستوں کے لئے ایک ہی ہائی کورٹ رکھا گیا ہے۔ مثلاً آسام یا گوہاٹی ہائی کورٹ آسام کے علاوہ منی پور، میگھالیہ، ناگالینڈ، تری پورا کا بھی ہائی کورٹ ہے۔ اسی طرح ہریانہ اور پنجاب کا بھی مشترک ہائی کورٹ ہے۔ اس کے ججوں کی تعداد کا فیصلہ صدر جمہوریہ کرے گا۔ کام کی زیادتی کی وجہ سے پارلیمنٹ ججوں کی تعداد بڑھا سکتی ہے۔ چنانچہ الہ آباد ہائی کورٹ، کلکتہ ہائی کورٹ کے ججوں کی تعداد میں برابر اضافہ ہو رہا ہے۔ دوسرے ہائی کورٹوں کے ججوں کی تعداد میں برابر اضافہ ہوا ہے۔

ہائی کورٹ کے چیف جسٹس کو نو ہزار روپیہ ماہانہ اور دوسرے ججوں کو آٹھ ہزار ماہانہ تنخواہ ملے گی۔ اس کے علاوہ انھیں وہ دوسرے الاؤنس بھی ملیں گے جنھیں صدر جمہوریہ وقتاً فوقتاً طے کرے۔ ججوں کی تنخواہوں میں موجودہ شدید گرانی کے باعث اضافہ کرنے کی تجویزیں مرکزی حکومت کے

www.taemeernews.com

زیرِ غور ہے۔ ان کے عہدے کی مستقلی کو برقرار رکھنے کے لئے دستور میں اس کی صراحت کردی گئی ہے کہ تقرر کے بعد ججوں کی تنخواہ یا پنشن یا الاؤنس یا کسی دوسرے حق میں کسی قسم کی ایسی تبدیلی نہ کی جائے گی کہ جس سے ان کو کسی قسم کا نقصان پہنچے۔

ہائی کورٹ کے قائم مقام چیف جسٹس اور ریٹائرڈ ججوں کے متعلق وہی دفعات ہیں جو سپریم کورٹ کے اس قسم کے ججوں کے تقرر کے بارے میں ہیں۔ دستور اور مجلس قانون ساز کے بنائے ہوئے اور پاس کردہ قوانین کے ماتحت ہائی کورٹ کو سابقہ اختیارات حاصل ہیں۔ مالگذاری کے مقدموں کے بارے میں ان کو ابتدائی حق سماعت حاصل ہے۔ اس کے علاوہ ان کو شہریوں کے بنیادی حقوق کو نافذ (ENFORCE) کرنے کے لئے پروانے جاری کرنے (جن میں HABEAS CORPUS یا پروانہ حاضری ملزم پروانہ نہیں یا حکم امتناعی (PROHIBITION) شامل ہیں) کے حق حاصل ہیں۔ چنانچہ جب بہار اور اتر پردیش کی قانون ساز جماعتوں نے خاتمہ زمینداری کے قوانین پاس کئے تو زمینداروں کی طرف سے ہائی کورٹوں میں ان کے خلاف اس بنا پر قوانین کی قانونی حیثیت کو چیلنج کیا گیا کہ یہ بنیادی حقوق خصوصاً جائداد کے رکھنے کے حق کے مخالف ہیں اور دستور کے قطعی مخالف ہیں لیکن الہ آباد ہائی کورٹ نے زمینداروں کے خلاف فیصلہ دیا۔ پٹنہ ہائی کورٹ نے البتہ ایک حد تک اس قانون کی بعض خامیوں کو بتایا۔ بہار کی وزارت نے اس فیصلے کی روشنی میں نئے خاتمہ زمینداری کے قانون میں ان خرابیوں کو دور

www.taemeernews.com

کر دیا۔

لیکن دستور میں ۱۹۷۱ء کی ترمیم کے بعد اب جائداد کے متعلق پارلیمنٹ جس قسم کا چاہے قانون پاس کر سکتی ہے اور اسے اب ہائی کورٹ میں چیلنج نہیں کیا جا سکتا ہے۔ ۱۹۷۶ء میں دستور کی ۴۲ ویں ترمیم کی رو سے ہائی کورٹوں کو اس کا حق حاصل نہیں رہا تھا کہ وہ کسی مرکزی قانون کو خلاف دستور قرار دے سکیں۔ یا اس کے بارے میں کسی قسم کا کوئی حکم امتناعی جاری کر سکیں۔ لیکن ۱۹۷۸ء کی ۴۴ ویں ترمیم کی رو سے اب ہائی کورٹ کو وہ سارے اختیارات حاصل ہو گئے جو ۴۲ ویں ترمیم سے پہلے حاصل تھے۔

ہر ہائی کورٹ کو ماتحت دیوانی عدالتوں اور مخصوص عدالتوں (TRIBUNALS) پر نگرانی کرنے اور ان سے اپنے یہاں مقدمے منتقل کرنے کے اختیارات حاصل ہیں۔ صرف پارلیمنٹ ہی ہائی کورٹوں کے اختیارات کم کر سکتی ہے۔ ریاستی مجلس قانون ساز کو اس قسم کا کوئی حق یا اختیار حاصل نہیں ہے۔ ڈسٹرکٹ ججوں کا تقرر، ترقی اور تعیناتی گورنر کے ہاتھ میں ہے لیکن وہ ان امور میں ہائی کورٹ سے مشورہ لے گا۔

ہر ہائی کورٹ کو ان سارے علاقوں کی جو اس کے حدود اختیار میں واقع ہیں تمام عدالتوں پر نگرانی کرنے کا اختیار حاصل ہے۔ وہ ماتحت عدالتوں سے کسی بھی مقدمے یا معاملے کی کیفیت طلب کر سکتا ہے۔ کسی مقدمہ یا اپیل کو ماتحت عدالت سے اپنے یہاں طلب کر سکتا ہے یا ایک عدالت سے دوسری عدالت کو مقدمہ منتقل کرنے کی ہدایت دے سکتا ہے۔ عدالتوں کے تمام قاعدے اور

www.taemeernews.com

ضابطے بنا سکتا ہے اور ان کو نافذ کر سکتا ہے۔ ماتحت عدالتوں کی کارروائیوں کی انجام دہی کے مناسب فارم مقرر کر سکتا ہے۔ تمام ماتحت عدالتوں کو رجسٹر اور حساب رکھنے ضروری ہیں، جن کا معائنہ ہائی کورٹ کر سکتا ہے۔ ہائی کورٹ کو اس کا بھی حق حاصل ہے کہ وہ ان فیسوں کی شرح مقرر کرے جن کو ماتحت عدالتوں کے ناظر یا دوسرے اہلکاروں اور ان پر پریکٹس کرنے والوں ایڈوکیٹوں اور وکیلوں کو لینے کی اجازت ہو۔

ہائی کورٹ کے فیصلوں کی پابندی ریاستی حکومت اور اس کے تمام افسروں پر لازمی ہے۔ اگر کسی مجرم یا نظر بند کی رہائی کا حکم ہائی کورٹ جاری کرے تو ریاستی حکومت اس کی رہائی کرنے پر مجبور ہے۔ اسی طرح سے اگر کسی سرکاری ملازم کی برخاستگی کے حکم کو ہائی کورٹ نے غلط یا ناجائز قرار دیا ہو تو پھر ریاستی حکومت کو اسے بحال کرنا ہوگا۔ ریاستی مجلس قانون ساز کو ہائی کورٹ کے فیصلوں کی تعمیل میں اپنے پاس کئے ہوئے قوانین میں تبدیلی کرنی ہوگی۔ اسی طرح سے اگر کسی شہری کو اس کے کسی بنیادی حق سے محروم کیا گیا اور اس کے حق میں ہائی کورٹ نے فیصلہ کر دیا تو وہ حق اسے دوبارہ حاصل ہو جائیں گے۔

ہائی کورٹ کو سیاسی اثرات سے آزاد رکھنے اور ججوں کی آزادی کو برقرار رکھنے کے لئے دستور میں یہ رکھا گیا ہے کہ کسی جج کو اس وقت تک اس کے عہدے سے نہیں ہٹایا جا سکتا جب تک کہ اس کی برطرفی کی تجویز پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں کے ممبران کی دو تہائی اکثریت ایک ایڈریس کی صورت میں پاس نہ کر دے۔ اس ایڈریس کے موصول ہونے پر صدر جمہوریہ اس

www.taemeernews.com

جج کو برخاست کردے گا ۔ ہائی کورٹ کے کسی فیصلے پر ریاستی مجلس قانون ساز ہائی کورٹ کے ججوں کی تنخواہوں کی نہ تو منظوری دے سکتی ہیں اور نہ ان کو کم کرسکتی ہیں۔ مجموعی تنخواہیں اور الاؤنس ریاست کے واجب الادا مصارف کی مد میں سمجھی جاتی ہیں ۔ اسی طرح ان کے تقرر میں مجلس قانون ساز کو کوئی اختیار نہیں حاصل ہے ۔

ججوں کو مستعفی ہونے کا حق حاصل ہے جس کی اطلاع انھیں صدر جمہوریہ کو دینی ہوگی ۔

مشقی سوالات

۱۔ ہائی کورٹ کی تشکیل اور اختیارات کو بیان کیجیے ۔

۲۔ ہائی کورٹ کے طریق کار کو بیان کیجیے ۔

۳۔ ماتحت عدالتوں پر ہائی کورٹ کس طرح نگرانی کرتی ہے ؟

www.taemeernews.com

پبلک سروس کمیشن

(PUBLIC SERVICE COMMISSION)

ہر جمہوریہ حکومت میں حکومت کی پالیسی کے ذمہ دار وزیر ہوتے ہیں۔ جو عوام یا جمہور کے ووٹوں سے منتخب ہوا کرتے ہیں اور اس وقت تک اپنے عہدوں پر رہتے ہیں کہ جب تک ان کو عوام کا اعتماد حاصل ہے۔ حکومت کا کام چلانے کے لئے مستقل ملازموں کا ہونا ضروری ہے۔ ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ وقتی اور بدلتی ہوئی سیاست سے الگ رہ کر انتظام چلائیں ورنہ پھر حکومت کا نظام بالکل خراب ہو جائے گا۔ مستقل سرکاری ملازم وزارتوں کی تبدیلی کے ساتھ برخاست ہوتے رہیں گے اور حکومت کی مشینری معطل اور مفلوج ہو کر رہ جائے گی۔ ان سب باتوں کو دیکھ کر ہر جمہوری ملک میں سرکاری ملازموں کو ملک کی سیاست خاص کر سیاسی پارٹیوں کی سیاست سے الگ رکھا گیا ہے۔ ان کا تقرر، ترقی، تنزلی اور برخاستگی پبلک سروس کمیشن کے ہاتھ میں رکھی گئی ہے جو بالکل غیر جانب دار اور آزاد طاقت ہوتی ہے۔ تقرر کے وقت اس کی کوشش کی جاتی ہے کہ ملازمتیں اہل اور قابل افراد کو ملیں اور یہ اختیار برسر اقتدار پارٹی کو نہ حاصل ہو۔ اس لئے

www.taemeernews.com

جملہ سرکاری ملازمتوں پر تقرر کے لئے مقابلے کے امتحان پبلک سروس کمیشن کے زیرِ اہتمام منعقد کئے جاتے ہیں جن میں سب سے زیادہ نمبر پانے والوں کا تقرر سرکاری ملازمتوں پر کیا جاتا ہے اور یہی سرکاری ملازم حکومت کا سارا نظم ونسق (ADMINISTRATION) چلاتے ہیں اور حکومت کی انتظامی مشینری انھیں کے ہاتھ میں رہتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ باوجود وزارت کی تبدیلیوں کے حکومت کی مشینری چلتی رہتی ہے۔

ان سرکاری ملازموں کا فرض ہے کہ وہ وزیروں اور مجلس قانون ساز کے احکام کی پوری پوری تعمیل کریں۔ سیاسی پارٹی سے بالکل الگ رہیں۔ کسی سیاسی جماعت کی سرگرمیوں میں نہ شامل ہوں۔ اپنے کو عوام کا خادم سمجھیں کیوں کہ ان کا تقرر انھیں کی خدمت کرنے کے لئے ہوتا ہے۔

سرکاری ملازمتوں کی تین بڑی قسمیں ہیں۔ ایک تو وہ کہ جن کا تعلق سارے ملک سے ہے۔ دوسری وہ کہ جن کا تعلق ریاست سے ہے اور تیسری چھوٹی (SUBORDINATE) ملازمتیں۔ جمہوریہ ہند میں انھیں UNION SERVICES، STATE SERVICES اور SUBORDINATE SERVICES کہا جاتا ہے۔

یونین سروسز (UNION SERVICES) میں اہم ترین سروس INDIAN ADMINISTRATIVE SERVICE ہے۔ برطانوی عہدِ حکومت میں اسے انڈین سول سروس یا آئی۔ سی۔ ایس۔ کہا جاتا تھا۔ یونین ملازمتوں کے تقرر کے لئے یونین پبلک سروس کمیشن اور ریاستی ملازمتوں کے تقرر کے لئے اسٹیٹ پبلک سروس کمیشن ہیں۔

www.taemeernews.com

دستور نے اس کی کوشش کی ہے کہ سرکاری ملازمتوں میں ہر فرقہ اور ہر گروہ کے قابل ترین افراد آئیں۔ ان کے تقرر کے لئے اس قسم کے قاعدے اور ضابطے رکھے گئے ہیں کہ کسی شخص کو محض مذہب، ذات، فرقہ، جنس، رنگ یا نسل کی بنا پر سرکاری ملازمت سے محروم نہ کیا جائے اور انھیں حاصل کرنے کے لئے ہر شہری کو یکساں مواقع حاصل رہیں اور انھیں بہت سے حقوق اور مراعات دیئے گئے ہیں۔

چوں کہ عام پسماندگی اور تعلیم کے نہ ہونے سے اچھوتوں اور پسماندہ قبیلوں کا تناسب سرکاری ملازمتوں میں بہت ہی کم تھا اس لئے دستور میں ملازمتوں میں ان کے لئے حصہ مخصوص کر دیا گیا ہے۔

ہندیونین کی ملازمتوں کا تقرر یونین پبلک سروس کمیشن کرتا ہے۔ ہر ریاست میں علیحدہ اسٹیٹ پبلک سروس کمیشن ہوگا۔ لیکن ایک سے زیادہ ریاستیں باہمی رضامندی سے مشترک کمیشن بھی رکھ سکتی ہیں۔ ریاستوں کی درخواست پر یونین پبلک سروس کمیشن بھی ان کی طرف سے یہ کام انجام دے سکتا ہے۔

یونین اور ریاستی پبلک سروس کمیشنوں کا خاص کام یہ ہے کہ وہ سرکاری ملازمتوں کے لئے قابل اور لائق امیدواروں کے تقرر کی سفارش یونین اور ریاستی گورنمنٹوں سے کریں۔ ان ملازمتوں کے متعلق کے امتحانات کرائیں اور ان ملازمتوں کے بارے میں جملہ مناسب اور ضروری قاعدے بنائیں۔

www.taemeernews.com

ان کمیشنوں کی رائے ان تمام باتوں میں لی جائے گی جو ملازمتوں پر تقرر (RECRUITMENT) کے طریقوں کے بارے میں ہوں۔ ایک ملازمت سے دوسری ملازمت پر ترقی اور تبادلے کے بارے میں ہوں اور ایسے عہدوں کے لئے امیدواروں کے موزوں ہونے یا ان کو ترقی دینے یا ان کے تبادلے کے اصولوں کے متعلق ہوں۔ تعزیری (DISCIPLINARY) مسئلوں یا معاملوں کی بابت متعلقہ پبلک سروس کمیشن ہی سے رائے لی جائے گی۔ ان میں ان امور کے بارے میں درخواستیں اور اپیلیں شامل ہیں۔

یونین پبلک سروس کمیشن کے صدر اور ان کے ممبروں کو صدر جمہوریہ اور ریاستی پبلک سروس کمیشن کے صدر اور ان کے ممبروں کو گورنر مقرر کریں گے۔

یونین کمیشن کے بارے میں صدر جمہوریہ اور ریاستی پبلک سروس کمیشن کے بارے میں گورنر اپنے اختیارات سے ضابطے بنائیں گے۔ کمیشن کے ممبروں کی تعداد، ان کے عہدے کی مدت اور شرطیں مقرر کریں گے اور کمیشن اسٹاف کی تعداد اور ان کی ملازمت کی شرطوں کے بارے میں قاعدے بنائیں گے۔

کمیشن کے آدھے ممبر ایسے ہوں گے جو کم سے کم دس برس تک سرکاری ملازمت کر چکے ہوں۔ ممبر اپنے عہدوں پر چھ سال تک رہیں گے۔

ریاستی کمیشن کے ممبر ۶۲ سال کی عمر میں اور یونین کمیشن کے ممبر ۶۵ سال کی عمر میں ریٹائر ہوں گے۔ پوری میعاد تک کام کر چکنے کے بعد کمیشن کے کسی ممبر

www.taemeernews.com

کو دوبارہ اس عہدہ پر مقرر نہ کیا جائے گا یعنی ان کی توسیع نہ مل سکے گی ۔

عہدہ سے سبک دوش ہونے کے بعد یونین کمیشن کا صدر کوئی دوسری سرکاری ملازمت قبول نہ کر سکے گا ۔ ریاستی پبلک سروس کمیشن کا صدر یونین پبلک سروس کمیشن کے ممبر یا کسی دوسری ریاستی پبلک سروس کمیشن کا صدر بننے کا اہل تو ہوگا لیکن یونین سرکار یا ریاستی سرکار کا کوئی دوسرا عہدہ قبول نہ کر سکے گا ۔

یونین اور ریاستی پبلک سروس کمیشنوں کا خرچ جن میں کمیشن کے ممبروں ، ان کے اسٹاف ، ان کی تنخواہیں ، بھتے اور پنشن شامل ہیں ، ہند یونین یا ریاست کے واجب الادا خرچ میں سے دی جائیں گی ۔

کمیشن کے ممبروں کو ثابت شدہ بداعمالی یا بدعنوانی (MISBEHAVIOUR) پر صدر جمہوریہ ان کو برطرف کر سکتا ہے ۔ ممبروں نے کسی معاملے میں بداعمالی یا بدعنوانی کی یا نہیں اس کا فیصلہ سپریم کورٹ کرے گی ۔ صدر جمہوریہ کسی بھی کمیشن کے چیرمین یا ممبر کو مندرجہ ذیل وجوہ کی بنا پر بھی برطرف کر سکتا ہے ۔

(۱) اگر وہ دیوالیہ ہو جائیں ۔

(۲) اگر وہ کمیشن کی چیرمینی یا ممبری کے دوران میں کوئی ایسا کام کرنے لگیں کہ جس کے صلے میں انھیں تنخواہ ملنے لگی ۔

(۳) اگر جسمانی یا دماغی معذوری کے سبب صدر کی رائے میں وہ اپنے فرائض کی تعمیل کرنے سے قاصر ہیں ۔

(۴) اگر ان کا تعلق کسی سرکاری ٹھیکے یا کسی ایسی چیز سے ہو جائے کہ جس سے

www.taemeernews.com

ان کو مالی نفع حاصل ہوتا ہو۔

مشقی سوالات

۱۔ پبلک سروس کمیشن کی اہمیت کو واضح کیجیے۔

۲۔ یونین پبلک سروس کمیشن کے فرائض اور اختیارات کو بیان کیجیے۔

۳۔ ریاستی پبلک سروس کمیشن کے اختیارات کو بیان کیجیے۔

www.taemeernews.com

دستور اساسی میں ترمیمیں

ترمیم کا ضابطہ مکمل سے مکمل دستور اساسی میں بدلتے ہوئے حالات اور نت نئے مسئلوں کے پیدا ہو جانے کے ماتحت کچھ عرصے کے بعد ترمیم کرنا ناگزیر ہو جاتی ہے۔ اس لئے دستور کو کسی نہ کسی حد تک لچکدار ضرور ہونا چاہئے۔ اس وجہ سے دستور میں ترمیم کرنے کے ضابطے کا ذکر ہونا ضروری ہے تاکہ کسی قسم کی دقت ہونے پر ملک کشت و خون اور شدید ہنگاموں سے محفوظ رہے۔ ورنہ اگر ترمیم کرنے کا ضابطہ سرے سے دستور میں موجود نہ ہو یا ترمیم کا طریقہ بہت ہی زیادہ پیچیدہ اور مشکل ہو تو گڑبڑ بہت زیادہ ہوگی۔ جمہوریہ ہند کے دستور میں ترمیم کرنے کی دفعات اسی نقطہ نگاہ سے رکھی گئی ہیں کہ بوقت ضرورت آسانی سے ترمیم کی جا سکے اور مشکلات پر قابو پایا جائے۔

دفعہ ۳۶۸ کی رو سے جمہوریہ ہند کے دستور اساسی میں ترمیم پارلیمنٹ کے کسی ایوان میں بھی کسی بل کے ذریعہ پیش کی جا سکتی ہے۔ اگر ترمیم کسی معمولی

www.taemeernews.com

مسئلے کے متعلق ہو تو دونوں ایوانوں کے ممبروں کی معمولی کثرت رائے سے ترمیم پاس کی جائے گی لیکن اگر اس کا تعلق اہم مسئلوں سے ہے تو پھر ہر ایوان کے دو تہائی حاضر اور رائے دینے والے ممبروں کی رائے سے پاس ہو جانے کے بعد اسے صدر جمہوریہ کی منظوری کے لئے بھیجا جائے گا۔ اگر کسی ترمیم کے ذریعے صدر جمہوریہ کے انتخاب یا اس کے طریق انتخاب یا ہند یونین کے انتظامی اختیارات کی وسعت یا ریاستوں کے انتظامی دائرہ اختیار یا سپریم کورٹ یا ہائی کورٹوں کے اختیارات یا یونین اور ریاستوں کے مابین قانون سازی کے اختیارات یا یونین فہرست یا ریاستی فہرست یا مشترکہ فہرست یا پارلیمنٹ میں ریاستوں کی نمائندگی کے بارے میں کسی قسم کی تبدیلی کی جائے تو پھر کم سے کم نصف سے زیادہ ریاستوں کی قانون ساز جماعتوں سے اس ترمیم کی منظوری ضروری ہے اور پھر پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں کے حاضر اور ووٹ دینے والے ممبروں کی دو تہائی اکثریت کی رضامندی کے بعد ہی یہ ترمیمیں صدر جمہوریہ کے پاس منظوری کے لئے بھیجی جائیں گی۔

دستور میں اب تک کی گئی ترمیمیں

جمہوریہ ہند کے دستور اساسی کا نفاذ ۲۶ جنوری ۱۹۵۰ء کو ہوا۔ لیکن ایسے حالات پیش آئے کہ نفاذ کے صرف ۱۶ ہی مہینے کے بعد بعض دفعوں میں ترمیم کی ضرورت شدت سے محسوس کی جانے لگی۔ چنانچہ عارضی پارلیمنٹ نے کہ جو دستور ساز اسمبلی بھی رہ چکی تھی۔ پارلیمنٹ کے اجلاس طلب کرنے اور ملتوی کرنے اور صدر جمہوریہ اور گورنر کے پارلیمنٹ اور ریاستی مجلس قانون ساز

www.taemeernews.com

کو اپڈریس کرنے کی بعض دفعات بنیادی حقوق کی بعض دفعات اور شیڈول میں مندرج ذاتوں اور قبیلوں سے متعلق دفعات کے بارے میں ضروری ترمیمیں ۱۸ر جون ۱۹۵۱ء کو پاس کیں ۔

بنیادی حقوق کی دفعہ ۱۵ کی رو سے کوئی بھی حکومت خواہ وہ مرکزی ہو یا ریاستی ہندیونین کے کسی شہری کے خلاف مذہب یا ملت یا نسل یا ذات یا جنس یا جائے پیدائش یا رنگ کی بنا، پر کسی قسم کا کوئی ترجیحی یا امتیازی (DISCRIMINATORY) سلوک نہیں کر سکتی تھی ۔ اس کا منشا یہ تھا کہ ہر شہری کو پوری طرح سے اپنی صلاحیتوں سے فائدہ اٹھانے کا موقعہ حاصل رہے اور حکومت کسی کے خلاف محض مذہب یا ملت یا ذات یا رنگ یا جائے پیدائش کی بنا پر کسی قسم کا کوئی امتیازی سلوک نہ کر سکے کیوں کہ یہ چیز جمہوریت کے بالکل منافی ہے ۔ قانون بنانے والی جماعتوں یا سرکاری ملازمتوں میں کسی مخصوص فرقہ یا گروہ کے لئے حصہ مخصوص (RESERVE) کر دینا معیاری جمہوریت کے لحاظ سے صحیح نہیں ۔ کیوں کہ اس کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ مذہب یا نسل یا ذات یا فرقے یا گروہ کے ساتھ ترجیحی سلوک کیا جا رہا ہے اور دوسروں کے ساتھ برابری کا برتاؤ نہیں کیا جا رہا ہے ۔ جمہوریت کا اصل اصول یہ ہے کہ سب کے ساتھ حکومت برابری کا برتاؤ کرے لیکن ساتھ ہی ساتھ مخصوص حالات کی بنا، پر اس قسم کا تحفظ کرنا ضروری ہو جاتا ہے ۔ اگر اقلیت کو قانون بنانے والی جماعتوں میں نمائندگی سرے سے نہ ملے یا بہت کم ملے یا سرکاری ملازمتیں اس کے افراد کو نہ ملیں تو یہ بھی جمہوریت کے منافی ہے اس لئے کہ سچی اور صحیح جمہوریت کا تقاضہ یہ ہے کہ ہر اقلیت کو قومی زندگی کے ہر شعبے میں

www.taemeernews.com

مناسب اور موثر نمائندگی حاصل رہے اور اس کو احساس نہ ہو کہ وہ کسی کی محکوم ہے یا اس کی حیثیت دوسرے درجہ کے شہریوں کی سی ہے۔

ہندیونین میں ۹ کروڑ کے قریب اچھوت اور پس ماندہ ذاتیں اور قبیلے ہیں، جو سماجی، تعلیمی اور تہذیبی اعتبار سے دوسری ہندوستانی ملتوں، فرقوں اور گروہوں سے بہت زیادہ پیچھے ہیں۔ آزادی سے پہلے ان کو عام شہری حقوق بھی پورے طور سے حاصل نہ تھے۔ مثلاً اچھوت طالب علم تعلیم گاہوں اور ہوسٹلوں میں داخل نہ ہو سکتے تھے۔ قدم قدم پر ان کے راستے میں رکاوٹیں تھیں ناروا سماجی پابندیوں کی وجہ سے وہ تعلیم حاصل نہ کر سکتے تھے۔ سچی اور صحیح جمہوریت کا تقاضہ یہ ہے کہ حکومت ان سماجی اور تعلیمی اعتبار سے پسماندہ اور پچھڑے ہوئے لوگوں کی فلاح اور ترقی کے لئے خاص کوشش کرے۔ تعلیمی اعتبار سے پست ہونے کے باعث اچھوتوں کا تناسب سرکاری ملازمتوں کا کچھ حصہ مخصوص یا محفوظ (RESERVE) کرنے کی دفعات رکھیں اور حکومت نے اس پر عمل کیا تاکہ ملک کی قومی زندگی میں ان کو مناسب جگہ حاصل ہو۔ اسی طرح سے جب حکومت یہ محسوس کرے کہ کسی خاص مسئلے میں اچھوتوں یا پسماندہ قبیلوں کی فلاح اور بہبود کے بارے میں مخصوص قانون کی ضرورت ہے تو وہ اس قانون کو قانون ساز جماعتوں کے ذریعہ پاس کر سکتی ہے۔ اس مفہوم کی ترمیم دفعہ ۱۵ میں کر دی گئی۔ اب اس کی رو سے حکومت کو حق حاصل ہے کہ وہ اچھوتوں اور پسماندہ قبیلوں کی فلاح اور بہبود کے لئے مخصوص قانون بنائے۔

بنیادی حقوق کی اہم ترین دفعہ ۱۹ یہ تھی کہ ہر شہری کو آزادیٔ تقریر اور

www.taemeernews.com

آزادیٔ اظہارِ خیال حاصل ہے مگر اس آزادی پر چند پابندیاں بھی تھیں۔ مثلاً کوئی شخص کسی پر کسی قسم کی تہمت نہیں لگا سکتا کسی کی توہین یا بے عزتی بذریعہ تحریر یا تقریر نہیں کر سکتا کسی عدالت کی توہین نہیں کر سکتا یا کوئی ایسی بات نہیں کر سکتا کہ جو عام اخلاق یا تہذیب سے گری ہوئی ہو یا اس کے منافی ہو یا جس سے ملک کی سلامتی خطرے میں پڑتی ہو یا حکومت کا تختہ الٹنے کے برابر ہو۔ اس قسم کی پابندیاں ہر جمہوری ملک میں شہریوں پر لگائی جاتی ہیں۔ یہ اس وجہ سے ہیں کہ بلا قید یا بلا کسی روک ٹوک مطلق (ABSOLUTE) آزادی اس دنیا میں ممکن ہی نہیں۔ آزادی کو قائم اور برقرار رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ اس قسم کی پابندیاں ہوں۔

ہندوستان میں دستور کے نفاذ کے تھوڑے ہی عرصے کے بعد یہ محسوس کیا جانے لگا کہ اس دفعہ میں مزید باتوں کے اضافے کی ضرورت ہے۔ مثلاً اگر آزادیٔ تقریر یا تحریر پر اس کی پابندی نہ لگائی گئی کہ ان ملکتوں یا حکومتوں کے خلاف اخباروں میں مستقل پروپیگنڈہ نہیں کیا جا سکتا کہ جن سے جمہوریہ ہند کے دوستانہ تعلقات ہیں تو پھر ان ملکوں سے ہمارے ملک کے تعلقات خراب ہو جائیں گے۔ مثلاً اپریل ۱۹۵۰ء میں ہندیونین اور پاکستان کے درمیان ایک سمجھوتہ ہوا۔ جو نہرو لیاقت پیکٹ کے نام سے موسوم تھا۔ مگر بعض ہندوستانی اخباروں نے اس کے بعد بھی پاکستان کے خلاف دل آزارانہ اور مخالفانہ پروپگنڈا جاری رکھا۔ لہٰذا حکومت نے اس قسم کی ضرورت محسوس کی کہ اس قسم کے پروپگنڈے کو روکا جائے کیوں کہ ہر جمہوری ملک کی طرح ہندوستان میں بھی رائے عامہ

www.taemeernews.com

(PUBLIC OPENION) اخبار ہی بناتے ہیں۔ چنانچہ اس دفعہ میں یہ ترمیم کی گئی کہ آزادیٔ تحریر و تقریر کو اس طرح سے نہ استعمال کیا جائے کہ دوسرے ملکوں سے دوستانہ تعلقات پر خراب اثر پڑے یا امن عامہ کو خطرے میں ڈال دے۔ علیٰ ہذا اس آزادی کو اس طرح سے بھی نہیں استعمال کیا جاسکتا کہ دوسروں کو جرم کرنے پر آمادہ کیا جائے یا اکسایا جائے۔ مثلاً اگر کسی کی پرجوش تقریر سے متاثر ہو کر کوئی شخص اس شخص کو قتل کر دے کہ جس کے خلاف یہ تقریر کی گئی ہے ہو تو مقرر کو بھی سزا دی جائے گی کیوں کہ اس کی تقریر سے متاثر ہو کر قاتل نے یہ قتل کیا تھا۔ اب ترمیم شدہ دفعہ یہ ہو گئی ہے کہ ہر شخص کو آزادی تقریر اور اظہارِ خیال کی آزادی حاصل ہے۔ بشرطیکہ یہ آزادی نہ تو STATE کی سلامتی SECURITY کے خلاف استعمال کی جائے۔ اور نہ ملکوں اور ریاستوں کے خلاف پروپیگنڈہ کرنے میں استعمال کی جائے کہ جن سے ہندیونین کے دوستانہ تعلقات ہوں اور نہ امن عامہ کے خلاف استعمال کیا جائے اور نہ اخلاق یا تہذیب کے منافی ہو اور نہ توہین عدالت یا کسی شہری کی بے عزتی یا توہین کے برابر ہو اور نہ کسی کو کسی جرم کے ارتکاب کرنے پر اکساتے۔

آزادی سے قبل اپنے الیکشن مینی فیسٹو یا انتخابی اعلان میں کانگریس نے زمینداروں کو ختم کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ کیوں کہ اس کے بغیر زرعی نظام میں نہ تو کسی قسم کی اصلاح ہو سکتی تھی اور نہ کسانوں کی بھلائی ہو سکتی تھی۔ چنانچہ ۱۹۴۶ء میں برسر اقتدار ہوتے ہی کانگریسی وزارتوں نے خاتمہ زمینداری کے قانون مجالس قانون ساز میں پیش کئے۔ چنانچہ بہار اور یو۔پی کی مجالس قانون ساز

www.taemeernews.com

نے بڑے بحث و مباحثے کے بعد ان قوانین کو پاس کیا۔

بنیادی حقوق کی رو سے ہر شہری کو جائداد رکھنے اور اس سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کا حق حاصل تھا لیکن اس کے ساتھ اسٹیٹ کو قومی مفاد کے پیش نظر کسی جائداد کو معاوضہ دے کر لینے کا حق بھی حاصل تھا۔ بشرطیکہ معاوضہ کے اصول بذریعہ قانون طے کر دیئے گئے ہوں۔ چنانچہ یو۔ پی اور بہار کے زمینداروں نے ان قوانین کے خلاف ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ میں مقدمے دائر کئے۔ اس وجہ سے اس دفعہ میں یہ ترمیم کر دی گئی کہ ایسے قوانین جائز سمجھے جائیں گے کہ جن پر صدر جمہوریہ نے مجالس قانون ساز سے پاس ہونے کے بعد اپنی منظوری دے دی ہو اور کسی عدالت کے فیصلے کا کوئی اثر ان قوانین پر نہیں پڑے گا یعنی ان عدالتوں کے کسی فیصلے کی بنا پر یہ قانون غیر آئینی اور غیر دستوری نہ سمجھے جائیں گے۔ لیکن ۴۴ ویں ترمیم نے جائداد کے حق کو بنیادی حقوق سے خارج کر دیا۔

دفعہ ۸۵ کی رو سے ہر سال پارلیمنٹ کے کم سے کم دو سشن ہونے ضروری تھے لیکن ترمیم کی رو سے یہ قرار پایا کہ پہلے اور دوسرے اجلاس کے طلب کرنے میں چھ مہینے سے زیادہ کا وقفہ نہ ہوگا۔ پرانی دفعہ کی رو سے سال میں کم سے کم دو اجلاس کا کیا جانا اور ہر دفعہ ان کا ملتوی کیا جانا تھا۔ اس قسم کی ترمیم ریاستی مجلس قانون ساز کے بارے میں بھی کی گئی۔

اس دفعہ کی رو سے صدر جمہوریہ کے لئے ضروری تھا کہ وہ پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں کو ہر اجلاس کے شروع میں ایڈریس کرے لیکن ترمیم کی رو سے اب اسے ہر سال کے صرف پہلے اجلاس کو ایڈریس کرنا ضروری ہے۔ اس کے

www.taemeernews.com

علاوہ عام انتخاب کے بعد پہلے اجلاس کو ایڈریس کرنا۔ اس قسم کی ترمیم گورنر کے ریاستی مجالس قانون ساز کے اجلاس کو ایڈریس کرنے کے بارے میں بھی کی گئی ہے۔

دستور کے نفاذ سے ۱۹۸۰ء تک اس میں ۴۵ ترمیمیں ہو چکی ہیں۔ پہلے ترمیمی ایکٹ ۱۹۵۱ء دفعات ۱۵۔ ۱۹۔ ۸۵۔ ۸۷۔ ۱۷۴۔ ۱۷۶۔ ۳۴۱۔ ۳۴۲۔ ۳۷۲۔ اور ۳۷۵ میں ترمیمیں کرنے کے بعد ہی ساتھ ساتھ دو نئی دفعات ۳۱ الف اور ۳۱ب کا اضافہ کیا اور آٹھویں شیڈول کے بعد نویں شیڈول کا اضافہ کیا۔

سب سے اہم ترمیم ساتویں ترمیم تھی جو ۱۹۵۶ء میں پاس کی گئی۔ اس کی ضرورت ریاستوں کی نئی تشکیل اور تنظیم کی وجہ سے محسوس ہوئی۔ اس کی رو سے نہ صرف ریاستیں قائم کی گئیں اور ان کی حد بندیوں میں تبدیلیاں کی گئیں بلکہ ریاستوں کی PART A، PART B، PART C اور PART D میں تقسیم اور تفریق ختم کی گئی۔ دستور کی پہلی دفعہ اور پہلے شیڈول میں ترمیم کی گئی۔ دفعہ ۸۰۔ ۸۲۔ ۱۳۱۔ جو سپریم کورٹ کے حدود اختیار کے بارے میں تھیں، ۱۶۸ جو ریاستوں کے دوایوانی مجالس قانون ساز کے بارے میں تھی، اور دفعات ۲۱۶۔ ۲۱۷۔ ۲۳۰۔ ۲۲۲۔ ۲۲۴ جو ہائی کورٹوں کے متعلق تھیں، میں ترمیمیں کی گئیں۔ دو نئی دفعات ۳۵۰ الف اور ۳۵۰ ب کا اضافہ ہوا۔ یہ لسانی اقلیتوں کے حقوق کی نگہداشت کے بارے میں تھیں۔

آٹھویں ترمیم کی رو سے دفعہ ۳۳۴ میں ترمیم کی گئی لوک سبھا اور ریاستی

www.taemeernews.com

اسمبلیوں میں اچھوتوں اور شیڈول میں مندرج قبیلوں اور اینگلو انڈین کی ممبریوں کا RESERVATION کرنے میں ۲۰ برس کی توسیع کی گئی ۔

دسویں ترمیم اور بارہویں ۱۹۶۱ء اور ۱۹۶۲ء کی رو سے دادر نگر حویلی، ڈمن، ڈیو اور گوا کو ہند یونین میں شامل کیا گیا اور ان کو مرکز کے انتظام میں رکھا گیا۔ یہ پہلے پرتگال کی نوآبادیاں تھیں ۔

تیرہویں ترمیم ۱۹۶۲ء کی رو سے ناگالینڈ کو آسام سے الگ کرکے ایک الگ ریاست کی شکل دی گئی ۔ اس سال کی چودھویں ترمیم کی رو سے پانڈیچیری کو ہند یونین میں شامل کیا گیا اور اسے بھی مرکز کے انتظام میں رکھا گیا۔ یہ پہلے فرانسیسی نوآبادی تھی۔ اس ترمیم کی رو سے پارلیمنٹ کو اختیار دیا گیا کہ وہ مرکز کے زیر انتظام علاقوں کی مجالس قانون ساز اور وزارتوں کے بارے میں قانون بنائے چنانچہ یہ قانون پارلیمنٹ نے پاس کئے ۔

پندرہویں ترمیم ۱۹۶۳ء کی رو سے ہائی کورٹ کے ججوں کے ریٹائر ہونے کی عمر ۶۰ سے بڑھا کر ۶۲ سال کردی گئی ۔

سولہویں ترمیم کی رو سے ہند یونین سے الگ ہونے کے پروپیگنڈہ کرنے کو جرم قرار دیا گیا اور حکومت کو اس کا اختیار دیا گیا کہ اس قسم کا پروپیگنڈا کرنے والوں کے خلاف سخت کارروائی کرے اور اسے آزادیٔ تقریر اور آزادیٔ اظہار خیال سے نکال دیا گیا ۔ پارلیمنٹ اور ریاستی مجالس قانون ساز کے ممبروں ،وزراء سپریم کورٹ اور ہائی کورٹوں کے ججوں کے لئے ملک کی حاکمیت اور سالمیت کے لئے حلف لینا ضروری قرار دیا۔

www.taemeernews.com

اٹھارہویں ترمیم ۱۹۶۶ء کی رو سے پنجاب اور ہریانہ کو دو علیحدہ علیحدہ ریاستوں کی شکل دی گئی اور چنڈی گڑھ کو مرکز کے انتظام میں رکھا گیا۔

۱۹۶۷ء میں ۲۱ ویں ترمیم کی رو سے سندھی کو یونین کی پندرہویں علاقائی زبان قرار دیا گیا اور اسے آٹھویں شیڈول میں شامل کیا گیا۔

۱۹۷۱ء میں کئی اہم ترمیمیں پاس کی گئیں جن میں سب سے اہم ترمیم یہ یہ ہے کہ پارلیمنٹ جب چاہے کسی بھی بنیادی حق میں ترمیم اور تنسیخ کر سکتی ہے۔ سپریم کورٹ اس میں مداخلت نہیں کر سکتی۔ اس طرح سے اس اصول کو ماننا پڑے گا کہ پارلیمنٹ سپریم کورٹ سے زیادہ بااختیار ہے۔ دوسری ترمیم ۱۹۷۱ء میں یہ کی گئی کہ اب حکومت بذریعہ پارلیمنٹ کسی بھی نجی جائداد کو لے سکتی ہے اور اس کے بدلے میں جائداد کے مالک کو معاوضے کی جو رقم دی جائے گی اس بارے میں سپریم کورٹ یا ہائی کورٹ میں کسی قسم کی کوئی قانونی چارہ جوئی نہیں کی جا سکتی۔

ایک اور ترمیم کی رو سے والیان ریاست کے وظیفے (PRIVY PURSE) اور ان کی ساری مراعات ختم کر دی گئی ہیں۔

۳۶ ویں ترمیم کی رو سے سکم کو ہند یونین کی ۲۲ ویں ریاست قرار دیا گیا۔

ان ترمیموں میں سے اہم ترین ترمیم ۴۲ ویں ترمیم تھی جس کی رو سے پارلیمنٹ کو اس کا حق حاصل ہو گیا تھا کہ وہ دستور میں بشمول بنیادی حقوق کسی قسم کی ترمیم کر سکتی ہے اور اس کی رو سے ہائی کورٹوں کو اس کا حق حاصل نہ رہا کہ وہ کسی مرکزی قانون کو خلاف دستور قرار دے سکیں۔

● اس کی رو سے مملکتی پالیسی کی رہنمائی کے اصولوں کو بنیادی حقوق پر بالادستی

www.taemeernews.com

حاصل ہوتی۔

دستور کی تمہید میں سوشلسٹ اور سیکولر کا اضافہ کیا گیا اور شہریوں کے بنیادی فرائض کا اضافہ کیا گیا۔

صدر جمہوریہ کے لئے اب لازمی ہوگیا کہ وہ مرکزی کابینہ کے مشوروں کی پابندی کرے۔ انصاف، تعلیم، جنگلات، اوزان اور پیمائش کے پیمانے، جنگلی جانوروں اور پرندوں کے تحفظ کو ریاستی امور کی فہرست سے نکال کر مشترک فہرست میں جگہ دی گئی لیکن ۱۹۷۸ء میں ۴۴ ویں ترمیم کی رو سے ہائی کورٹوں کو وہی سارے اختیارات حاصل ہوگئے جو ۴۲ ویں ترمیم کے پاس ہونے سے پہلے انھیں حاصل تھے۔ اس ترمیم نے ۳۹ ویں ترمیم کو ختم کردیا اور اس ترمیم کی رو سے ایمرجنسی کے رونما ہونے کا اعلان صدر جمہوریہ صرف اسی صورت میں کرسکتا ہے کہ جب اس بارے میں کابینہ کا تحریری مشورہ اس کے پاس پہنچے۔ مزید برآں ہنگامی صورتِ حال صرف بیرونی حملے یا فوج کشی یا ملک میں بغاوت رونما ہونے کی صورت میں نافذ کی جاسکتی ہے۔ دوسرے اس ترمیم کی رو سے ایمرجنسی چھ مہینے سے زیادہ کی مدت تک صرف اس صورت میں نافذ رہ سکتی ہے کہ جب پارلیمنٹ کے دونوں ایوان اس کی توسیع کی منظوری دے دیں۔ بغاوت رونما ہونے کی صورت میں جان اور شخصی آزادی کے حقوق کو صدارتی فرمان کے ذریعہ معطل نہیں کیا جاسکتا۔ ۱۹۸۶ء تک دستور میں ۵۵ ترمیمیں کی گئی ہیں۔ ۵۳ ویں اور ۵۵ ویں ترمیم کی رو سے میزورم اور اروناچل پردیش کو ریاستوں کا درجہ دیا گیا ہے۔

www.taemeernews.com

مشقی سوالات

۱۔ دستور میں ترمیم کے ضابطے کو بیان کیجیے۔
۲۔ دستور کی اہم ترمیموں کو بیان کیجیے۔

www.taemeernews.com

www.taemeernews.com

حصّہ دوم

www.taemeernews.com

مقامی خود اختیار حکومت

(LOCAL SELF GOVENMENT)

مقامی خود اختیاری یا لوکل سلف گورنمنٹ کا یہ مطلب ہے کہ کسی حلقے کے باشندے اپنے حلقے یا علاقے کا انتظام حکومت خود چلائیں اور اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔ جب لوگ خود اپنے مسئلوں کا انتظام کرنے لگتے ہیں تو پھر ان کے معاملے میں ریاستی یا مرکزی حکومت مداخلت نہیں کرتی اور اس حد تک ان کو آزادی حاصل رہتی ہے۔ حکومت کے دائرۂ اختیار میں وہی امور آتے ہیں جو اس حلقے کے باشندوں کی عام فلاح اور بہبود کے لئے ضروری ہوں۔

اس حکومت کا مطلب یہ بھی ہے کہ شہریوں کو اس کا پورا پورا موقع دیا جائے کہ وہ اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کریں اور حکومت کے نظم ونسق (ADMINIS-TRATION) چلانے کا تجربہ حاصل کریں۔ اس لئے کہ جمہوری حکومت میں ہر شخص حاکم ہے اس لئے کہ سرچشمۂ اختیار یا اقتدار عوام یا عام شہری ہی ہیں۔ جمہوری حکومت کی کامیابی تب ہی ممکن ہے کہ جب عام لوگوں میں اپنا انتظام خود کرنے

www.taemeernews.com

اور ذمہ داری سنبھالنے کی صلاحیت پائی جاتی ہو۔ جتنی زیادہ صلاحیت لوگوں میں پائی جائے گی اتنی ہی زیادہ جمہوری حکومت کامیاب ہوگی اور جمہوریت کو فروغ حاصل ہوگا۔

مقامی حکومت خود اختیاری یا لوکل سلف گورنمنٹ ہی کے ذریعے شہریوں میں ذمہ داری کا احساس اور مل جل کر کام کرنے کا جذبہ پوری طرح سے پیدا ہوتا ہے۔ جب یہ جذبات عام شہریوں میں پیدا ہوتے ہیں تو ملک شاہراہِ ترقی پر گامزن ہونے لگتا ہے۔ اس حکومت کا تعلق چوں کہ روزمرہ کی زندگی سے ہے اس لئے اس کی پالیسی کا عام لوگوں کی زندگی پر بڑا گہرا اثر پڑتا ہے۔

چونکہ حکومت کا کام روز افزوں بڑھتا جا رہا ہے اور شہریوں کی معمولی اور روزمرہ کی ضرورتوں کو سمجھنا اور پورا کرنا اس کے لئے مشکل ہے اس لئے اور بھی ضروری ہے کہ عام شہریوں کو اس کا پورا موقعہ دیا جائے کہ وہ اپنی بھلائی اور راحت، انسانی بھلائی اور عام فائدے کے کام کریں۔ ان کو کام کرنے کا موقعہ دیا جائے گا تب ہی ان میں اپنے معاملوں کو سمجھنے اور انھیں حل کرنے کی صلاحیت پیدا ہوگی اور ذمہ داری کا احساس پیدا ہوگا اور ریاستی اور مرکزی حکومتوں کا کام بھی ہلکا ہو جائے گا۔

پھر ہر جمہوری حکومت کی کامیابی کی شرط اوّل یہ ہے کہ شہری عملی سیاسیات سے واقف ہوں۔ اس کا صحیح اور مناسب استعمال کر سکیں۔ مقامی حکومت خود اختیاری ہی کے ذریعے شہری عملی سیاست سے واقف ہو سکتے ہیں۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ

www.taemeernews.com

ہر جگہ اور بستی کے مسئلوں کو صرف وہیں کے رہنے والے ہی اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں اس لئے کہ وہ اس سے واقف ہوتے ہیں کہ کن کن باتوں کو قائم رکھنا چاہئے اور کن کن چیزوں میں اصلاح ہونی چاہئے ۔ وہ اپنی بھلائی اور فائدے کے لئے ہر ممکن تدبیر اختیار کر سکتے ہیں ۔ باہر کے لوگ یا زیادہ فاصلے پر رہنے والے لوگ ان مسئلوں کو اتنی اچھی طرح سے نہیں سمجھ سکتے اس لئے ان مسئلوں اور معاملوں کا انتظام ان ہی علاقوں کے رہنے والوں ہی کے ہاتھ میں رہنا چاہئے ۔ مثلاً محلوں اور گاؤں کی صفائی وہاں کے باشندے ہی زیادہ اچھی طرح کر سکتے ہیں ۔

ہندوستان میں لوکل سلف گورنمنٹ کی مختصر تاریخ

ہندوستان کے لئے مقامی حکومت خود اختیاری کوئی نئی چیز نہیں ۔ صدیوں سے ہندوستانی پنچایتوں کے عادی تھے ۔ ہند قدیم میں گاؤں میں پنچایتیں قائم تھیں اور گاؤں کے سارے معاملے وہی طے کرتی تھیں ۔ مرکزی حکومت کے اختیارات کا کوئی اثر ان پر نہیں پڑا ۔ وہ اسی طرح سے اپنا کام انجام دیتی رہیں ۔ انگریزی دورِ حکومت میں پنچایتیں ختم کر دی گئیں اور اب گاؤں کے بھی سارے معاملے حکومت طے کرنے لگی ۔ اس سے لوگوں کو بھی دقتیں ہوئیں اور خود حکومت کا کام بھی بہت بڑھ گیا ۔ لہذا اس کی ضرورت محسوس ہوئی کہ چھوٹے چھوٹے معاملے لوگوں کے سپرد کئے جائیں اور اس غرض سے مقامی حکومت خود اختیاری کے ادارے قائم کئے گئے ۔ سب سے پہلے یہ ادارے ایسٹ انڈیا کمپنی کی

www.taemeernews.com

نوآبادیوں میں قائم کیے گئے۔ ۱۸۴۲ء میں بنگال کے دوسرے شہروں میں بھی مقامی حکومت خود اختیاری کے ادارے قائم کیے گئے۔ برطانوی پارلیمنٹ نے ایک ایکٹ پاس کیا جس کے ذریعے ان جگہوں کے رہنے والوں کو اس کا اختیار دیا گیا کہ وہ اپنے حلقوں کی صفائی اور حفظانِ صحت کے لیے مناسب اور ضروری قاعدے بنائیں اور اس غرض کے لیے ٹیکس لگائیں ۱۸۵۰ء میں ایک دوسرا ایکٹ پاس کیا گیا جس کی رو سے سارے برطانوی ہندوستان میں مقامی حکومت خود اختیاری قائم کیا جانا قرار پایا۔ لیکن دراصل اس حکومت کی بنیاد ۱۸۷۰ء میں پڑی جب لارڈ میو کی حکومت نے صوبوں کی مالی حالت کے بارے میں ایک تجویز منظور کی جس میں کہا گیا کہ تعلیم، حفظانِ صحت، صفائی اور مقامی تعمیرات کے لیے صوبوں میں جو روپیہ محفوظ کیا گیا ہے اسے صحیح طور سے خرچ کیا جائے اور کوشش کی جائے کہ ان معاملوں میں عام لوگ بھی دلچسپی لیں۔ لارڈ رپن کی حکومت نے چھان بین کرنے کے بعد اور ان تمام تجویزوں پر غور کرنے کے بعد جو لارڈ میو کی حکومت نے اس باب میں مرتب کی تھیں ۱۸۸۲ء میں ایک ریزولیوشن پاس کیا جو مقامی حکومت خود اختیاری کی تاریخ میں بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ اس میں کہا گیا کہ عام لوگوں میں سیاسی شعور اور بیداری پیدا کرنے کے لیے ضروری ہے مقامی حکومت خود اختیاری قائم کی جائے تاکہ لوگ اپنے مسئلوں میں دلچسپی لیں اور انھیں حکومت کرنی آئے۔ بہت سے ایسے مسئلے ہیں جن کا انتظام بآسانی عام لوگوں کے نمائندوں کے سپرد کیا جا سکتا ہے۔ اس سے ایک فائدہ یہ بھی ہو گا کہ حکومت کا کام بہت ہلکا

KHALID KHAN HADI
BAZAR KHAN ALI KHAN
RAMPUR - 244901 (U.P.)

www.taemeernews.com

ہوجائے گا۔ اس تجویز نے حد سے زیادہ بڑھی ہوئی سرکاری مداخلت کم کرنے کی کوشش کی۔

اس ریزولیوشن کے ذریعے پہلے پہل دیہی علاقوں میں یہ حکومت قائم کی گئی۔ اس سے پہلے اس قسم کی کوئی کوشش نہیں کی گئی تھی۔ وہاں کی سڑکوں کی تعمیر، تعلیم اور حفظان صحت پر جو روپیہ خرچ ہوتا تھا وہ ضلع کے حکام مقامی مشاورتی کمیٹی کے مشوروں سے خرچ کرتے تھے۔ ان کمیٹیوں کو ختم کر دیا گیا۔ ان کی جگہ لوکل یا ڈسٹرکٹ بورڈ قائم کئے گئے۔

شہری کمیٹیوں یا میونسپلیٹیوں کو زیادہ اختیارات دیئے گئے۔ ان جماعتوں میں افسروں کی تعداد کم کر دی گئی۔ اب مقامی حکومت خود اختیاری کے کسی بھی ادارے میں ان کی تعداد غیر سرکاری ممبروں کی تعداد کی ایک تہائی سے زیادہ نہیں ہو سکتی تھی۔

پہلے ان کمیٹیوں کا صدر ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ یا حاکم ضلع ہوا کرتا تھا لیکن اب غیر سرکاری افراد ان کے صدر ہونے لگے۔ صوبجاتی حکومت نے ان کے کاموں میں مداخلت کم کر دی۔

لیکن ان جماعتوں کی آمدنی کے ذرائع بہت کم اور محدود تھے۔ سرکاری مداخلت اور اثر سے یہ جماعتیں آزاد تھیں۔ عام لوگوں کو بھی ان سے بہت کم دلچسپی تھی۔ ان کو منتخب کرنے والے ووٹر بھی بہت ہی محدود تعداد میں تھے۔ بیشتر جماعتوں کے صدر اب بھی سرکاری حکام ہوتے تھے۔ ان جماعتوں کا کام محض ان فیصلوں کو منظور کرنا ہوتا تھا۔

www.taemeernews.com

ان جماعتوں کے انتخاب میں جداگانہ انتخاب کا طریقہ بیسویں صدی کے شروع میں رائج کیا گیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بجائے مشترکہ عام فائدے کی چیزوں میں دلچسپی لینے کے ان جماعتوں کے ممبر فرقہ وارانہ چیزوں میں دلچسپی لینے لگے۔ ہر مسئلے کو ہندو اور مسلمان کی عینک سے دیکھا جانے لگا اور شہریوں کی خدمت کا جذبہ پیدا نہ ہو سکا اور یہ جماعتیں فرقہ پرستانہ سیاست کا اکھاڑا بن گئیں۔ مثلاً ہندو ممبران محلوں کی صفائی اور روشنی کا انتظام کرنا چاہتے تھے جہاں ہندو آبادی کی اکثریت تھی۔ اسی طرح مسلمان ممبروں کی دلچسپی صرف مسلم محلوں اور علاقوں ہی تک محدود رہی۔ اس طرح ان جماعتوں کے عملے کا تقرر بھی بجائے قابلیت کے امیدواروں کے مذہب اور ذات پات کی بنیادوں پر کیا جانے لگا۔ اسی طرح عملے کو ترقی دینے وقت بجائے تجربہ اور اہلیت کے مذہب کو دیکھا جانے لگا ہندو افسر اپنے ہم مذہب ماتحتوں کو اور مسلمان افسر اپنے ہم مذہبوں کو ترجیح دینے لگے۔ اس طرح سے یہ جماعتیں بدترین قسم کے تعصب اور تنگ نظری کا مرکز بن گئیں۔

۱۹۱۵ء میں لوکل باڈیز یا مقامی حکومت خود اختیاری کی اصلاح کی طرف حکومت نے پھر توجہ دی اور اس بارے میں ایک نیا ریزولیوشن پاس کیا لیکن قبل اس کے کہ اس ریزولیوشن پر عمل درآمد کیا جاتا ۱۹۱۸ء میں مانٹیگو چیمسفورڈ رپورٹ شایع ہوئی اور اس میں ہندوستان کے نظام حکومت میں دستوری اصلاحات پیش کی گئیں۔ اس سے متاثر ہو کر گورنمنٹ آف انڈیا نے ۱۹۱۸ء میں لوکل باڈیز کے بارے میں بہت ہی اہم تجویز پاس کی۔ اس کی بنیاد اس اصول پر تھی کہ ان

www.taemeernews.com

لوکل باڈیز کو ذمہ دار بنایا جائے۔ یہ اسی وقت ممکن ہے کہ جب ان کے کاموں میں زیادہ سے زیادہ تعداد میں لوگ دلچسپی لیں تب ہی لوگوں میں سیاسی شعور پیدا ہوسکے گا اور ان کو حکومت کرنے کا تجربہ حاصل ہو گا۔

اس تجویز کے ذریعے اس کی کوشش کی گئی کہ لوکل باڈیز کو نمائندہ جماعت بنایا جائے اور ان میں چنے ہوئے یا منتخبہ ممبروں کی اکثریت ہو۔ ان کا تناسب کم سے کم ۵۰ فیصدی ہو اور ان کو منتخب کرنے کے لئے زیادہ سے زیادہ لوگوں کو ووٹ دینے کا حق حاصل ہو۔ ان جماعتوں میں صرف چند سرکاری حکام نامزد کئے جایا کریں جو بطور ماہر کے ان جماعتوں کو مشورہ دیں لیکن ان کو ووٹ دینے کا حق نہ حاصل ہو۔ ہر میونسپل بورڈ میں اور جہاں بھی ممکن ہو ڈسٹرکٹ بورڈ یا لوکل بورڈ کا صدر منتخبہ ہوا کرے۔ ان کو اپنے دائرۂ اختیار میں ٹیکس لگانے کا حق حاصل ہو تاکہ ان کی آمدنی بڑھے اور وہ اس علاقے میں رہنے والوں کو زیادہ سے زیادہ سہولتیں پہنچا سکیں۔ صوبہ جاتی حکومت کی مداخلت ان جماعتوں کے کاموں میں کم سے کم ہو۔ ہر صوبے میں لوکل سلف گورنمنٹ کے نام سے ایک علیٰحدہ محکمہ قائم کیا جائے۔ گاؤں میں پنچایتیں قائم کی جائیں۔

اس ریزولیوشن پر متعدد صوبوں میں عمل درآمد کیا گیا۔ ۱۹۱۹ء کی اصلاحات کی وجہ سے مقامی حکومت خود اختیاری کے اداروں کو بڑی ترقی حاصل ہوئی۔ لوکل سلف گورنمنٹ کا محکمہ منتخبہ وزیروں کو دیا گیا اور اس پر صوبائی کونسل کا پورا کنٹرول تھا۔ صوبجاتی کونسلوں نے لوکل سلف گورنمنٹ میں اہم تبدیلیاں کیں۔ لوکل باڈیز کے ووٹروں کی تعداد بڑھا دی گئی۔ ان جماعتوں کے ممبروں کی

www.taemeernews.com

تعداد میں اضافہ کیا گیا۔ ان کے اختیارات بڑھائے گئے اور ان کو سرکاری اثرات سے آزاد رکھنے کی کوشش کی گئی اور ان کو ووٹروں کے سامنے جواب دہ اور ذمہ دار قرار دیا گیا۔

۱۹۳۵ء کے گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ نے لوکل سلف گورنمنٹ کے بارے میں کسی قسم کی تبدیلی نہ کی لیکن ۱۹۳۷ء اور اس کے بعد ۱۹۴۶ء میں اور پھر آزادی کے بعد کانگریسی وزارتوں نے لوکل باڈیز کے بارے میں متعدد ریاستوں میں متعدد اہم قانون پاس کئے جن کے ذریعے ان جماعتوں کو پورے طور سے جمہوری اور با اثر بنانے کی کوشش کی۔ ان میں یو۔ پی گاؤں پنچایت ایکٹ خاص طور سے قابلِ ذکر ہے۔ راجستھان میں پنچایتی راج قائم کیا گیا۔ اور پنچایتوں کو اور زیادہ اختیارات دیئے گئے۔ دوسری ریاستوں میں بھی پنچایتیں قائم کی گئیں اور ان کو زیادہ سے زیادہ با اختیار بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔

مشقی سوالات

۱۔ لوکل سلف گورنمنٹ یا مقامی حکومت خود اختیاری سے کیا مطلب ہے ؟
۲۔ لوکل سلف گورنمنٹ کی اہمیت کو بیان کیجئے۔
۳۔ ہندوستان میں لوکل سلف گورنمنٹ کی مختصر تاریخ بیان کیجئے۔

www.taemeernews.com

کارپوریشن

(CORPORATION)

صفائی ، روشنی ، پانی کی بہم رسانی ، سڑکوں کی تعمیر، تعلیم کا انتظام ، بس سروس جاری کرنا ، اسپتال کھولنا اور شہریوں کو علاج معالجے کی سہولتیں فراہم کرنا پیدائش اور موتوں کا ریکارڈ رکھنا ، نئی بستیوں (COLONIES) کی تعمیر کرنا ، بازاروں کی تعمیر کرنا ، پارکوں اور تفریح کی جگہوں کا قائم کرنا ، غرض کہ مقامی حکومت خود اختیاری کے دائرۂ عمل میں جو بھی امور ہیں ان کا انتظام بڑے شہروں میں کارپوریشن کے ذریعے ہوتا ہے ۔ کارپوریشن بھی دراصل میونسپل بورڈ ہے لیکن دونوں کی حیثیتوں میں فرق ہے ۔ کارپوریشن بڑے بڑے شہروں میں قائم ہوتے ہیں ۔ ان کے اختیارات زیادہ ہوتے ہیں ۔ اس کے صدر کو میئر (MAYOR) کہتے ہیں ۔

آزادی کے حصول کے کچھ عرصہ بعد تک ہمارے ملک کے صرف تین بندرگاہی شہروں یعنی کلکتہ ، بمبئی اور مدراس میں ہی کارپوریشن قائم تھے لیکن پھر اور صوبوں کے شہروں میں مثلاً ناگپور ، احمد آباد اور خود دہلی میں کارپوریشن قائم

www.taemeernews.com

کئے گئے۔ ان کے علاوہ اب یو۔ پی۔ کے بڑے بڑے شہروں یعنی کانپور، لکھنؤ، الہ آباد، بنارس اور آگرہ میں کارپوریشن قائم کئے گئے ہیں۔ اسی طرح دوسری ریاستوں کے بڑے شہروں مثلاً حیدرآباد، پونہ وغیرہ میں بھی کارپوریشن قائم کئے گئے ہیں۔

کارپوریشن کے ممبروں کی تعداد میونسپل بورڈ کے ممبروں کی تعداد سے زیادہ ہوتی ہے۔ کچھ ممبروں کا انتخاب کارپوریشن کے ممبر کرتے ہیں جو ایلڈر مین کہلاتے ہیں۔

کلکتہ اور بمبئی کے کارپوریشنوں کی آمدنی اب کروڑوں کی ہے۔ دوسرے کارپوریشنوں کی آمدنی بھی کئی کروڑ سے متجاوز ہے۔ شہر کی صفائی، تعلیم، روشنی، پانی کی بہم رسانی، تفریح گاہوں کا انتظام اور سڑکوں کی تعمیر ان کے اہم فرائض میں ہے۔ اس کے علاوہ ان کی اپنی بس سروس ہے، فائر بریگیڈ ہے۔ یہ بڑے بڑے اسپتال قائم کرتے ہیں، مختلف حلقوں میں ڈسپنسریاں کھولتے ہیں اور ان کا پورا صحت عامہ کا محکمہ ہوتا ہے۔ مارکٹوں کی تعمیر بھی ان سے متعلق ہے۔ ان کے دفتر میں ہزاروں افراد کام کرتے ہیں۔ ان کی انتظامی مشنری کو چلانے کے لئے تنخواہ دار کمشنر ہوتے ہیں۔ یہ بالعموم آئی۔ اے۔ ایس۔ افسروں میں سے ہوتے ہیں۔

حکومت صرف خاص خاص معاملوں میں مداخلت کرتی ہے۔ اگر کوئی کارپوریشن اپنے فرائض کو صحیح طور سے انجام نہ دے تو حکومت اسے معطل کرسکتی ہے۔ چنانچہ اس وقت بھی یو۔ پی۔ کی متعدد کارپوریشن نااہلی اور بد انتظامی کی بنا پر

www.taemeernews.com

معطل ہیں ۔ ان کا سارا کام آئی ۔ اے ۔ ایس افسر چلا رہے ہیں جنھیں ایڈمنسٹریٹر کہا جاتا ہے ۔ ورنہ عام طور سے کارپوریشن اپنے فرائض حکومت کی مداخلت کے بغیر انجام دیتے ہیں ۔

شہروں کی آبادی کے متعلق ہر قسم کے اعداد و شمار کارپوریشن رکھتے ہیں مثلاً پیدائش اور اموات کا ریکارڈ ۔

مشقی سوالات

۱۔ کارپوریشن کے اختیارات اور فرائض کو بیان کیجیے ۔

www.taemeernews.com

میونسپل بورڈ

(MUNICIPAL BOARD)

شہروں اور بہت بڑے قصبوں میں مقامی حکومت خود اختیاری کے ادارے کا نام میونسپل بورڈ یا میونسپلٹی ہے۔ تقسیم سے پہلے سارے ہندوستان میں میونسپلٹیوں کی تعداد ۷۲۰ تھی اور ان کا انتخاب ہر تین برس کے بعد ہوا کرتا تھا۔ ان کے ممبروں کی تعداد معین نہ تھی۔ ان میں چنے ہوئے یا منتخبہ ممبروں کی اکثریت ہوتی تھی۔ ہر شہر یا قصبے کو مختلف وارڈوں یا حلقوں میں بانٹ دیا جاتا تھا اور ہر وارڈ سے ممبر چنے جاتے تھے۔ جداگانہ انتخاب کا طریقہ رائج تھا یعنی ہندو ووٹر ہندو ممبروں کو چنتے تھے اور مسلمان مسلمانوں کو۔ ووٹروں کی تعداد بھی بہت کم تھی۔ شہروں کی کل چودہ فی صدی آبادی کو ووٹ دینے کا حق حاصل تھا۔

اتر پردیش میں میونسپل بورڈ کی بنیاد یو۔پی میونسپل ایکٹ ۱۹۱۶ء پر تھی۔ اس میں وقتاً فوقتاً تبدیلیاں ہوتی رہتی تھیں تاآنکہ ۱۹۴۹ء میں بہت ہی اہم اور انقلابی تبدیلیاں ہوئیں۔

www.taemeernews.com

ریاستی حکومت کو ہر وقت اس کا حق حاصل ہے کہ وہ جس قصبے یا شہر یا بستی کو چاہے ایک قانون کے ذریعہ میونسپلٹی قرار دے بشرطیکہ اس کی آبادی ایک لاکھ سے کم نہ ہو۔ اب اتر پردیش میں میونسپلٹیوں کی تعداد ایک سو چھبیس[۱۲۶] سے اوپر ہے۔

۱۹۴۹ء کے ایکٹ کی رو سے ہر بالغ شہری کو ووٹ دینے کا حق حاصل ہو گیا۔ بورڈ کے ممبروں کی تعداد بڑھا دی گئی۔ اس کا انتخاب عام ووٹر کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ کچھ اضافہ شدہ ممبر بھی ہوا کریں گے جن میں آدھی تعداد خواتین کی ہو گی۔ اس کے علاوہ ان گروہوں کے نمائندے بھی منتخب کئے جائیں گے جن کو نمائندگی دینا گورنمنٹ مناسب خیال کرے۔

نامزدگی کے طریقوں کو بالکل ختم کر دیا گیا ہے۔ مسوری، ہلدوانی اور نینی تال میونسپل بورڈوں میں البتہ کچھ کو گورنمنٹ نامزد کرتی ہے۔

سب سے اہم تبدیلی اس ایکٹ نے یہ کی کہ جداگانہ طریق انتخاب کو ختم کر دیا۔ پہلے اقلیتوں کو ان بورڈوں میں آبادی کے تناسب سے نمائندگی حاصل تھی یعنی ہر اقلیت کے اتنے ممبر بورڈ میں ہوتے تھے کہ جتنی اس کی اس شہر میں آبادی تھی لیکن اب اسے ختم کر دیا گیا ہے۔ جداگانہ طریقِ انتخاب کے بجائے اب مشترکہ انتخاب رائج کر دیا گیا ہے یعنی اب ہندو اور مسلمان ووٹر مل کر اپنا نمائندہ منتخب کرتے ہیں۔ اب ممبریاں صرف ہریجنوں کے لئے محفوظ کی گئی ہیں اور الکشن ہر چار سال کے بعد ہوا کرے گا۔ ریاستی حکومت اس مدت میں توسیع کر سکتی ہے اور الیکشن کو ملتوی کر سکتی ہے۔ چنانچہ اکثر ریاستوں میں الکشن چار سال کی

www.taemeernews.com

مدت کے بعد بھی نہیں ہوتے ہیں۔

۱۹۴۹ء کے میونسپل ایکٹ سے پہلے شہری آبادی کی صرف محدود تعداد کو بورڈ کے الیکشن میں ووٹ دینے کا حق حاصل تھا۔ مثلاً صرف وہ لوگ ووٹ دے سکتے تھے جو یا تو ۳۶ روپیہ سالانہ کرائے کے مکان میں رہتے تھے یا اس کے مالک تھے یا کم سے کم ۱۰ روپے لگان ادا کرتے تھے۔ لیکن اس ایکٹ نے ہر بالغ مرد اور عورت کو ووٹ دینے کا حق دیا اور اس طرح سے میونسپل بورڈ کو صحیح معنوں میں جمہوری ادارہ بنا دیا۔ ووٹر ہونے کے لئے اب صرف یہ شرط ہے کہ ووٹر کم سے کم چھ مہینے سے اس شہر یا میونسپل علاقے میں رہ رہا ہو اور وہ دیوالیہ یا پاگل نہ ہو۔

ہر وہ شخص بورڈ کی ممبری کے لئے کھڑا ہو سکتا ہے جو بورڈ یا گورنمنٹ کی ملازمت میں نہ ہو اور دونوں سے اسے کسی قسم کی تنخواہ یا الاؤنس یا معاوضہ نہ ملتا ہو اور نہ کسی عدالت نے اسے پریکٹس کرنے کی ممانعت کی ہو۔

آنریری مجسٹریٹ یا منصف بھی اس کی ممبری کے لئے کھڑے نہیں ہو سکتے۔ اور نہ وہ اشخاص کہ جنھوں نے بورڈ کے ٹیکس نہ ادا کئے ہوں۔

میونسپل بورڈ کے فرائض

شہر کی عام ترقی، خوبصورتی اور صفائی کی ذمہ داری میونسپل بورڈ پر ہے۔

اس کے کام یا فرائض دو قسم کے ہیں۔ ایک لازمی یعنی جن کو انجام دینا ہر میونسپل بورڈ کے لئے ضروری ہے۔ دوسرے وہ فرائض کہ جنھیں موقعے اور حالات کے مطابق بورڈ انجام دیتا ہے۔ ان کی انجام دہی بورڈ کی مالی حالت پر ہے۔

www.taemeernews.com

بورڈ کے لازمی فرائض حسب ذیل ہیں :

(۱) سڑکوں اور عام گذرگاہوں پر روشنی کا انتظام کرنا۔

(۲) آگ بجھانے کا انتظام کرنا اور اس کے لئے فائر بریگیڈ یا آگ بجھانے کا انجن اور اس کا عملہ رکھنا۔

(۳) خطرناک عمارتوں کو منہدم کرانا تاکہ لوگ ان کے نیچے دب کر نہ مر جائیں۔

(۴) پاگل کتوں اور جنگلی جانوروں کو مار ڈالنا تاکہ لوگ ان کی گزند سے محفوظ رہیں۔

(۵) سڑکوں کی تعمیر اور مرمت کرنا۔

(۶) پانی کی بہم رسانی کا انتظام۔

(۷) سڑکوں، نالوں اور نالیوں کی صفائی کا انتظام۔

(۸) سڑی گلی چیزوں کی خرید فروخت روکنا تاکہ لوگوں کی صحت پر برا اثر نہ پڑے اور اس غرض سے دوکانداروں اور خوانچے والوں کی دوکانوں اور خوانچوں کا معائنہ کرنا۔

(۹) اسپتال اور ڈسپنسری کھولنا۔

(۱۰) لوگوں کی عام تندرستی کی دیکھ بھال رکھنا۔ وباؤں کی روک تھام کرنا اور لوگوں کے ٹیکے لگوانا۔ وباؤں اور بیماریوں کی روک تھام کے لئے احتیاطی تدابیر اختیار کرنا۔ مثلاً لوگوں کے ٹیکے لگوانا۔

(۱۱) عام پیشاب خانے اور پاخانے تعمیر کرانا۔

(۱۲) مذبح گھر قائم کرنا۔

www.taemeernews.com

(۱۳) موتوں اور پیدائشوں کا ریکارڈ رکھنا۔

(۱۴) ابتدائی تعلیم کا انتظام کرنا۔

(۱۵) مرگھٹوں اور قبرستان کی نگرانی۔

(۱۶) بازاروں کی تعمیر۔

(۱۷) مکانوں پر نمبر لگوانا۔

(۱۸) کانجی ہاؤس قائم کرنا۔

(۱۹) یکے، تانگے، رکشے اور دوسری سواری چلانے والوں کو لائسنس دینا۔

(۲۰) شہریوں کے مکانوں کے نقشوں کی منظوری دینا۔ اس لئے کہ بغیر بورڈ سے نقشہ پاس کرائے ہوئے کوئی بھی شہری مکان نہیں بنوا سکتا۔ بورڈ کو اس کا پورا پورا حق حاصل ہے کہ وہ یہ دیکھے کہ مکان شارع عام پر نہ بنائے جائیں اور ان میں ہوا، روشنی اور گندے پانی کی نکاسی کا معقول انتظام ہو۔

دوسرے قسم کے فرائض مندرجہ ذیل ہیں:۔

(۱) شہر کی مردم شماری کرنا (۲) عام تفریح گاہیں قائم کرنا یعنی پارک بنوانا، باغ لگوانا تاکہ لوگ وہاں جاکر تفریح کریں اور لطف اٹھائیں۔ (۳) لائبریری اور کتب خانے قائم کرنا۔ (۴) اپاہجوں اور معذوروں کے لئے محتاج خانے قائم کرنا تاکہ اپاہج اور معذور اس میں رہ کر اپنی زندگی گذار سکیں۔ (۵) سڑکوں کے کنارے درخت لگوانا۔ (۶) مسافر خانے تعمیر کرنا تاکہ مسافر اس میں ٹھہر سکیں (۷) عجائب خانے کھولنا (۸) عام لوگوں کی آسانی اور آرام کی غرض سے بس سروس چلانا۔ (۹) نمائش اور میلے منعقد کرنا (۱۰) عام لوگوں کے آرام اور سہولتوں کی چیزیں مہیا

www.taemeernews.com

کرنا (۱۱) ثانوی اور اعلیٰ تعلیم کا انتظام کرنا۔

ہندوستان کے میونسپل بورڈ ابھی یورپ اور امریکہ کے میونسپل بورڈوں سے بہت پیچھے ہیں۔ وہاں کے بورڈ اس کی کوشش کرتے ہیں عام شہریوں کو ہر ممکن سہولت حاصل ہو اور آرام حاصل ہو۔ وہ شہریوں کی تعلیم کا انتظام کرتے ہیں، صنعت وحرفت کو فروغ دیتے ہیں۔ گھروں میں کھانا پکانے والی گیس فراہم کرتے ہیں۔ بے روزگاروں کو روزگار مہیا کرتے ہیں۔ اپاہجوں اور معذوروں کے لئے اپاہج گھر اور محتاج خانے کھولتے ہیں اور بڈھوں کو پنشن دیتے ہیں۔ لیکن ہمارے ملک میں میونسپل بورڈوں نے ان امور کی طرف کوئی توجہ نہیں کی ہے۔ اس کی ایک وجہ مالی وسائل کی کمی ہے۔

ان فرائض کو پورا کرنے کے لئے ان بورڈوں کو خاصے اختیارات حاصل ہیں۔

وہ اپنے فرائض کی بجا آوری کے لئے قاعدے اور ضمنی قانون (BYE LAWS) بناتے ہیں اور حکومت کی مدد سے ان کو نافذ کرتے ہیں۔ مگر یہ ضروری ہے کہ یہ قاعدے حکومت کے قوانین کے مخالف نہ ہوں۔

اپنے جملہ محکموں کے عملے کا تقرر، ترقی معطلی یا برخاستگی بورڈ کے ہاتھ میں ہے۔ وہ اپنا بجٹ خود بناتا ہے اور شہر کے رہنے والوں پر مختلف قسم کے ٹیکس لگا کر اپنے خرچے پورے کرتا ہے۔

ذرائع آمدنی میونسپل بورڈ کے فرائض کی فہرست پر نظر ڈالنے سے پتہ چلتا ہے کہ بغیر کافی آمدنی کے یہ اپنی ذمہ داریاں

www.taemeernews.com

پوری نہیں کر سکتا۔ اس لئے اس کو ٹیکس لگانے کا اختیار دیا گیا ہے۔ میونسپل بورڈ کے ذرائع آمدنی حسب ذیل ہیں :۔

(۱) تجارتی ٹیکس یا چنگی یعنی جو تجارتی سامان شہر میں لایا جائے، اس پر ٹیکس۔

(۲) سواریوں اور جانوروں پر ٹیکس۔

(۳) پانی پر ٹیکس یعنی گھروں میں جو پانی فراہم کیا جاتا ہے اس پر ٹیکس۔

(۴) میونسپل فیس اور لائسنس فیس۔

(۵) اپنی بنوائی ہوئی عمارتوں کا کرایہ مثلاً بعض میونسپل بورڈ دوکانیں یا بازار تعمیر کرتے ہیں اور اس کا کرایہ وصول کرتے ہیں۔

(۶) بعض میونسپل بورڈ بجلی کمپنی قائم کرتے ہیں اور گھروں میں بجلی پہنچاتے ہیں۔ اس کا کرایہ لوگوں سے وصول کرتے ہیں اور اس سے ان کو معقول آمدنی ہوتی ہے۔

(۷) مکانوں کی مالیت پر ٹیکس۔

(۸) میونسپل بس سروس سے کرائے کی آمدنی۔

(۹) ریاستی حکومت سے مالی امداد۔ یہ ان چیزوں کے لئے ملتی ہے کہ جن کو حکومت رائج کرنا چاہتی ہے مثلاً ابتدائی لازمی تعلیم۔

(۱۰) قرضہ جو بوقت ضرورت میونسپل بورڈ، حکومت یا براہِ راست پبلک سے لیتا ہے۔

(۱۱) مذبح گھروں سے بھی بورڈ کو آمدنی ہوتی ہے۔

www.taemeernews.com

سالانہ بجٹ حکومت کی طرف سے مقرر کی ہوئی شکل میں بورڈ کے سامنے پیش کیا جاتا اور وہ کسی مقامی اخبار میں شایع کیا جاتا ہے۔ بورڈ کی منظوری کے بعد اسے حاکم ضلع اور کمشنر کے پاس منظوری کے لئے بھیجا جاتا ہے۔ خاص صورتوں میں کمشنر بجٹ کے مسودوں میں کمی بیشی کرسکتا ہے۔ خاص کر جب وہ محسوس کرے کہ بجٹ میں کچھ بچت ضرور ہونی چاہیے۔

بورڈ کے مصارف بورڈ کے مصارف کی خاص مدیں حسب ذیل ہیں :-

(۱) بورڈ کے عملے کی تنخواہیں اور الاؤنس۔
(۲) ٹیکسوں کی وصولیابی کے مصارف۔
(۳) فائر بریگیڈ کے مصارف۔
(۴) سڑکوں، گلیوں اور گذرگاہوں کی تعمیر اور مرمّت۔
(۵) واٹر سپلائی اور اس کی مشینیں خریدنا۔
(۶) نالے اور نالیاں۔
(۷) محکمہ حفظانِ صحت۔
(۸) مذبح خانے۔
(۹) پانی کا چھڑکاؤ۔
(۱۰) اسپتال اور دوا خانے۔
(۱۱) پارک، باغ اور عام تفریح گاہیں۔
(۱۲) جانوروں کا اسپتال۔

www.taemeernews.com

(۱۳) تعمیرات

(۱۴) تعلیم

(۱۵) لائبریری اور کتب خانے۔

(۱۶) چھپائی۔

(۱۷) مرگھٹوں اور قبرستانوں کی نگہداشت۔

عہدیدار میونسپل بورڈ کا اہم ترین عہدہ دار اس کا صدر یا چیرمین ہے۔ اگر وہ چاہے تو اپنی مدت صدارت کے ختم ہونے سے پہلے مستعفی ہو سکتا ہے۔ بورڈ اس کے خلاف عدم اعتماد کی تجویز بھی پاس کر سکتا ہے۔ ریاستی حکومت اس سے استعفیٰ طلب کر سکتی ہے اور اس کے مشورے پر بورڈ کو برخاست کر سکتی ہے اور اس کی جگہ ایڈمنسٹریٹر مقرر کر سکتی ہے۔

بورڈ کے ملازمین کا تقرر یا تنزلی یا برخاستگی اس کے ہاتھ میں ہے۔ ان کی رخصت، تنخواہ اور الاؤنس کے سارے معاملے وہی طے کرتا ہے۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ اور کمشنر بورڈ کی کارروائیوں سے متعلق جو بھی رپورٹ اور کاغذات طلب کریں، ان کو بھیجنا اس کا فرض ہے۔ بورڈ کے جلسوں کو وہی طلب کرتا ہے اور ان کی صدارت کرتا ہے۔

عام طور سے بورڈ کا جلسہ مہینے میں ایک بار ہوتا ہے۔ بورڈ کے مالیات کی دیکھ بھال اور بورڈ کے اسٹاف کے کاموں کی نگرانی اس کا خاص کام ہے۔ بورڈ کے ممبروں کو مطلوبہ اطلاعات فراہم کرنا بھی اس کا کام ہے۔

بورڈ کے دو نائب صدر (VICE CHAIRMAN) سینیر وائس چیرمین

www.taemeernews.com

اور جو نیر وائس چیرمین ہوتے ہیں ۔ یہ وہ فرائض انجام دیتے ہیں جو چیرمین ان کے سپرد کرتے ہیں ۔

پچاس ہزار سالانہ آمدنی رکھنے والے میونسپل بورڈ کو اسپشل ریزولیوشن کے ذریعے ایگزیکیٹو آفیسر مقرر کرنے کا حق حاصل ہے ۔ اس کے علاوہ اسے میڈیکل آفیسر آف ہیلتھ اور ہیلتھ آفیسر (HEALTH OFFICER) کو مقرر کرنے کا حق حاصل ہے ۔ ان دونوں افسروں کا تقرر ریاستی حکومت کی منظوری سے ہوگا ۔ پچاس ہزار سالانہ سے کم آمدنی رکھنے والے بورڈ کا سکریٹری ہوگا جسے کمشنر کی منظوری سے مقرر کیا جائے گا ۔

ریاستی حکومت کی ہدایتوں کے مطابق بورڈ انجنیر، واٹر ورکس انجنیر، واٹر ورکس سپرنٹنڈنٹ اور سب اوورسیر اور الیکٹریکل انجنیر کا تقرر بھی بورڈ کرے گا ۔ ان کو کتنی تنخواہ دی جائے، ان کی ملازمت کی کیا شرطیں ہوں، یہ سب ریاستی حکومت کی منظوری سے طے ہوں گی ۔ ان کا تقرر بورڈ کے ہاتھ میں ہے لیکن ریاستی حکومت کی منظوری ضروری ہے ۔

میونسپل بورڈ کے متعدد محکمے ہوتے ہیں مثلاً تعلیم، حفظانِ صحت، پبلک سروس، واٹر ورکس، چنگی ۔ ہر محکمے کا کام چلانے کے لئے مستقل تنخواہ دار عملہ ہوتا ہے اور ہر محکمہ کا انچارج ایک افسر ہوتا ہے ۔ سپرنٹنڈنٹ تعلیمات، واٹر ورکس انجنیر، سپرنٹنڈنٹ چنگی، چیف سنیٹری انسپکٹر، بورڈ کے اہم عہدیدار ہوتے ہیں ۔

www.taemeernews.com

بورڈ کی کمیٹیاں اپنے سارے کاموں کو خوش اسلوبی سے چلانے اور مختلف محکموں کے کاموں کی دیکھ بھال کرنے کے لئے بورڈ اپنے ممبروں پر مشتمل متعدد کمیٹیاں منتخب کرتا ہے۔ ان کمیٹیوں کے نام حسب ذیل ہیں :۔

(۱) فنانس یا مالیاتی کمیٹی (۲) تعلیمی کمیٹی (۴) پبلک ہیلتھ کمیٹی (۵) تعمیرات کمیٹی (۶) واٹر ورکس کمیٹی (۷) بجلی کمیٹی ۔

ان کمیٹیوں کا انتخاب ایک سال کے لئے ہوتا ہے ۔

اگر بورڈ کے آدھے ممبر چاہیں تو ان کمیٹیوں کے ممبر وہ لوگ بھی ہو سکتے ہیں جو بورڈ کے ممبر نہ ہو لیکن کسی نہ کسی فن کے ماہر ہوں مگر ان ماہرین کی تعداد کمیٹی کے ممبروں کی ایک تہائی سے زیادہ نہ ہوگی ۔ ہر کمیٹی کا اپنا چیرمین اور وائس چیرمین ہوتا ہے ۔ ان کمیٹوں کے جلسے مہینے میں ایک بار ہوتے ہیں۔

مالیاتی کمیٹی کا خاص کام بجٹ تیار کرنا اور مختلف مدوں کے لئے روپیہ منظور کرنا ہے۔ حسابات کی جانچ پڑتال کرنا اور ٹیکس کی وصولیابی کے کام کی نگرانی کرنا بھی اس کے فرائض میں ہے ۔ اس کا یہ بھی کام ہے کہ وہ یہ دیکھے کہ مختلف مدوں پر بجٹ کے مطابق روپیہ صرف کیا جا رہا ہے ۔ تعمیرات عامہ کمیٹی کا خاص کام یہ ہے کہ وہ اس کے انجینیر کے مشوروں کے مطابق تعمیر کی تجویزیں بورڈ کے سامنے پیش کرے اور زیر تعمیر عمارتوں کی دیکھ بھال کرے. واجب الادا بلوں کی جانچ کرے ۔ تعمیر کے ٹھیکے دے اور اس کے لئے ٹنڈر طلب کرے ۔ روشنی اور پانی کے انتظامات کی نگرانی کرے ۔ اور تعمیرات کے

www.taemeernews.com

بارے میں بورڈ کو ہر قسم کے مشورے دے۔

پبلک ہیلتھ کمیٹی کے فرائض حسب ذیل ہیں:

(۱) یہ دیکھنا کہ صحت عامہ کے لئے جو قاعدے بنائے گئے ہیں ان پر عمل درآمد ہو رہا ہے یا نہیں۔

(۲) صحت عامہ کے کاموں کی نگرانی کرنا۔

(۳) پاخانوں اور کوڑ کرکٹ ڈالنے والی گاڑیوں کا معائنہ کرنا۔

(۴) موتوں اور پیدائشوں کے اعداد وشمار کی دیکھ بھال۔

(۵) ٹیکہ لگانے والوں کے کارناموں کی نگرانی۔

(۶) اسپتالوں اور دواخانوں کا معائنہ۔

(۷) صفائی اور عام صحت کے متعلق جملہ امور کے بارے میں بورڈ کو مشورہ دینا۔

چنگی کمیٹی کا خاص کام چنگی کی چوکیوں کا معائنہ کرنا اور حسابات کی جانچ پڑتال کرنا ہے۔ اس کے علاوہ اس کی یہی روک تھام اس کے ذمے ہے کہ ناجائز طریقہ سے یعنی بلا چنگی کی ادائیگی کے تجارتی مال میونسپل حدود میں نہ لایا جائے۔

ریاستی حکومت کا کنٹرول میونسپل بورڈوں کے کاموں کی عام دیکھ بھال اور نگرانی ریاستی حکومت کے محکمہ لوکل سلف گورنمنٹ کے ذمے ہے۔ اس کا یہ فرض ہے کہ وہ یہ دیکھے کہ بورڈ کہاں تک اپنے فرائض کو پورا کر رہا ہے اور کہاں تک اس کی سرگرمیاں عام فلاح اور بہبود کے مطابق ہیں۔

www.taemeernews.com

بورڈ کے بڑے بڑے عہدیداروں مثلاً ایگزیکیٹو آفیسر، میڈیکل آفیسر، انجینیر اور ہیلتھ آفیسر کا تقرر ریاستی حکومت کی منظوری سے ہوتا ہے۔ ان کی تنخواہوں اور ملازمت کی شرطیں بھی حکومت ہی طے کرتی ہے۔ چھوٹی میونسپلٹیوں کے سکریٹری کا تقرر کمشنر کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔

اس طرح سے بورڈ پر ریاستی حکومت کا خاص کنٹرول ہے۔ جس وقت بھی حکومت یہ محسوس کرے کہ کوئی میونسپل بورڈ اپنے فرائض ٹھیک طریقے سے انجام نہیں دے رہا ہے یا اپنے اختیارات کو غلط طریقے سے استعمال کر رہا ہے تو وہ اس بورڈ کو معطل کر سکتی ہے اور معطلی کے دوران بورڈ کے اختیارات اس افسر کو حاصل ہوں گے جسے گورنمنٹ ایڈمنسٹریٹر کی حیثیت سے مقرر کرے۔

اس کے علاوہ کمشنر اور حاکم ضلع اپنی کمشنری اور ضلع کے حدود میں وقتاً فوقتاً بورڈ کی غیر منقولہ جائدادوں مثلاً عمارتوں اور مکانوں اور دکانوں کا معائنہ کرتے رہتے ہیں۔ بورڈ کے جلسہ کا غذات اور ریکارڈ کا معائنہ کر سکتے ہیں اور انھیں منگوا سکتے ہیں۔ بورڈ یا اس کی کمیٹیوں کے بارے میں جو بات مناسب خیال کریں اس کے بارے میں بورڈ کو لکھ سکتے ہیں اور بورڈ کو اس تجویز پر غور کرنا ہوگا۔

اگر کمشنر یا ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے خیال میں بورڈ کا کوئی فیصلہ یا رائے غلط یا نامناسب ہو اور اس سے صحت عامہ کو کسی قسم کا نقصان پہنچنے کا احتمال ہو یا اس سے کسی فساد یا ہنگامے کا اندیشہ ہو یا بورڈ کے عملے والوں کے لئے مضر ہو یا لوگوں کو اس سے کسی قسم کا نقصان ہو تو وہ اس فیصلے یا ریزولیوشن کے نفاذ کو

www.taemeernews.com

تحریری حکم سے اپنے ضلع یا کمشنری کے حدود میں روک سکتا ہے۔ اگرچہ بورڈ اپنا بجٹ خود تیار کرتا ہے لیکن حکومت کو اس کی مدوں میں ترمیم کرنے کا حق ہر وقت حاصل ہے۔

میونسپل بورڈوں کے بارے میں عام شکایت بدنظمی کی ہے نیز اس کی کہ وہ اپنے اہم فرائض بالکل انجام نہیں دیتے اور ان کا اسٹاف بالکل ہی نااہل اور ناکارہ ہے۔ شہروں میں صفائی کا انتظام نہ ہونے کے برابر ہے۔ ہر جگہ کوڑا کرکٹ اور غلاظت کے ڈھیر نظر آتے ہیں۔ شہریوں کی صحت کی طرف کوئی توجہ نہیں کی جاتی۔ سڑی گلی چیزیں بلا کسی روک ٹوک کے خوب فروخت کی جاتی ہیں اور اس کی روک تھام کے لئے جو عملہ ہے وہ بالکل کام نہیں کرتا۔

کنٹونمنٹ بورڈ اتر پردیس اور دوسری ریاستوں کے متعدد شہروں میں فوج رہتی ہے۔ مثلاً لکھنؤ، میرٹھ، بریلی، پونہ، بنگلور وغیرہ۔ فوج کی چھاؤنیوں کے علاقے میونسپل حدود سے باہر ہوتے ہیں۔ ان علاقوں یا بستیوں کے لوگوں کی ضرورتوں کی دیکھ بھال کے لئے کنٹونمنٹ بورڈ قائم کئے گئے ہیں۔ ان بورڈوں کا فرض ہے کہ وہ ان علاقوں یا بستیوں کی صفائی اور روشنی کا انتظام کریں۔ ان کے فرائض وہی ہیں جو میونسپل بورڈ کے ہیں۔ لیکن یہ ریاستی حکومت کی ماتحتی میں نہیں ہیں بلکہ گورنمنٹ آف انڈیا کے آرمی ڈپارٹمنٹ کی ماتحتی میں ہیں۔ کنٹونمنٹ بورڈ کا چیرمین بالعموم بریگیڈیر ہوتا ہے۔ اور اس کے ممبروں میں گورنمنٹ کے نامزد ممبر بھی ہوتے ہیں۔

www.taemeernews.com

ڈیولپمنٹ ٹرسٹ بڑے بڑے شہروں کے میونسپل بورڈوں کو چونکہ کام کی زیادتی کی وجہ سے شہروں کی توسیع اور ترقی کے مسئلوں پر پوری توجہ دینے کا موقع نہیں ملتا اس لئے وہاں ڈیولپمنٹ ٹرسٹ اس مقصد کے لئے قائم کئے گئے ہیں جو شہروں کو نئے ڈھنگ سے آباد کرنے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ تنگ گلیوں اور تاریک محلّوں اور بستیوں کی جگہ صاف اور ستھرے محلّے ہوں، کشادہ اور وسیع سڑکیں ہوں۔ مکان خوب ہوادار اور روشن ہوں تاکہ صحت کا عام معیار اونچا رہے۔ لوگوں کو تازہ ہوا اور روشنی ملتی رہے تاکہ وہ بیماریوں سے محفوظ رہیں۔

لکھنؤ، کانپور اور الہ آباد ایسے بڑے شہروں میں یہ ٹرسٹ قائم کئے گئے ہیں۔ ان کے ممبروں کی تعداد عام طور سے چھ ہوتی ہے جن میں سے تین کو ریاستی حکومت نامزد کرتی ہے اور دو میونسپل بورڈ یا کارپوریشن کے نمائندے ہوتے ہیں۔

پورٹ ٹرسٹ (PORT TRUST) ان بڑے شہروں میں جو سمندر کے کنارے واقع ہیں، پورٹ ٹرسٹ قائم کئے گئے ہیں جن کا خاص کام سمندر کے کنارے گھاٹ تعمیر کرانا، مال گودام بنانا اور تجارت کی سہولت کے لئے کشتیوں اور جہازوں کا انتظام کرنا ہے۔ اس کی عام نگرانی اسی کے ذمہ ہے۔ اس کی وہ علیحدہ پولیس رکھتا ہے ٹرسٹ کے ممبر کمشنر یا ٹرسٹی کہلاتے ہیں۔ کلکتہ کے علاوہ تمام پورٹ ٹرسٹ میں نامزد ممبروں کی تعداد منتخبہ ممبروں سے زیادہ ہوتی ہے۔ بندرگاہوں پر

www.taemeernews.com

غیر ملکی مال جہازوں سے اتارا جاتا ہے، پورٹ ٹرسٹ انھیں اتارنے کا انتظام کرتا ہے۔

ٹرسٹ کی آمدنی کے مندرجہ ذیل ذرائع ہیں:۔

۱۔ مال لدوائی اور اتروائی کا ٹیکس۔

۲۔ گودام کا کرایہ۔

۳۔ جہازوں کے ٹیکس۔

ٹاؤن ایریا (TOWN AREA) یو۔ پی کی ان بستیوں اور علاقوں کو جن کی آبادی بیس ہزار سے کم ہے اور ان کی کمیٹی کا نام ٹاؤن ایریا کمیٹی ہے۔ ریاستی حکومت مختلف علاقوں کو ٹاؤن ایریا قرار دیتی ہے۔

ٹاؤن ایریا کمیٹی میں ۵ سے لے کر ۷ تک منتخب ممبر ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ اچھوتوں کے ایک نمائندے کو حاکم ضلع نامزد کرتا ہے۔ کمیٹی کا منتخبہ چیرمین ہوتا ہے۔ ان ممبروں کا انتخاب چار سال کے لئے ہوتا ہے۔ اس کمیٹی کے وہی فرائض ہیں جو میونسپل بورڈ کے ہیں۔ یعنی اپنے زیر انتظام علاقوں میں صفائی اور روشنی کا انتظام کرنا، پانی کی بہم رسانی، لوگوں کی صحت کی دیکھ بھال، ابتدائی تعلیم کا انتظام کرنا اور عام فلاح وبہبود کے مختلف کام کرنا۔ میونسپل بورڈ کے مقابلے میں ٹاؤن ایریا کمیٹیوں کے اختیارات کم ہوتے ہیں اور ان پر حاکم ضلع کا کنٹرول زیادہ ہوتا ہے۔ ان کمیٹیوں کی تعداد اترپردیش میں اس وقت ۳ سو کے قریب ہے۔

ٹاؤن ایریا کمیٹی کے ذرائع آمدنی مندرجہ ذیل ہیں:۔

www.taemeernews.com

(۱) گھر دارہ یا گھروں پر ٹیکس۔
(۲) زمینوں پر ٹیکس۔
(۳) جائداد اور حیثیت ٹیکس۔
(۴) زمینوں کا کرایہ۔
(۵) ڈسٹرکٹ بورڈ اور ریاستی حکومت کی امداد۔

مصارف کی مدیں حسب ذیل ہیں :۔

(۱) روشنی اور صفائی کا انتظام اور اس کے اسٹاف کی تنخواہیں۔
(۲) مکتبوں اور پرائمری اسکولوں کا خرچ۔
(۳) قصبوں کے راستوں، سڑکوں اور پلوں کی تعمیر اور مرمت وغیرہ۔

نوٹیفائڈ ایریا

ان شہری علاقوں اور بستیوں کو جن کی آبادی ۵ اور ۱۰ ہزار کے درمیان ہے، ریاستی حکومت نوٹیفائڈ ایریا (NOTIFIED EREA) قرار دیتی ہے اور ان کا انتظام نوٹیفائڈ ایریا کمیٹی کے ذمہ ہوتا ہے۔ اس کے کچھ ممبر منتخب اور کچھ حکومت کے نامزد کردہ ہوتے ہیں۔ اس کے ذرائع آمدنی تقریباً وہی ہیں جو ٹاؤن ایریا کمیٹی کے ہیں اور خرچوں کی مدیں بھی تقریباً وہی ہیں۔

مشقی سوالات

۱۔ میونسپل بورڈ کے فرائض اور اختیارات بیان کیجئے۔

۲۔ یو۔پی۔ میں میونسپل بورڈ کس حد تک اپنے فرائض کی بجاآوری میں کامیاب ہے۔

www.taemeernews.com

(۳) میونسپل بورڈوں پر ریاستی حکومت کس طرح کنٹرول کرتی ہے اور ان کی بدانتظامی کو کیسے دور کیا جاسکتا ہے۔

(۴) حسب ذیل پر مختصر نوٹ لکھئے :

(۱) نوٹیفائڈ ایریا (۲) ٹاؤن ایریا (۳) پبلک ہیلتھ کمیٹی۔

www.taemeernews.com

ڈسٹرکٹ بورڈ

جس طرح شہروں کی صفائی ، پانی کی بہم رسانی اور ابتدائی تعلیم کا انتظام میونسپل بورڈوں کے ذمہ ہے اسی طرح میونسپل حدود سے باہر ضلع کے دوسرے علاقوں کا انتظام ڈسٹرکٹ بورڈ کے ذمہ۔ ہر ضلع میں ایک ڈسٹرکٹ بورڈ ہوتا ہے۔ اس کے حدود وہی ہوتے ہیں جو ضلع کے ہوتے ہیں۔ بعض صوبوں میں یونین بورڈ ہوتے تھے۔ آزادی سے پہلے ممبروں کا انتخاب جداگانہ انتخاب کے ذریعے ہوتا تھا یعنی مسلمان ممبروں کو مسلمان ووٹر منتخب کرتے تھے۔

یو۔پی۔ میں ۱۹۴۸ء کے ڈسٹرکٹ بورڈ ترمیمی ایکٹ نے اہم تبدیلیاں کیں جن میں بالغوں کی حق رائے دہی اور جداگانہ انتخاب کا خاتمہ خاص طور سے قابلِ ذکر ہیں۔

ڈسٹرکٹ بورڈ تشکیل
(COMPOSITION)

اتر پردیش کے ہر ضلع میں ایک ڈسٹرکٹ بورڈ ہوتا ہے۔ ۱۹۴۸ء کے ایکٹ کی رو سے کسی بورڈ کے منتخبہ ممبروں کی تعداد ۳۰ سے کم اور

RAMPUR - (U.P.)

www.taemeernews.com

۸۰ سے زیادہ نہیں ہو سکتی۔ پہلے کچھ ممبر ریاستی حکومت کی طرف سے نامزد کئے جاتے تھے لیکن ۱۹۴۸ء کے ایکٹ نے نامزدگی کے طریقے کو ختم کر دیا۔ اب اس کی جگہ پر بورڈ اپنے منتخبہ ممبروں کی ½ تعداد کے برابر اضافی ممبر منتخب کر سکتا ہے۔

۱۹۴۱ء کے ایکٹ نے فرقہ وارانہ یا جداگانہ انتخاب کے طریقے کو ختم کر دیا۔ اس کی جگہ اب مشترکہ طریقہ انتخاب رائج کیا گیا ہے۔ اب ہندو مسلمان ووٹر مل کر ممبروں کو منتخب کرتے ہیں۔ اگر کوئی ممبر ایک سے زیادہ حلقوں سے منتخب ہو جائے تو اسے باقی حلقوں سے استعفیٰ دینا پڑے گا۔ یو۔پی میں اس وقت ڈسٹرکٹ بورڈ انترم ضلع پریشد کہلاتے ہیں۔

ووٹر ہونے کی شرطیں پہلے صرف وہی لوگ ڈسٹرکٹ بورڈ کے ووٹر ہو سکتے تھے جو بورڈ کو ٹیکس ادا کرتے تھے یا کسی جائداد کے مالک تھے یا لگان ادا کرتے تھے مگر اب ہر اکیس سال سے یا اس سے زائد عمر کے مرد اور عورتوں کو ڈسٹرکٹ بورڈ کے الیکشن میں ووٹ دینے کا حق حاصل ہے بشرطیکہ وہ کسی جرم کرنے کی بنا پر نااہل قرار نہ دیئے گئے ہوں اور وہ اس ضلع میں مستقل رہ رہے ہوں۔ وہ لوگ جو انتخاب میں کسی قسم کی بدعنوانی کریں یا الیکشن کے قاعدوں کی خلاف ورزی کریں یا جنھیں فوجداری کے کسی جرم میں چھ مہینے کی سزا ہو چکی ہو ووٹر نہیں ہو سکتے۔

ہر وہ شخص جو ووٹر ہو انترم ضلع پریشد کی ممبری کے لئے کھڑا ہو سکتا ہے لیکن سرکاری ملازمت سے برخاست شدہ اشخاص یا بورڈ کے ملازم یا اس سے کسی قسم کا معاوضہ پانے والے مثلاً ٹھیکیدار یا وہ لوگ کہ جنھوں نے سال بھر سے

www.taemeernews.com

بورڈ کے ٹیکس نہ ادا کئے ہوں، الیکشن میں کھڑے نہیں ہو سکتے۔

مدّت انترم ضلع پریشد کا الیکشن ہر چار سال کے بعد ہوگا لیکن ریاستی حکومت الیکشن ملتوی کر سکتی ہے اور انترم ضلع پریشد کی مدّت کار میں توسیع کر سکتی ہے۔ الیکشن کی تاریخیں ریاستی حکومت مقرر کرتی ہے۔

ممبروں کی علیحدگی یا برخاستگی ہر ممبر کو مستعفی ہونے کا حق ہے۔ وہ اپنا استعفیٰ صدر کو دے سکتا ہے۔ ریاستی حکومت پریشد کے ان ممبروں کو ممبری سے علیحدہ کر سکتی ہے جو مسلسل تین مہینوں تک یا مسلسل تین جلسوں سے بغیر کسی معقول وجہ یا عذر کے غیر حاضر رہیں یا جنھیں کسی فوجداری کے جرم میں چھ مہینے کی سزا ہوگئی ہو یا جن سے دفعہ ۱۰۹ یا ۱۱۰ ضابطہ تعزیرات ہند کے ماتحت نیک چلنی کی ضمانت یا مچلکہ طلب کیا جا چکا ہو یا جنھوں نے پریشد سے کسی قسم کا ٹھیکہ لیا ہو یا کسی قسم کا معاوضہ پریشد سے وصول کیا ہو یا جنھوں نے ضلع میں مستقل سکونت ترک کر دی ہو یا اپنی ممبری سے کسی قسم کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوں۔

عہدیدار پریشد کے عہدیدار دو قسم کے ہیں:۔
(۱) آنریری اور منتخبہ (۲) تنخواہ دار

آنریری اور منتخبہ عہدیداروں میں سکریٹری، انجینیر، ٹیکس سپرنٹنڈنٹ اور ڈسٹرکٹ میڈیکل آفیسر آف ہیلتھ قابل ذکر ہیں۔

ضلع پریشد کا سب سے اہم عہدہ دار صدر ہوتا ہے۔ ۱۹۴۸ء کی رو سے صدر کا انتخاب پریشد کے دوسرے ممبروں کے ساتھ عام ووٹر کرنے لگے۔

www.taemeernews.com

لیکن کوئی شخص بیک وقت صدارت اور ممبری کے لئے کھڑا نہیں ہوسکتا۔
ہر وہ شخص جو پریشد کے الیکشن میں ووٹر ہو اور جس کی عمر ۳۰ سال کی ہو۔ آنریری مجسٹریٹ نہ ہو اور نہ سرکاری ملازم اور نہ بورڈ کا ملازم صدارت کے لئے کھڑا ہوسکتا ہے۔ مگر کوئی شخص دو بار سے زیادہ بغیر ریاستی حکومت کی اجازت کے پریشد کا صدر نہیں ہوسکتا۔ وہ اس وقت تک اپنے فرائض انجام دے گا جب تک کہ نیا صدر اس سے چارج نہ لے۔ وہ از خود صدارت سے مستعفی ہوسکتا ہے۔ بورڈ کے ممبر اس کے خلاف عدم اعتماد کی تجویز پاس کرسکتے ہیں۔ اس تجویز کے ریاستی حکومت کے پاس بھیجے جانے کے بعد یا تو تین دن کے اندر اسے مستعفی ہونا پڑے گا یا پھر اسے گورنمنٹ سے پریشد کو برخاست کرکے نئے الیکشن کرانے کا مشورہ دینا ہوگا اور اس کی وجہ بھی بتانی ہوگی۔ گورنمنٹ کو اختیار ہے کہ وہ یا تو صدر کو مستعفی ہونے کا حکم دے یا نئے الیکشن کرانے کا فیصلہ کرے اور پریشد کو برخاست کرے۔ پہلی صورت میں اگر صدر تین دن کے اندر اپنا استعفیٰ نہیں داخل کرتا تو پھر اسے عہدۂ صدارت سے ہٹا دیا جائے گا۔ ایسی صورت میں وہ دوبارہ اس عہدہ کے لئے کھڑا ہوسکتا ہے۔ نائب صدر کا الیکشن پریشد کے ممبر اپنے میں سے سال بھر کے لئے کرتے ہیں۔ نائب صدر دوبارہ بھی کھڑا ہوسکتا ہے۔ اگر دو نائب صدر ہوں تو ایک سینیر نائب صدر اور دوسرا جونیر نائب صدر کہلائے گا۔

صدر کے اختیارات اور فرائض

انترم ضلع پریشد کے صدر کے فرائض اور اختیارات حسب

www.taemeernews.com

ذیل ہیں :-

(۱) پریشد کے ملازموں کی ملازمت، تنخواہ، الاؤنس، رخصت، مراعات اور دوسرے مسائل کو پریشد کے بنائے ہوئے قاعدوں کی روشنی میں طے کرنا۔

(۲) کمشنر اور حاکم ضلع کے پاس پریشد اور پریشد کی کمیٹیوں کے کاغذات، حسابات رپورٹیں اور تجویزیں بھیجنا۔

(۳) پریشد کے جلسے طلب کرنا اور پریشد کی مالیاتی کمیٹی کی صدارت کرنا۔

(۴) پریشد کے مالیات کی دیکھ بھال کرنا اور اس کی نگرانی کرنا کہ پریشد کی تجویزوں اور فیصلوں پر عمل درآمد کیا جا رہا ہے اور اس سلسلے میں پریشد کے ملازمین کے کاموں کی دیکھ بھال اور نگرانی کرنا۔

(۵) وہ تمام فرائض انجام دینا جو وقتاً فوقتاً اسے انترم ضلع پریشد ایکٹ کی رو سے انجام دینے پڑیں۔

(۶) پریشد کی جملہ کارروائیوں اور کاموں کے بارے میں ممبروں کو ضروری اطلاعات بہم پہنچانا۔

(۷) نائب صدر کو اپنے بعض کام سپرد کرنا۔

ضلع پریشد کے فرائض

میونسپل بورڈ کی طرح پریشد کے بھی دو قسم کے فرائض ہیں :-

۱۔ لازمی، ۲۔ اختیاری

لازمی فرائض حسب ذیل ہیں :-

www.taemeernews.com

(۱) ضلع میں سڑکوں اور پلوں کی تعمیر، مرمت اور دیکھ بھال کرنا اور آمد و رفت کے ذریعوں کو ترقی دینا۔

(۲) سڑکوں اور عام گذرگاہوں کے ادھر ادھر درخت لگوانا اور ان کی نگہداشت کرنا۔

(۳) اسپتال، زچہ خانے اور دوا خانے اور جانوروں کے اسپتال قائم کرنا، ان کا انتظام کرنا اور ان کا معائنہ کرنا۔

(۴) کنوؤں، تالابوں، نہروں اور نالیوں کی تعمیر اور مرمت کرنا۔

(۵) صفائی کے انتظامات کرنا، ٹیکے لگوانا اور بیماریوں کی روک تھام کرنا۔

(۶) محتاج گھر اور یتیم خانے قائم کرنا اور کھولنا۔

(۷) تعلیم کا انتظام کرنا، اسکول کھولنے اور ماسٹروں کی ٹریننگ کا انتظام کرنا۔

(۸) گھریلو صنعتوں (COTTAGE INDUSTRIES) کو فروغ دینا اور خاص کر ان صنعتوں کو جس کے لئے وہ ضلع خاص طور سے مشہور ہو مثلاً مرادآبادی برتنوں کی صنعت۔

(۹) مخدوش یا خطرناک عمارتوں کو منہدم کرانا۔

(۱۰) قحط کی روک تھام، قحط پڑنے کی صورت میں امدادی کام شروع کرنا۔

(۱۱) کانجی ہاؤس قائم کرنا

(۱۲) سرائے تعمیر کرانا۔

(۱۳) وقتاً فوقتاً میلے اور زراعتی نمائش اور جانوروں کی نمائش کرنا۔

(۱۴) پانی کی بہم رسانی۔

www.taemeernews.com

(۱۵) ضلع کی آبادی، حفظانِ صحت، زراعت، صنعت وحرفت، صفائی اور بیماریوں کے بارے میں اعداد وشمار فراہم کرنا اور ان کے ریکارڈ رکھنا۔

(۱۶) بازار اور دھرم شالے تعمیر کرنا۔

اترپردیش ضلع پریشد کے اختیاری فرائض مندرجہ ذیل ہیں :-

(۱) پیدائش اور موتوں کا اندراج۔

(۲) گندی اور گھنی بستیوں کی جگہ صاف ستھری اور کھلی ہوئی بستیاں آباد کرنا۔

(۳) مردم شماری۔

(۴) تعلیم کے فروغ دینے اور پھیلانے کے لئے گشتی لائبریریاں اور کتب خانے قائم کرنا اور بالغوں کی تعلیم کو رائج کرنا۔

(۵) بس سروس اور دوسرے ذرائع آمدورفت کا انتظام کرنا۔

(۶) آب پاشی کا چھوٹے پیمانے پر انتظام کرنا۔

(۷) کسانوں کی فلاح اور بہبود کے لئے نمونے کی کھیتی کا کام شروع کرنا، اچھے بیج، کھاد اور اعلیٰ نسلوں کے جانور فراہم کرنا۔

لیکن اب تک اترپردیش کے ضلع پریشدوں نے ان فرائض کی طرف بہت ہی کم بلکہ بالکل برائے نام توجہ کی ہے۔ علی الخصوص مد ۲، ۵، ۶ اور ۷ کی طرف۔ البتہ کہیں کہیں ضلع پریشدوں نے گشتی لائبریریاں قائم کی ہیں۔ مد نمبر ۲ کی طرف بھی بہت ہی کم توجہ کی گئی ہے۔ کم وبیش سب ہی ڈسٹرکٹ بورڈوں میں بدنظمی عام ہے اور یہ اپنے بہت سے کاموں کی طرف مطلق کوئی توجہ نہیں کرتے۔ سڑکیں عام طور سے بہت خراب ہیں اور ان کی مرمت کی طرف بہت ہی کم توجہ کی جاتی ہے۔

www.taemeernews.com

ضلع پریشد کی آمدنی کے ذرائع

انترم ضلع پریشد کی آمدنی کے ذرائع حسب ذیل ہیں :-

(۱) زمین کی سالانہ آمدنی پر عائد کردہ ٹیکس۔
(۲) تجارتی سامان پر چنگی یا محصول۔
(۳) سواریوں پر ٹیکس۔
(۴) ندی، تالابوں اور گھاٹوں وغیرہ سے آمدنی۔
(۵) درختوں سے آمدنی یعنی پھل دار درختوں کی فصلوں کا نیلام، درخت کی فروخت وغیرہ۔
(۶) بازاروں پر ٹیکس۔
(۷) ریاستی حکومت کی امداد۔
(۸) ضروری اور اہم کاموں کے لئے ریاستی حکومت یا پبلک سے قرضہ۔
(۹) پریشد کی عمارتوں کے کرائے۔

مصارف

پریشد کو اپنی آمدنی کا بہت بڑا حصہ اپنے فرائض کی انجام دہی پر خرچ کرنا ہوتا ہے۔ اس کے مصارف کی خاص مدیں مدرجہ ذیل ہیں :-

(۱) تعلیم۔ اس میں اسکول کی عمارتیں، فرنیچر، استادوں کی تنخواہیں اور طلبا کے وظیفے شامل ہیں۔
(۲) تعمیرات۔ یعنی سڑکوں، پلوں، تالابوں، نالیوں، مویشی خانوں، اسپتالوں، دواخانوں اور بازاروں کی تعمیر اور مرمت۔

www.taemeernews.com

(۳) اسپتال اور دواخانے۔

(۴) زراعت کی ترقی کے لئے آبپاشی کا انتظام۔

(۵) درخت لگوانا۔

(۶) جانوروں کے اسپتال۔

(۷) پریشد کے ملازمین کی تنخواہیں اور بھتے۔

(۸) میلے اور نمائش۔

(۹) قحط پڑنے کی صورت میں امدادی کام کرنا۔

سرکاری حکام اور ضلع پریشد

حاکم ضلع، ڈسٹرکٹ میڈیکل آفیسر آف ہیلتھ، سول ڈینیری ڈپارٹمنٹ کے سپرنٹنڈنٹ اور ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ کو ریاستی حکومت کی طرف سے پریشد کے جلسوں میں شرکت کرنے اور تقریر کرنے کی اجازت حاصل ہے۔ ان کے علاوہ اسپتالوں کے انسپکٹر جنرل اور ضلع کے سول سرجن کو پریشد کے زیر انتظام سول اسپتالوں اور ڈسپنسریوں کے معائنہ کرنے کا حق حاصل ہے۔ اس طرح محکمہ صحت عامہ (PUBLIC HEALTH DEPARTMENT) کے ڈائرکٹر اور اسسٹنٹ ڈائرکٹر کو بورڈ کے صحت عامہ کے محکمے کے کاموں کے معائنہ کرنے کا حق حاصل ہے۔ پریشد کے تعمیرات کے محکمے کے کاموں کی جانچ اور دیکھ بھال چیف انجینیر، سپرنٹنڈنگ انجینیر، اگزیکیٹو انجینیر اور ڈسٹرکٹ انجینیر کے ذمہ ہے۔ بورڈ کے تعلیمی کاموں کی دیکھ بھال اور نگرانی ریاستی حکومت کے محکمہ تعلیمات عامہ کے ڈائرکٹر، ڈپٹی ڈائرکٹر، ضلع کے انسپکٹر آف اسکولز کو حاصل ہے۔

www.taemeernews.com

آخرالذکر دونوں عہدیدار پریشد کے اسکولوں کا برابر معائنہ کرتے رہتے ہیں۔

پریشد کی کمیٹیاں میونسپل بورڈ کی طرح ضلع پریشد بھی اپنے مختلف شعبوں اور محکموں کا کام چلانے کے لیے اپنے ممبروں پر مشتمل کمیٹیاں منتخب کرتا ہے۔ سب سے اہم کمیٹیاں اگزیکٹو یا انتظامیہ کمیٹی، تعلیمی کمیٹی اور پبلک ہیلتھ کمیٹی۔ ضلع کی ہر تحصیل کے لیے تحصیل کمیٹی ہوتی ہے۔ ۱۹۴۸ء کے ایک ایکٹ کی رو سے ضلع پریشد کی انتظامیہ یا اگزیکٹو کمیٹی، مختلف کمیٹیوں کے چیرمینوں اور ضلع پریشد کے منتخب کئے ہوئے تین ممبروں پر مشتمل ہوتی ہے۔ ضلع پریشد وجود میں آئی۔ یہ بورڈ کے پریسیڈنٹ، وائس پریسیڈنٹ ضلع پریشد کا سکریٹری ہوتا ہے اور ضلع پریشد کا پریسیڈنٹ اس کا صدر۔ ضلع پریشد کے حسب ذیل کاموں کی انجام دہی اس کمیٹی کے سپرد ہے:-

(۱) ضلع پریشد کے ممبروں کو الاؤنس دینا۔

(۲) ضلع پریشد کے ممبروں کے خلاف کسی بے ضابطگی یا بدعنوانی کی بنا پر مقدمہ دائر کرنا۔

(۳) پریشد کی کمیٹیوں سے مختلف قسم کے ریکارڈ اور اعداد و شمار طلب کرنا۔

(۴) تحصیل کمیٹیوں کو مختلف امور کے بارے میں اختیارات دینا اور ان کی مالی مدد کرنا۔

(۵) ضلع پریشد کی کسی دوسری کمیٹی یا کسی عہدیدار کو ٹھیکہ منظور کرنے کا

www.taemeernews.com

اختیار دینا۔

(۶) ضلع پریشد کے اسٹاف یا عملے کی تعداد مقرر کرنا اور ان کی تنخواہیں اور الاؤنس مقرر کرنا۔

(۷) ٹیکس لگانے کی تجویزیں مرتب کرنا۔

(۸) ریاستی حکومت کو وضاحت طلب امور میں جواب دینا۔

(۹) ضلع پریشد کی جائداد کی دیکھ بھال اور نگرانی کرنا۔

اس کے علاوہ جن امور کو بھی پریشد مناسب خیال کرے ایگزیکٹو کمیٹی کے سپرد کر سکتا ہے۔ بجٹ بھی یہی کمیٹی تیار کرتی ہے اور اسے ضلع پریشد کے سامنے منظوری کے لئے پیش کرتی ہے۔ اگر پریشد اسے نامنظور کردے تو پھر اسے ریاستی حکومت کے سامنے پیش کیا جائے گا اور وہ اس میں جس قسم کی تبدیلی چاہے کر سکتی ہے۔

تعلیمی کمیٹی کے ممبروں کی تعداد بارہ ہوتی ہے جس میں سے آٹھ کا انتخاب پریشد کے ممبروں میں سے کیا جاتا ہے۔ بقیہ چار غیر ممبروں میں سے لئے جاتے ہیں۔ ان چار میں سے دو ریاستی حکومت کے محکمۂ تعلیم کے افسروں میں سے ہوتے ہیں۔ اس کمیٹی کے صدر اور نائب صدر ضلع پریشد کے ممبروں میں سے منتخب کئے جاتے ہیں۔ ان کے عہدے کی مدت ایک سال کی ہوتی ہے۔ اس کمیٹی کا سکریٹری ڈپٹی انسپکٹر آف اسکولز ہوتا ہے۔ کمیٹی کے جلسوں میں اس حلقے کے انسپکٹر آف اسکولز بھی شرکت کر سکتے ہیں۔ اور اس کی کارروائیوں میں حصہ لے سکتے ہیں۔ اگر یہ کمیٹی اپنے فرائض کی انجام

www.taemeernews.com

دہی میں کسی قسم کی کوتاہی کرے تو ضلع پریشد ایک اسپشل ریزولیوشن کے ذریعے اس کمیٹی کو ختم کرسکتا ہے۔ لیکن اس بارے میں ریاستی حکومت کی منظوری ضروری ہے۔

ضلع پریشد کے زیر انتظام ضلع میں جتنے بھی اسکول اور دینی مدارس ہیں ان سب کی عام دیکھ بھال اور نگرانی اس کمیٹی کے ذمہ ہے۔ اسکولوں کے ٹیچروں کا تقرر، تبادلہ اور برخاستگی سب اس کمیٹی کے ہاتھ میں ہے کمیٹی کے صدر کا خاص کام یہ ہے کہ وہ کمیٹی کے جلسوں کی کارروائیوں کو ضلع پریشد کے پاس بھیجے اور پریشد کو ہر وقت اس کا اختیار حاصل ہے کہ وہ کمیٹی سے پچھلے ریزولیوشنوں پر دوبارہ غور کرنے کو کہے۔

تحصیل میں ضلع پریشد کا کام چلانے پریشد تحصیل کمیٹی کا تقرر کرتا ہے۔ ہر تحصیل سے ضلع پریشد کے منتخبہ ممبر اور اس کی طرف سے دوسرے مقرر کئے ہوئے ممبر اس کمیٹی کے ممبر ہوتے ہیں۔

یہ کمیٹی ان تمام کاموں کو انجام دیتی ہے جو ضلع پریشد اس کے سپرد کرے۔ ان امور کی انجام دہی کے لئے ضلع پریشد وقتاً فوقتاً کمیٹی کو مالی مدد بھی دیتا ہے۔

مشقی سوالات

۱۔ ضلع پریشد کے فرائض اور اختیارات بیان کیجئے۔

۲۔ ضلع پریشد کے انتظام میں کیا کیا خرابیاں ہیں۔ انھیں کیسے دور کیا جاسکتا ہے؟

www.taemeernews.com

۳۔ ریاستی حکومت ڈسٹرکٹ بورڈ کو کس طرح کنٹرول کرتی ہے۔

۴۔ ضلع پریشد کے صدر کے فرائض اور اختیارات کو بیان کیجیے۔

۵۔ مندرجہ ذیل پر مختصر نوٹ لکھئے :-

(۱) تعلیمی کمیٹی (۲) ضلع پریشد کی آمدنی کے ذرائع (۳) ضلع پریشد کی کمیٹیاں

www.taemeernews.com

گاؤں پنچایت

آج سے نہیں زمانہ قدیم سے ہندوستان میں پنچایتیں چلی آتی ہیں۔ گاؤں کے سارے جھگڑوں کا تصفیہ یہی پنچایتیں کرتی تھیں اور گاؤں کے دوسرے معاملات اور انتظامات بھی انھیں کے ذمہ تھے۔ انگریزی عہد حکومت میں پنچایتیں ختم کر دی گئیں لیکن وہ پھر بھی کسی نہ کسی شکل میں موجود ہیں۔ مثلاً مختلف برادریوں کی پنچایتیں۔ ان میں دھوبیوں اور نائیوں کی پنچایتیں قابل ذکر ہیں۔ یہ پنچایتیں اپنی برادری کے جھگڑوں کو طے کرتی تھیں۔

آزادی کے بعد کانگریسی حکومت نے خاص کر اتر پردیش اور راجستھان کی حکومتوں نے اس طرف خاص توجہ کی کیوں کہ دستور کے (DIRECTIVE PRINCIPLES OF STATE POLICY) میں گاؤں پنچایتوں کے قیام کو خاص جگہ دی گئی تھی۔ اس کی طرف توجہ دینی اس لئے بھی ضروری تھی کہ ہندوستان کی آبادی کا بہت بڑا حصہ اب بھی دیہاتوں یا گاؤں ہی میں رہتا ہے اور ملک کا نظام حکومت اس وقت تک مکمل طور سے جمہوری نہیں ہو سکتا جب تک کہ

www.taemeernews.com

دیہاتوں میں پنچایتوں کے جمہوری ادارے قائم نہ ہو اور دیہاتوں کا سدھار نہ ہو۔
۱۹۴۷ء میں اتر پردیش گاؤں پنچایت ایکٹ پاس ہوا۔ اس کی رو سے یو۔ پی کے گاؤں اور دیہاتوں میں پنچایتیں قائم کی گئیں۔ ان کے قیام سے اس ریاست کی تاریخ میں ایک اہم نئے باب کا آغاز ہوا۔

ہر نظام حکومت میں سب سے چھوٹے وحدت (UNIT) کا انتظام کرنا از حد ضروری ہے۔ ہمارے ملک میں حکومت کا سب سے چھوٹا حصہ گاؤں ہے۔ ضلع پریشد کے لئے ممکن نہیں کہ وہ ضلع کے سارے گانوؤں کا انتظام خود کرے اور ان کی تمام ضرورتوں پر توجہ کرے۔ یہی صورت ریاستی حکومت کی بھی ہے۔ یہ انتظام گاؤں کے مقامی لوگ ہی بہت اچھی طرح سے کر سکتے ہیں کیوں کہ وہی وہاں کی تمام ضرورتوں سے بخوبی واقف ہوتے ہیں۔ اس لئے گاؤں کے سارے معاملوں اور مسئلوں کو حل کرنے کے لئے گاؤں پنچایتیں قائم کی گئی ہیں۔ ان کے ذریعے سے گاؤں کو مقامی حکومت خود اختیاری کا یونٹ بنانے کی کوشش کی گئی۔ عہدِ قدیم کے ہندوستان کے گانوؤں کی یہی حالت تھی۔ ان پنچایتوں کے ذریعہ گاؤں والے اپنے سارے معاملے طے کرتے تھے۔ مسلمانوں کے عہدِ حکومت میں پنچایتیں قائم رہیں اور مسلمان بادشاہوں نے ان کے اختیارات میں کسی قسم کی کمی نہ کی۔ انگریزی حکومت نے البتہ ان کو ختم کرنے کی کوشش کی۔ اور ان کے اختیارات بہت کم کر دیئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ گاؤں میں پنچایتیں سرے سے ختم ہوگئیں۔ بعض صوبوں نے ان کو زندہ کرنے کی کوشش کی تھی۔ چنانچہ ۱۹۲۰ء میں یو۔ پی۔ میں گاؤں پنچایت ایکٹ پاس کیا گیا لیکن اس کے تحت

www.taemeernews.com

یہ پنچایتیں منتخبہ جماعتیں نہ تھیں کیوں کہ اس کے ممبروں کو حاکم ضلع مقرر کرتے تھے۔ ان کے اختیارات بھی محدود تھے۔ ۱۹۳۷ء میں جب پہلی بار کانگریس برسر اقتدار آئی تو اس کی وزارت نے ۱۹۲۰ء کے ایکٹ کو ترمیم کرنے کا فیصلہ کیا اور پنچایتوں کو منتخبہ جماعت بنانا طے کیا لیکن قبل اس کے کہ کوئی عملی قدم اس سلسلے میں اٹھایا جاتا، وزارت کو مستعفی ہونا پڑا اور اس ایکٹ میں کوئی اہم تبدیلی نہ ہو سکی۔ دس برس بعد کانگریس حکومت نے اس مسئلے کو پھر اٹھایا اور ۱۹۴۷ء میں گاؤں پنچایت ایکٹ پاس ہوا جو ۱۹۲۰ء کے ایکٹ سے بالکل مختلف تھا اور انقلابی قانون کی حیثیت رکھتا تھا اس لئے کہ اس نے صحیح معنوں میں گاؤں میں جمہوری حکومت خود اختیاری قائم کی اور ہر بالغ مرد اور عورت کو ووٹ کا حق دے کر پنچایت کو صحیح معنوں میں نمائندہ اور جمہوری جماعت بنا دیا۔

گاؤں سبھا ایکٹ کی رو سے ہر اس گاؤں میں گاؤں سبھا قائم کی گئی جس کی آبادی ایک ہزار ہو۔ اگر کسی گاؤں کی آبادی ایک ہزار سے کم ہو تو اس گاؤں کو کسی دوسرے گاؤں سے ملا کر ایک گاؤں سبھا کے ماتحت کر دیا جائے گا لیکن یہ دوسرا گاؤں اس گاؤں سے تین میل سے زیادہ فاصلے پر نہ ہوگا۔ اگر کوئی بھی گاؤں اس گاؤں سے تین میل کے فاصلے سے کم پر واقع نہ ہو تو پھر ایک ہزار سے بھی کم آبادی ہونے پر اس گاؤں میں گاؤں سبھا قائم کی جائے گی۔

گاؤں کا ہر بالغ مرد اور عورت یعنی جن کی عمر ۲۱ برس یا اس سے زیادہ کی ہو، گاؤں سبھا کا ممبر ہو سکتا ہے۔ بشرطیکہ اس کی دماغی حالت ٹھیک ہو،

www.taemeernews.com

وہ دیوالیہ نہ ہو یا عدالت سے سزا یافتہ نہ ہو اور آنریری مجسٹریٹ نہ ہو۔ سبھا کے جلسے سال میں دو بار ہوتے ہیں۔ ایک ربیع کی فصل کٹنے پر اور دوسرا خریف کی فصل کٹنے پر۔ ممبروں کی ⅕ تعداد کی درخواست پر خاص جلسے بھی ہو سکتے ہیں۔ گاؤں پنچایت کے صدر اور نائب صدر، گاؤں سبھا کے صدر اور نائب صدر ہوتے ہیں۔ ان کا الیکشن گاؤں پنچایت کے ممبروں کے ساتھ گاؤں والے کرتے ہیں۔ ان کا انتخاب تین سال کے لئے ہوتا ہے لیکن اگر ممبروں کی دو تہائی تعداد ان کے خلاف عدم اعتماد کی تجویز پاس کر دے تو ان کو اپنے عہدوں سے الگ ہونا پڑے گا۔

خریف کی فصل کے بعد گاؤں سبھا کا جلسہ ہوتا ہے۔ اس میں آیندہ سال کے بجٹ پر غور کیا جاتا ہے اور ربیع کی فصل کے بعد جو جلسہ ہوتا ہے اس میں پچھلے سال کے حساب کتاب کی جانچ ہوتی ہے اور اس میں گاؤں پنچایت کے کاموں کی رپورٹ پر بھی غور ہوتا ہے جو صدر پیش کرتا ہے۔ اس موقع پر پنچایت کے کاموں کے بارے میں ہر قسم کے سوال پوچھے جاتے ہیں۔

گاؤں سبھا ایک رجسٹر رکھتی ہے جس میں گاؤں کے تمام بالغ رہنے والوں کے نام درج ہوتے ہیں۔

گاؤں پنچایت

گاؤں سبھا کی انتظامیہ کمیٹی کا نام گاؤں پنچایت ہے۔ یہ صدر، نائب صدر اور دوسرے ممبروں پر مشتمل ہوتی ہے۔ ممبروں کی تعداد ریاستی حکومت مقرر کرتی ہے۔ اس کا انحصار گاؤں کی آبادی پر ہے مگر کسی بھی پنچایت کے ۳۰ سے کم اور اکیاون سے زیادہ ممبر نہیں

www.taemeernews.com

ہو سکتے۔ پنچایت کا انتخاب گاؤں سبھا کرتی ہے۔ اس کا انتخاب تین سال کے لئے ہوتا ہے لیکن ممبروں کی ایک تہائی تعداد ہر سال ممبری سے ریٹائر ہوا کرے گی اور ان کی جگہ نیا الیکشن ہوگا۔

گاؤں پنچایتوں کے فرائض

گاؤں پنچایت کے لازمی فرائض حسب ذیل ہیں :-

(۱) آنے جانے کے راستوں کو ٹھیک رکھنا۔ سڑکوں اور راستوں کی تعمیر اور مرمت۔ ان کی صفائی اور چھڑکاؤ۔

(۲) ڈسپنسریوں اور اسپتالوں کو قائم کرنا۔

(۳) وباؤں اور بیماریوں کی روک تھام۔

(۴) سبھا کی عمارتوں اور جائدادوں کی دیکھ بھال اور ان کا انتظام کرنا۔

(۵) پیدائشوں اور موتوں کا ریکارڈ رکھنا

(۶) قبرستانوں اور مرگھٹوں کا انتظام کرنا۔

(۷) میلے اور بازار لگوانا۔

(۸) مویشیوں کے لئے چراگاہوں کا مناسب انتظام کرنا۔

(۹) لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے ابتدائی تعلیم کا انتظام کرنا۔

(۱۰) کنوؤں اور تالابوں کی تعمیر اور مرمت۔ نہانے اور پینے کے پانی کا معقول انتظام کرنا۔

(۱۱) آگ بجھانے کا انتظام کرنا۔

(۱۲) پنچایتی عدالت کے ممبروں کا انتخاب کرنا۔

www.taemeernews.com

(۱۳) پاخانے بنوانا (کیوں کہ زیادہ تر گاؤں والے کھیتوں اور کھلے میدانوں میں رفع حاجت کے لیئے جاتے ہیں) اور کھاد ڈالنے کے گڑھے بنوانا۔

اس کے اختیاری فرائض حسب ذیل ہیں:۔

(۱) درخت لگوانا۔

(۲) جانوروں اور مویشیوں کی نسل کو ترقی دینا۔

(۳) زمین کو زرخیز بنانا۔

(۴) اچھے بیج اور کھاد کی فراہمی اور بہم رسانی۔

(۵) کوآپریٹو سوسائٹیوں کو قائم کرنا اور ان کو ترقی دینا۔

(۶) لائبریریاں قائم کرنا۔

(۷) ریڈیو لگانا۔

(۸) وہ تمام صورتیں اختیار کرنا کہ جن سے لوگوں کو زیادہ سے زیادہ آرام اور سہولت پہنچے اور وہ ایک دوسرے سے مل جل کر کام کریں۔

پنچایت کی آمدنی گاؤں پنچایتوں کو اپنے کام کرنے کے لیئے روپے کی ضرورت ہوتی ہے اس لیئے اس کی آمدنی کے ذرائع معین کر دیئے گئے ہیں۔ ان ذریعوں کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:۔

(۱) ریاستی حکومت کی طرف سے امدادی رقم۔

(۲) پنچایت ایکٹ کے ذریعے لگائے ہوئے ٹیکس۔

(۳) پنچایتی عدالتوں کے عائد کردہ جرمانے۔

(۴) کھاد اور گوبر کی فروخت۔

www.taemeernews.com

(۵) میلوں میں دکانوں کا کرایہ۔
(۶) تجارت پر ٹیکس۔
(۷) کرایہ کی سواریوں پر ٹیکس۔
(۸) پنچایتی ٹیکس۔
(۹) اس کے علاوہ پنچایتیں مختلف پیشوں پر ٹیکس لگاتی ہیں۔

پنچایتی عدالتیں اپنے معمولی معاملوں اور مقدموں کو طے کرانے کے لئے گاؤں والوں کو گاؤں سے باہر ضلع یا تحصیل کی عدالتوں میں جانا پڑتا تھا اور ہر طرح سے زیر بار ہونا پڑتا تھا۔ میلوں کی مسافت طے کرنا پڑتی تھی۔ گاؤں پنچایت ایکٹ نے ان جھگڑوں اور معاملوں کو چکانے کے لئے پنچایتی عدالتیں قائم کی ہیں۔ کم سے کم تین اور زیادہ سے زیادہ پانچ گاؤں سبھاؤں کے لئے ایک عدالتی پنچایت ہوتی ہے۔ ہر گاؤں سبھا پنچایتی عدالت کے لئے پانچ پنچ منتخب کرتی ہے۔ اس طرح سے ہر عدالت میں کم سے ۱۵ اور زیادہ سے زیادہ ۲۵ پنچ ممبر ہوتے ہیں۔ ہر وہ شخص کہ جو کم سے کم تیس برس کا ہو پنچ منتخب کیا جا سکتا ہے لیکن اس کے لئے پڑھا لکھا ہونا لازمی ہے۔ سر پنچ ہر مقدمے کے فیصلے کے لئے پانچ پنچ مقرر کرتا ہے جس میں کم سے کم ایک کا ہندی کا پڑھا لکھا ہونا ضروری ہے۔ تاکہ وہ مقدمے کی کارروائی کو قلم بند کر سکے۔ پنچوں کو پہلے حلف اٹھانا پڑتا ہے۔

گورنمنٹ فیس کی شرح مقرر کرتی ہے جو مقدمہ والوں کو عدالت

www.taemeernews.com

میں ادا کرنا ضروری ہے۔ اگر دس روپے کی مالیت کا مقدمہ ہے تو ۲۵ پیسے فیس دینی پڑے گی۔ اس کے بعد ہر دس روپے کی مالیت کے مقدمے پر ۲۷ پیسے۔ فوجداری مقدمہ کی فیس ۵۰ پیسے ہے۔

پنچایتی عدالت کو فوجداری، دیوانی اور مالی تینوں قسم کے چھوٹے چھوٹے مقدمات کی سماعت کرنے اور فیصل کرنے کا اختیار حاصل ہے۔ دیوانی مقدمے میں ننو روپے کی مالیت تک کے مقدموں کا فیصلہ کر سکتی ہے۔ اس سے بھی زیادہ مالیت کے دیوانی مقدمے کی سماعت یہ عدالت کر سکتی ہے۔ بشرطیکہ فریقین باہمی سمجھوتے پر رضامند ہو جائیں۔

ڈسٹرکٹ بورڈ ابتدائی تعلیمی ایکٹ کی خلاف ورزی کرنے اور ان جرموں کا ارتکاب کرنے پر کہ جن کی صراحت پنچایت ایکٹ میں کر دی گئی ہے کی سماعت بھی پنچایتی عدالتیں کرتی ہیں لیکن انھیں سو روپیہ جرمانہ کرنے کا اختیار ہے۔ اس کے علاوہ وہ کوئی اور سزا نہیں دے سکتیں۔ ان کے فیصلوں کے خلاف اپیل نہیں کی جا سکتی۔ ان عدالتوں کا طریقہ کار بہت سیدھا سادا اور آسان رکھا گیا ہے تاکہ مقدمہ بازی کی غیر ضروری طوالت پیدا نہ ہونے پائے۔ دوسری عدالتوں کے برخلاف ان میں وکیلوں کو پیروی کرنے کی اجازت نہیں۔ ان مقدموں کو کہ جن کی سماعت ان کے دائرۂ اختیار سے باہر ہو یا جس میں مجرموں کو ایسی سزا دی جاتی ہو کہ جو یہ نہیں دے سکتیں۔ یہ سب ڈویژنل مجسٹریٹ کی عدالت میں پیش کیا جائے گا۔

گاؤں سبھا گاؤں پنچایتوں اور پنچایتی عدالتوں کے کاموں کی نگرانی

www.taemeernews.com

اور دیکھ بھال ریاستی حکومت مختلف طریقوں سے کرتی ہے تاکہ یہ جماعتیں کسی قسم کی بے انصافی یا زیادتی نہ کرسکیں اور اپنے اختیارات کا غلط اور ناجائز استعمال نہ کریں۔ اس کے لئے پنچایت انسپکٹر مقرر کئے گئے ہیں جو دورہ کر کے ان جماعتوں کے کاموں کی دیکھ بھال کرتے رہتے ہیں۔ ان کے اوپر پنچایت آفیسر اور پنچایت ڈائرکٹر ہیں۔ ان افسروں کے ذریعہ حکومت گاؤں سبھا اور پنچایت اور اس کی کسی بھی کمیٹی کے حساب کتاب، کاغذات اور ریکارڈ کا معائنہ کرسکتی ہے اور اس کی کارروائیوں اور کاموں کے بارے میں ہر قسم کی اطلاع طلب کرسکتی ہے اور کسی بھی معاملے کی پوری چھان بین کرسکتی ہے۔ اگر کوئی گاؤں پنچایت یا اس کی کوئی کمیٹی اپنے فرائض ٹھیک طور سے انجام نہ دے رہی ہو تو حکومت اسے برخاست کرسکتی ہے۔ اس کے ممبروں کو معطل کرسکتی ہے یا ان کو ممبری سے علیٰحدہ کرسکتی ہے۔ اگر وہ اپنے فرائض کی ادائگی سے غفلت برت رہے ہوں یا انہیں ٹھیک سے انجام نہ دے رہے ہوں۔

گاؤں سبھا یا پنچایت کے کسی رزلیوشن کو اگر حکومت نامناسب سمجھے تو اسے وہ نامنظور کرسکتی ہے۔ پنچایت کے بجٹ پر تب ہی عمل درآمد ہوسکتا ہے کہ جب ریاستی حکومت نے اسے منظور کر دیا ہو۔

راجستھان میں پنچایتوں کو پلاننگ یا منصوبہ بندی میں حصہ لینے کا حق دیا گیا ہے اور وہ اپنے زیرِ انتظام علاقوں کی منصوبہ بندی کے کاموں میں حصہ لیتی ہیں اور ان کے انتظامی اختیارات بھی زیادہ ہیں۔ اس طرح سے وہ

www.taemeernews.com

نظم و نسق کی ذمہ داریوں میں بھی حصہ لیتی ہیں ۔

مشقی سوالات

۱۔ گاؤں پنچایتوں کی اہمیت کو بیان کیجیے ۔

۲۔ گاؤں پنچایت کے فرائض اور اختیارات کو بیان کیجیے ۔

۳۔ گاؤں سبھا کے اختیارات اور فرائض کو بیان کیجیے ۔

www.taemeernews.com

اتر پردیش کی ضلع حکومت

برطانوی حکومت کے دور میں انتظامی سہولتوں کی غرض سے سارا ملک صوبوں میں بٹا ہوا تھا اور صوبے ضلعوں میں منقسم تھے۔ پھر ضلعوں کو تحصیلوں اور تحصیلوں کو پرگنوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ ہر پرگنے میں متعدد گاؤں ہوتے تھے۔ ۱۹۳۵ء کے ایکٹ کی رو سے برطانوی ہند میں گیارہ صوبے تھے جو گورنروں کے صوبے کہلاتے تھے۔ اس کے علاوہ کرگ، اجمیر، دہلی اور برٹش بلوچستان چیف کمشنر کے صوبے تھے۔ آزاد ہونے کے بعد نظم ونسق یا ایڈمنسٹریشن کی مشینری تقریباً وہی رہی جو انگریزوں کے زمانے میں تھی۔ فرق یہ ہوا کہ صوبوں کا نام اسٹیٹ ہو گیا اور ان کی تعداد اب ۲۲ ہے۔ ان میں سابقہ ہندوستانی ریاستیں بھی شامل ہیں اور چونکہ سارے ملک میں جمہوری نظامِ حکومت ہے اس لئے ریاستوں میں بھی جمہوری حکومتیں قائم ہو گئیں لیکن ضلع کا انتظام اب بھی بڑی حد تک اسی طرح سے ہے کہ جیسے برطانوی عہد حکومت میں تھا۔

حکومت کا انتظام اسی وقت اچھا ہو سکتا ہے کہ جب چھوٹے چھوٹے

www.taemeernews.com

علاقے سرکاری افسروں کے انتظام میں دیئے جائیں اور ان کی نگرانی ریاست کے صدر مقام سے ہوتی رہے۔ حکومت کی انتظامی مشینری کو اسی طرح چلایا جارہا ہے۔ ہمارا صوبہ یا ریاست یو۔پی۔ کہ جس کا نام اب اتر پردیش ہے۔ ہند یونین کی سب سے بڑی ریاست ہے۔ ۱۹۸۱ء کی مردم شماری کی رو سے اس کی آبادی ۱۱ کروڑ ۸ لاکھ ۸۰ ہزار ہے۔ بلحاظ آبادی یہ انگلستان، فرانس، اٹلی، اسپین، ڈنمارک، ناروے، سویڈن، سوئٹزرلینڈ، بلجیم، ہالینڈ، یوگوسلاویہ، بلغاریہ، یونان، چیکوسلواکیہ، پولینڈ، مغربی جرمنی، غرض سوائے سوویت یونین کے یورپ کے ہر ملک سے بڑا ہے۔ ایشیائی ملک میں یہ صرف کمیونسٹ چین، انڈونیشیا اور جاپان سے چھوٹا ہے۔ ہر افریقی ملک آبادی میں اس سے چھوٹا ہے۔ یعنی دنیا کے صرف ۵ ممالک آبادی میں اس سے بڑے ہیں۔ بلحاظ رقبہ ہند یونین کی ریاستوں میں یہ پانچویں نمبر پر ہے۔

انتظامی سہولتوں کی غرض سے اسے ضلعوں میں تقسیم کیا گیا ہے جیسے کہ برطانوی دور حکومت میں تھا بلکہ زیادہ تر ضلع بھی وہی ہیں۔ اگست ۱۹۴۷ء سے پہلے ان ضلعوں کی تعداد ۴۹ تھی مگر ہندوستانی ریاستوں ٹیہری گڑھوال، رام پور کے اس میں شامل ہو جانے اور پہاڑی علاقوں میں نئے ضلعے اور غازی آباد، للت پور اور کان پور دیہی کے نئے ضلعے قائم کرنے سے اب ان ضلعوں کی تعداد ۵۷ ہو گئی ہے۔ ہند یونین کی کسی بھی ریاست میں اتنے زیادہ اضلاع نہیں ہیں۔

کئی کئی ضلعوں کو ملا کر ایک کمشنری بنائی گئی ہے۔ برطانوی دور حکومت

www.taemeernews.com

میں بھی کمشنریاں تھیں لیکن اب کمشنریوں کی تعداد بارہ ہے ۔ ان کے نام حسب ذیل ہیں :-

(۱) میرٹھ (۲) آگرہ (۳) بریلی (۴) جھانسی (۵) الہ آباد (۶) بنارس (۷) گورکھپور (۸) لکھنؤ (۹) فیض آباد (۱۰) اتراکھنڈ (۱۱) کمایوں (۱۲) مرادآباد (یہ کمشنری اکتوبر ۱۹۸۰ء میں قائم کی گئی ۔)

ہر کمشنری کا حاکم کمشنر ہوتا ہے ۔ یہ سول سروس یا ایڈمنسٹریٹو سروس کا تجربہ کار اور سینیر آفیسر ہوتا ہے ۔ اس کا خاص کام یہ ہے کہ وہ حاکم ضلع یا ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی تجویزوں پر حکومت کو مشورہ دے ۔ حکام ضلع کے کاموں کی نگرانی کرے اور یہ دیکھے کہ ریاستی حکومت کے احکام کی تعمیل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کر رہے ہیں ۔ یہ اپنے ڈویژن یا کمشنری کے نظم ونسق (ADMINISTRATION) کا نگراں ہے ۔ اس میں ہر محکمہ آجاتا ہے اور لوکل باڈیز یعنی کارپوریشن ، ڈسٹرکٹ بورڈ اور میونسپل بورڈ بھی آجاتے ہیں ۔ مالگذاری یا لگان کے مقدموں میں کلکٹر کے فیصلوں کے خلاف اپیل اس کی عدالت میں ہوتی ہے ۔

برطانوی دور حکومت میں کانگریس کمشنری کے عہدے کی سخت مخالف تھی ۔ اس کے نزدیک صوبائی حکومت اور ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ یا کلکٹر یا حاکم ضلع کے درمیان کسی واسطے کی مطلق ضرورت نہ تھی اور اس کے نزدیک یہ عہدہ بیکار اور فضول تھا اور اس سے نظم ونسق کا خرچہ بڑھتا تھا لیکن آزادی کے بعد کانگریسی حکومتوں نے اس عہدے کو برقرار رکھا ۔ یو ۔ پی میں اب کمشنریوں کی تعداد ۱۲ ہوگئی ہے ۔

www.taemeernews.com

ضلع ضلع ریاست کا اہم ترین وحدت (UNIT) ہے۔ ہر ضلع میں ریاستی سرکار کے تقریباً ہر محکمے کا مستقر یا ہیڈ کوارٹر ہوتا ہے جہاں اس کے اعلیٰ افسر رہتے ہیں۔ مثلاً سول سرجن کہ جو ضلع کی صحت کے محکمے کا افسر اعلیٰ ہوتا ہے یا سپرنٹنڈنٹ پولیس جو ضلع کی پولیس کا حاکم اعلیٰ ہوتا ہے۔

عام شہریوں کا تعلق حکومت سے زیادہ تر ضلع کے حکام ہی کے ذریعے سے ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص قانون شکنی کرے یا کسی جرم کا ارتکاب کرے تو ضلع کی پولیس اسے گرفتار کرے گی اور اس کے خلاف قانونی کارروائی کرے گی۔ اور حاکم ضلع یا ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کا یہ خاص کام ہے کہ وہ سارے ضلع میں امن وامان قائم رکھے اور ہر قسم کی بدامنی و قانون شکنی کے خلاف سخت قسم کی کارروائی کرے۔

اتر پردیش کے بعض ضلعے آبادی کے لحاظ سے بہت بڑے ہیں مثلاً میرٹھ، بستی، گورکھپور اور الہ آباد جن کی آبادی ۱۹۷۱ء کی مردم شماری کے مطابق ۲۷ لاکھ، ۲۹ لاکھ، ۳۰ لاکھ اور ۲۹ لاکھ سے اوپر تھی ۱۹۴۷ء سے پہلے گورکھپور کا ضلع آبادی میں یورپ کے کئی ملکوں سے بڑا تھا مثلاً سویڈن، ڈنمارک، ناروے اور البانیہ سے۔ بعض ضلعے آبادی کے لحاظ سے بہت چھوٹے ہیں۔ مثلاً پہاڑی اضلاع۔

ضلع کا حاکم کلکٹر یا ڈپٹی کمشنر یا ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کہلاتا ہے جو بالعموم انڈین سول سروس اور اب آزادی کے بعد انڈین ایڈمنسٹریٹو سروس (I.S.A.) میں سے ہوتا ہے۔ اختیارات کے اعتبار سے اس سے بڑا کوئی دوسرا حاکم ضلع میں نہیں۔

www.taemeernews.com

سارے ضلع کا انتظام اس کے سپرد ہے۔ اس کے ذریعے سے ریاستی سرکار کے بنائے ہوئے قانون پر عمل درآمد ہوتا ہے۔ وہ ضلع میں ریاستی حکومت کا سب سے بڑا اور ذمہ دار ترین نمائندہ ہے۔ لوگوں کے دکھ درد کا تدارک کرنا، اس کا فریضۂ خصوصی ہے۔ عام لوگوں کے نزدیک وہی حکومت ہے کیوں کہ لوگوں کے بہت سے معاملے اس کے ذمہ ہیں۔ انگریزی عہدِ حکومت میں لوگ کلکٹر یا حاکم ضلع کو مائی باپ اور سرکار کہتے تھے۔

ضلع کا امن و امان قائم رکھنا اور اس غرض سے شہری حقوق پر پابندی عائد کرنا مثلاً جلسے اور جلوس کی اجازت نہ دینا، اخباروں میں قابلِ اعتراض یا کسی فرقے، ملت کے لئے دل آزار مضامین یا خبریں شایع کرنے پر ضمانت طلب کرنا، مالگذاری کی وصولیابی، جرموں کی روک تھام کرنا اس کے خاص اور اہم فرائض ہیں۔ پولیس کے کاموں کی نگرانی اور دیکھ بھال اس کے ذمہ ہے۔

کلکٹر کی حیثیت سے وہ مالگذاری وصول کرنے کا ذمہ دار ہے۔ زراعتی اور غیر زراعتی جنگلوں کے لگان کی وصولیابی اسی کے ذمہ ہے۔ ضلع میں قحط پڑ جائے، سیلاب آ جائے، ٹڈی دل کا خطرہ ہو، غرضکہ کسی بھی آفت ارضی و سماوی کے نازل ہو جانے کی وجہ سے فصل تباہ اور برباد ہو جائے یا اسی قسم کا نقصان پہنچے تو مصیبت زدہ اور محتاج کسانوں کی امداد تقاوی سے کرنا یا مالگذاری میں چھوٹ دینے کے لئے ریاستی حکومت سے سفارش کرنا یا امداد کے دوسرے طریقے اختیار کرنا اس کے فرائض میں سے ہیں۔ آبکاری کے محکمے کے کاموں کی نگرانی کرنا، شراب اور افیون فروشوں کے لائسنس جاری

www.taemeernews.com

بھی اسی کے ذمہ ہے۔ اور ضلع کے خزانے کی عام نگرانی اور اس کے حساب کتاب کی عام دیکھ بھال اور مال کے مقدموں کی سماعت بھی اس کے سپرد ہے۔

چونکہ وہ سارے ضلع کے امن وامان کا ذمہ دار ہے۔ اس لئے سپرنٹنڈنٹ پولیس اور پولیس کے دوسرے حکام اپنی رپورٹوں سے اسے مطلع کرتے رہتے ہیں جس سے اس کا پتہ چلتا رہتا ہے کہ ضلع میں جرائم کی رفتار کیا ہے اور ان کی روک تھام کے لئے کیا کیا جا رہا ہے۔ ضلع کے امن وامان کو برقرار رکھنے کے لئے وہ لوگوں کے حقوق اور شہری آزادیوں پر پابندی لگا سکتا ہے وہ جسے چاہے گرفتار کر سکتا ہے۔ لوگوں کو اسلحہ یا ہتھیاروں مثلاً پستول، ریوالور کے لائسنس وہی دیتا ہے۔ مہینے میں کم سے کم ایک بار وہ جیل کا معائنہ کرتا ہے۔

پہلے کلکٹر یا ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ فوجداری مقدموں کی بھی سماعت کرتا تھا۔ لیکن اب یو۔ پی میں جوڈیشنل مجسٹریٹ مقرر کر دیئے گئے ہیں اور اس طرح سے اس کی کوشش کی گئی ہے کہ انتظامیہ کو عدالتی کاموں سے الگ رکھا جائے کیوں کہ یہ انصاف کے اصولوں کے خلاف ہے کہ انتظامی اختیارات رکھنے والا افسر مجرموں کو سزا دے۔ انصاف کا تقاضہ یہ ہے کہ سزا دینے والے وہ ہوں کہ جنھیں ضلع کے انتظامی امور سے کوئی تعلق نہ ہو۔

وہ ضلع کا رجسٹرار بھی ہے اور اس حیثیت سے رجسٹریشن کے محکمے دیکھ بھال بھی اس کے سپرد ہے۔ سول میرج ایکٹ کے ذریعے شادی کرانے کے لئے رجسٹریشن کے فرائض بھی وہی انجام دیتا ہے۔ دوسری عالمی جنگ کے زمانے میں غلّے اور کپڑے کے دام چڑھتے گئے اور چیزیں بازار

www.taemeernews.com

سے غائب ہونے لگیں جس سے لوگوں کو سخت تکلیف ہوئی۔ حکومت نے اس کی روک تھام کے لئے قیمتوں پر کنٹرول کیا اور مقررہ دام سے زیادہ بیچنا جرم قرار دیا کیوں کہ بغیر اس کے لوگوں کے لئے ممکن نہ تھا کہ وہ زندگی کی ضروریات خرید سکیں۔ دوسرے یہ حکومت کا بنیادی فرض بھی ہے کہ وہ لوگوں کو کھانا اور کپڑا مہیا کرے۔ شہروں میں غلے کی کمی کی وجہ سے راشننگ یا راشن بندی نافذ کی گئی۔

جنگ ختم ہونے اور ملک کی آزادی کے بعد گرانی بڑھتی ہی رہی۔ اور اب بھی گرانی روز بروز بڑھتی ہی جا رہی ہے۔ اس وجہ سے حکومت قیمتوں پر کنٹرول کرتی ہے، اشیاء کی قیمت مقرر کرتی ہے۔ سستے غلے کی دکانیں کھولتی ہے۔ شکر مہیا کی جاتی ہے۔ اور اس کی طرف بھی خاص توجہ کی جاتی ہے کہ امیر یا سرمایہ دار غلہ خرید کر ذخیرہ اندوزی نہ کرنے لگیں اور اس سے لوگوں کو غلہ نہ مل سکے۔ اس کے لئے ہر ضلع میں سپلائی اور راشننگ افسر مقرر کئے جاتے ہیں۔ یہ دونوں محکمے اب بھی قائم ہیں۔ ضروریات زندگی کی چیزیں برابر بازار سے غائب ہوتی جا رہی ہیں۔ کلکٹر یا حاکم ضلع کے ذمے ان محکموں کی عام نگرانی اور دیکھ بھال ہے اور اس کا فرض ہے کہ وہ قیمتوں کو بڑھنے نہ دے اور چور بازاری ذخیرہ اندوزی اور گراں فروشی کو سختی سے روکے لیکن بدقسمتی سے اس کی طرف کوئی توجہ نہیں کی جاتی۔ اب حکومت ترقی کی طرف خاص توجہ کر رہی ہے چنانچہ اس مقصد سے ۲۰ نکاتی پروگرام پر عمل درآمد ہو رہا ہے اور اس کے لئے ہر ضلع میں علیحدہ آفیسر مقرر کئے گئے ہیں جن کا کام ترقی کے پروگراموں کو تیزی سے آگے بڑھانا ہے۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ان سارے کاموں کی نگرانی کرتے ہیں اور مختلف محکموں میں ہم آہنگی قائم رکھتے ہیں۔

www.taemeernews.com

اگرچہ ضلع کے دوسرے محکموں کے افسر براہِ راست اپنے محکموں کے افسروں کی ماتحتی میں ہیں۔ لیکن ان کا فرض ہے کہ وہ حاکم ضلع سے پورا پورا تعاون کریں اور اپنے محکمے کی عام باتوں سے اسے مطلع کرتے رہیں تاکہ حکومت کے مختلف محکموں کے کاموں میں کسی قسم کی رکاوٹ نہ پڑے۔ اس طرح ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ یا حاکم ضلع مختلف سرکاری محکموں میں ہم آہنگی (COORDINATION) قائم رکھتا ہے۔

چونکہ اپنے کاموں اور فرائض کی نوعیت کے اعتبار سے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ہی کا عام لوگوں سے سب سے زیادہ تعلق رہتا ہے۔ اس لئے اس کا فرض ہے کہ وہ ضلع کا برابر دورہ کرتا رہے تاکہ اسے لوگوں کی اصلی حالت کا اندازہ ہو سکے اور وہ ان کی فلاح اور بہبود کے لئے کچھ کر سکے۔

انتظام کی مزید آسانی کے لئے ہر ضلع کو کئی سب ڈویژنوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔ ہر سب ڈویژن کا انچارج ڈپٹی کلکٹر ہوتا ہے۔ اس کو حاکم پرگنہ بھی کہتے ہیں۔ یہ ضلع کا انتظام چلانے میں حاکم ضلع یا کلکٹر کی مدد کرتے ہیں۔ مال کے مقدموں کا فیصلہ کرتے ہیں۔ امن و امان قائم رکھنے میں کلکٹر کا ہاتھ بٹاتے ہیں۔ عدلیہ کی علیحدگی سے پہلے یو۔پی میں ڈپٹی کلکٹروں کو عدالتی اختیارات بھی بہت کچھ حاصل تھے۔

ہر ضلع میں متعدد تحصیلیں ہوتی ہیں اور ہر تحصیل کا انچارج تحصیل دار ہوتا ہے جس کا خاص کام اس تحصیل کی مالگذاری وصول کرنا ہے۔ اس کے علاوہ وہ مال اور فوجداری کے چھوٹے چھوٹے مقدموں کا فیصلہ بھی کرتا ہے۔ اسے

www.taemeernews.com

سیکنڈ کلاس مجسٹریٹ کے اختیارات حاصل ہوتے ہیں۔ وہ چھ مہینے کی سزا دے سکتا ہے اور ۲۰۰ روپے جرمانہ کر سکتا ہے۔ اس کی مدد کے لئے نائب تحصیلدار ہوتے ہیں جنھیں تیسرے درجے کے مجسٹریٹ کے اختیارات حاصل ہوتے ہیں۔ وہ ایک مہینے کی سزا دے سکتے ہیں اور پچاس روپیہ جرمانہ کر سکتے ہیں تحصیلداروں اور نائب تحصیلداروں کی مدد کے لئے قانون گو ہوتے ہیں۔ جن کا کام محکمہ جات کے کاغذات کی دیکھ بھال اور اصلاح کرنا ہوتی ہے۔

یوں تو ضلع کے امن وامان کی پوری ذمہ داری کلکٹر یا حاکم ضلع پر ہے لیکن اس کے ذمے اتنے کام ہوتے ہیں کہ وہ تنہا اس اہم اور دشوار کام کو انجام نہیں دے سکتا اس لئے یہ کام پولیس کے محکمے کے سپرد کیا گیا ہے۔ یہ کلکٹر کے حسب ہدایت امن وامان قائم رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس کا کام جرائم کی روک تھام کرنا اور مجرموں کو گرفتار کرنا ہے۔ مشتبہ یا خراب چال چلن کے لوگوں اور جرائم پیشہ افراد کی نگرانی کرنا ہے۔ ضلع کی پولیس کا افسر اعلیٰ سپرنٹنڈنٹ پولیس ہوتا ہے۔ اس کی مدد کے لئے کئی ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ ہوتے ہیں۔ ایک طرف یہ پولیس کے محکمے سب سے بڑے افسر انسپکٹر جنرل پولیس کے روبرو ذمہ دار ہوتے ہیں اور دوسری طرف ضلع کے کلکٹر کی ماتحتی میں کام کرتے ہیں۔ بڑے بڑے شہروں میں دو سپرنٹنڈنٹ پولیس ہوتے ہیں ایک سینیر اور دوسرا جونیر۔

ہر ضلع پانچ یا چھ یا سات حصوں یا سرکلوں میں تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ ہر سرکل میں آٹھ یا دس تھانے ہوتے ہیں جن کے انچارج انسپکٹر ہوتے ہیں۔

www.taemeernews.com

یہ اپنے حلقوں میں امن وامان قائم رکھنے کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔ ان کی مدد کے لئے سب انسپکٹر، ہیڈ کانسٹبل اور کانسٹبل ہوتے ہیں۔ شہروں میں کوتوال ہوتے ہیں۔ ان کی ماتحتی میں شہر کے سب تھانے ہوتے ہیں۔ اگر کسی جگہ کوئی واردات ہوجائے تو انسپکٹر یا سب انسپکٹر جاکر تفتیش کرتے ہیں۔ اگر کوئی سنگین واردات ہوتی ہے مثلاً کوئی ڈاکہ پڑگیا یا کوئی قتل ہوگیا تو پھر انسپکٹر اور سب انسپکٹر کے علاوہ سپرنٹنڈنٹ پولیس اور حاکم ضلع بھی جائے واردات پر پہنچتے ہیں۔

ملزموں کو گرفتار کر کے پولیس عدالت کے سامنے پیش کرتی ہے۔ اور ثبوت فراہم کرتی ہے۔

انسپکٹر اپنے تھانوں میں رجسٹر رکھتے ہیں جس میں اس تھانے کے مشتبہ اور بدمعاش لوگوں کا ریکارڈ ہوتا ہے۔ ان پر پولیس کی نگرانی رہتی ہے۔

پولیس کے ایک بہت بڑے سکشن کو مسلح رکھا جاتا ہے۔ بلوے اور فساد کو ختم کرنے کے لئے اس سے کام لیا جاتا ہے۔ اس کا نام مسلح ریاستی پولیس (P.A.C.) ہے۔ لیکن اس کے خلاف مسلم دشمنی، تعصب، غیر ذمہ داری اور نااہلی کی عام شکایت ہے کیوں کہ یہ بلووں اور فسادات کو کنٹرول کرنے میں بالکل ناکام رہی ہے۔ اس کے خلاف فساد اور لوٹ مار میں حصہ لینے اور مجرموں کی ہمت افزائی کرنے اور چشم پوشی کرنے کی شکایتیں عام ہیں۔

جرائم کا پتہ لگانے، مجرموں کی نگرانی کرنے کا کام خفیہ پولیس کرتی

www.taemeernews.com

ہے۔ یہ بڑی ہوشیاری سے مجرموں کا پتہ چلاتی ہے اور اپنی رپورٹوں سے کلکٹر کو مطلع کرتی رہتی ہے۔

گاؤں میں چوکیدار رہتے ہیں جو اپنے گاؤں کے بارے میں ہفتوار رپورٹ اپنے حلقے کے تھانے کو دیتے ہیں۔

اترپردیش میں پولیس کے محکمے میں خاص اصلاحات کی گئی ہیں۔ اس محکمے میں لیے جانے کے لئے تعلیم کا معیار بڑھا دیا گیا ہے۔ اب ناخواندہ پولیس کانسٹبلی کے لیے نہیں لئے جاتے۔ سب انسپکٹر کے لئے کم سے کم انٹرمیڈیٹ پاس ہونا ضروری ہے۔ کوشش یہ کی جارہی ہے کہ عوام اور پولیس کا تعاون بڑھے۔

جرائم کا پتہ چلانے کے لئے نئے نئے طریقے اختیار کئے جارہے ہیں۔ مثلاً مجرموں کا پتہ چلانے کے لئے سدھائے ہوئے کتوں سے مدد لی جاتی ہے۔

وائرلیس کا استعمال پولیس کے کاموں میں کیا جاتا ہے تاکہ جلد سے جلد کارروائی کی جاسکے۔

انگلیوں کے نشانات کے ماہرین اور رسم الخط کے پہچاننے والے ماہرین کی خدمات بھی مجرموں کا پتہ چلانے کے لئے حاصل کی جاتی ہیں لیکن بحیثیت مجموعی پولیس کی کارکردگی ازحد غیر اطمینان بخش رہی ہے۔ جرائم کو روکنے میں یہ عام طور سے ناکام رہی ہے اور رشوت ستانی اور بدعنوانی کی شکایتیں اس کے خلاف عام ہیں۔

www.taemeernews.com

مشقی سوالات

۱۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے فرائض اور اختیارات کو بیان کیجیے۔
۲۔ ضلع میں پولیس کس طرح امن وامان قائم رکھتی ہے؟
۳۔ یو۔پی۔ کے ضلع کے انتظام کی خرابیاں بیان کیجیے۔

www.taemeernews.com

ہندوستان کے سماجی اور معاشی مسئلے اور منصوبہ بندی

آج کی دنیا میں کسی ملک کا محض آزاد ہونا کافی نہیں ۔ اس کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ زندگی کی بنیادی ضرورتوں کے لئے دوسرے ملکوں کا محتاج نہ ہو۔ وہ خوش حال ہو ورنہ پھر اس کی آزادی چند روزہ اور عارضی ہوگی۔ خود اس ملک کے باشندوں کی حمایت بھی اس ملک کی حکومت کو حاصل نہ رہے گی اور ان کو یہ شکایت رہے گی کہ ان کی حکومت ان کے لئے کچھ نہیں کرتی اور وہ بالکل نکمی اور ناکارہ ہے ۔ انھیں تمام باتوں کی وجہ سے اب ہر آزاد ملک کی یہ کوشش رہتی ہے کہ وہ معاشی اعتبار سے مضبوط ہو۔ اس کے لئے حکومت ہر ممکن کوشش کرتی ہے ، صنعتوں کو ترقی دیتی ہے ، کارخانے کھولتی ہے ۔ پیداوار بڑھانے کے طریقوں پر عمل کرتی ہے ۔ زراعت کو ترقی دیتی ہے ۔ بے روزگاری اور بے کاری دور کرنے کی کوشش کرتی ہے ۔ اس کی کوشش کرتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کو روزگار ملے ۔ ان کی زندگی یا رہن

www.taemeernews.com

سہن کا معیار اونچا ہو۔ یہ سب چیزیں اسی وقت ممکن ہیں کہ جب حکومت معاشی مسئلوں میں دخل دے اور اسے دیکھے کہ دولت سمٹ کر صرف چند لوگوں میں محدود نہیں ہو جاتی۔

ہندوستان دنیا کے بہت بڑے ملکوں میں ہے۔ بلحاظ آبادی یہ دنیا کا دوسرا سب سے بڑا ملک ہے۔ بہت سی وجہوں کی بنا پر کہ جس میں بہت کچھ دخل انگریزی دورِ غلامی کو بھی تھا یہ بہت ہی زیادہ مفلس اور پسماندہ ملکوں میں ہے۔ حالانکہ اس کی زمین بہت زرخیز ہے اور قدرتی وسائل کے لحاظ سے یہ مالا مال ہے لیکن ابھی تک ان وسائل کو پورے طور سے استعمال نہیں کیا گیا۔ اس وجہ سے صنعتی اعتبار سے یہ بہت پیچھے ہے۔ اب بھی بعض مشینیں اور اوزار غیر ملکوں سے منگانے پڑتے ہیں اور اس طرح سے ملک کی دولت کا بڑا حصہ دوسرے غیر ملکوں کو چلا جاتا ہے۔

ہندوستان گاؤں اور دیہاتوں کا ملک ہے اور ملک کی آبادی کا بہت بڑا حصہ گاؤں اور دیہاتوں میں رہتا ہے اور اس کا خاص پیشہ کاشتکاری ہے۔ اور لوگ زیادہ تعداد میں زراعت سے تعلق رکھتے ہیں اور صنعتی پیشے کرتے ہیں۔ کچھ لوگ چھوٹی چھوٹی دستکاریوں سے اپنا پیٹ پالتے ہیں۔ یہ کام وہ اپنے گھروں ہی پر کرتے ہیں۔ مثلاً کاتنا، بننا، زردوزی کا کام، پیتل کے برتن بنانا، چکن سازی، مٹی کے برتن اور کھلونے بنانا۔ ہمارے ملک میں ابھی بڑے بڑے کارخانے اتنے نہیں ہیں کہ جتنے ہونے چاہئیں۔ اور ہمارا ملک اسی وقت خوش حال ہو سکتا ہے کہ جب مختلف قسموں کے کارخانے زیادہ سے زیادہ

www.taemeernews.com

تعداد میں کھلیں۔

ملک میں صنعتوں کی ترقی نہ ہونے کی بہت سی وجہیں ہیں۔ سب سے پہلی وجہ تو یہ تھی کہ پونے دو سو سال تک انگریز ہمارے حاکم رہے اور انھوں نے اس کی پوری کوشش کی کہ ہماری صنعتوں کو ترقی نہ ہو تاکہ ہم انگریزی کارخانوں کا تیار کیا ہوا مال خریدنے پر مجبور رہیں۔ انھوں نے اپنی حکومت کے زمانے میں ملک کی صنعتی ترقی میں ہر قسم کی رکاوٹ ڈالی۔ انگریزی مال پر محصول بہت ہی کم لگایا جاتا تھا تاکہ وہ ہندوستان میں سستا بک سکے۔

دوسری وجہ ہمارے ملک کے معاشی اعتبار سے پست ہونے یا پسماندہ ہونے کی یہ تھی کہ ہمارے ہاں ہوشیار کام کرنے والوں کی کمی کی وجہ سے فنی اور صنعتی تعلیم (TECHNICAL EDUCATION) کی بہت کمی ہے۔ سرمایہ داروں میں تنظیم کی کمی ہے۔ وہ اپنا روپیہ لگاتے ہوئے ڈرتے ہیں۔

آزاد ہو جانے کے بعد ان حالات میں بہت فرق ہوا۔ اب ملک کی صنعتی ترقی تیزی سے ہو رہی ہے روزانہ بڑے بڑے کارخانے کھل رہے ہیں۔ اس سے ملکوں کی تجارت دوسرے ملکوں سے بڑھ رہی ہے۔ ملک کی دولت میں اضافہ ہو رہا ہے۔ کارخانے والے شہروں کی آبادی بڑھ رہی ہے۔ گاؤں سے لوگ آ آ کر شہروں میں آباد ہو رہے ہیں۔ اس کی وجہ سے شہروں میں مکانوں کی قلت ہوگئی ہے اور کھانے پینے کی چیزیں بھی بہت زیادہ گراں ہوگئی ہیں۔ مزدوروں کو طرح طرح کی تکلیفوں اور مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے انھیں مزدوری کم ملتی ہے جو ان کی بنیادی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے ناکافی ہوتی

www.taemeernews.com

ہے۔ ان کے رہنے کے مکان بہت ہی خراب اور چھوٹے ہیں جن میں روشنی اور ہوا کا گذر بہت ہی کم ہے۔ اکثر ایک چھوٹی سی کوٹھری میں آٹھ آٹھ اور دس دس لوگوں کو رہنا پڑتا ہے۔ ان کی بستیاں گندی ہوتی ہیں۔ یہ اکثر تنگ اور تاریک اور اندھیری جگہوں میں واقع ہوتی ہیں جس کی وجہ سے ان کی اور ان کے گھر والوں کی صحتیں بہت خراب رہتی ہیں۔

انھیں کئی گھنٹے کام کرنا پڑتا ہے لیکن کام کے گھنٹوں میں کوئی آرام نہیں ملتا نہ ان کے پاس اتنا ہوتا ہے کہ اپنے بچوں کو تعلیم دلا سکیں اور نہ دوا علاج کے لئے کچھ ہوتا ہے۔ تنگ اور تاریک مکانوں اور گندی جگہوں میں رہنے اور غیر صحت بخش اور ناکافی غذا کے استعمال سے وہ اور ان کے بیوی بچے اکثر بیمار رہتے ہیں لیکن ان کے پاس دوا علاج کے لئے پیسہ نہیں ہوتا۔

جب کام سے تھک کر وہ اپنے گھر پہنچتے ہیں تو اپنی تھکاوٹ کو دور کرنے کے لئے تاڑی اور دوسری نشیلی چیزیں پیتے ہیں اور اس طرح سے ضروریاتِ زندگی کو فراہم کرنے کے سلسلے میں جو فکریں ان کو لاحق ہوتی ہیں ان سے بچنے کے لئے یہ راستہ اختیار کرتے ہیں اور اس طرح اپنی صحت کو اور برباد کر ڈالتے ہیں۔ ان کی تفریح یا دلچسپی کے کوئی سامان نہیں ہوتے۔ انھیں اپنی زندگی میں کوئی دلچسپی نہیں رہ جاتی۔ ان کی امنگوں اور حوصلوں کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔

یہ صورتِ حال ملک کے لئے بہت ہی مضر اور نقصان دہ ہے۔ کوئی بھی قومی حکومت اسے برداشت نہیں کر سکتی کہ کام کرنے والے اس طرح سے دبے ہوئے اور پسماندہ رہیں۔ ملک کی صحیح ترقی اور خوش حالی تب ہی ہو سکتی

www.taemeernews.com

ہے کہ جب یہ پسماندہ طبقے اونچے ہوں اور ان کا معیار زندگی اونچا ہو اور ان کی تکلیفیں دور ہوں۔

دوسری طرف اب مزدوروں میں بھی اشتراکی یا سوشلسٹ تحریکوں کی وجہ سے کافی بیداری پیدا ہوگئی ہے۔ کارخانے کے مالک یا سرمایہ دار اس کی کوشش کرتے ہیں کہ مزدوروں کو کم سے کم مزدوری دیں اور خود زیادہ سے زیادہ منافع حاصل کرکے اپنی تجوریاں بھریں، مزدوروں کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ ان کی مزدوری میں اضافہ ہو تاکہ وہ اپنی ضروریاتِ زندگی پوری کرسکیں۔ وہ اپنی مزدور سبھاؤں اور دوسری جماعتوں کے ذریعے اس کے لئے جدوجہد کرتے ہیں۔ ہڑتالیں کرکے وہ مل مالکوں یا کارخانے داروں کو اس پر مجبور کرتے ہیں کہ وہ ان کے مطالبوں اور مانگوں کو مان لیں۔

حکومت نے بھی اس کی طرف توجہ کی ہے۔ مزدوروں کی حالت درست کرنے کے متعدد قانون پاس کئے گئے ہیں جن کے ذریعے مزدوروں کے کام کے گھنٹے مقرر کئے گئے ہیں۔ درمیان میں آرام ملنے لگا ہے اور ہفتہ وار چھٹیاں بھی ملنے لگی ہیں۔ ملوں اور کارخانوں میں ہوا اور انگیٹھیوں کا بھی مناسب انتظام کیا جانے لگا ہے۔ اگر کام کے دوران میں کسی مزدور کو کوئی حادثہ پیش آجائے یا اس کی موت واقع ہو جائے تو مل مالک کو اس کا ہرجانہ دینا پڑتا ہے۔ بغیر نوٹس دیئے ہوئے مل والے مل کو بند نہیں کرسکتے۔ مل والوں اور مزدوروں کے جھگڑے طے کرنے والے بورڈ بھی قائم کئے گئے ہیں۔ یعنی ان مزدوروں اور مل مالکوں میں اچھے تعلقات رکھنے کے لئے بعض

www.taemeernews.com

ملوں میں مزدوروں اور مل مالکوں کے نمائندوں کی ملی جلی کونسلیں بھی بنا دی گئی ہیں جو مزدوروں کے مسئلوں کو طے کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔ مزدوروں کے رہنے کے لئے کھلے اور ہوادار مکان بھی بنائے جا رہے ہیں۔ عام ابتدائی لازمی تعلیم کے ذریعے ان کے بچوں کی تعلیم کا انتظام کیا جا رہا ہے لیکن اب بھی ان کی حالت میں بہت زیادہ سدھار کی ضرورت ہے۔ مزدوروں کی عام فلاح اور بہبود کے لئے متعدد انجمنیں سرگرم عمل رہتی ہیں جن میں نیشنل ٹریڈ یونین کانگریس اور آل انڈیا ٹریڈ یونین کانگریس قابل ذکر ہیں۔ یہ جماعتیں مزدوروں کے حقوق کے لئے برابر لڑتی رہتی ہیں اور ان کے اثر سے مجالس قانون ساز میں مزدوروں کے فائدے کے لئے قانون بنتے ہیں اور یہ جماعتیں حکومت پر بھی زور ڈالتی ہیں کہ وہ مزدوروں کے فائدے کے لئے کام کرے۔

زراعت اور گاؤں کے مسئلے

زراعت ہمارے ملک کا خاص پیشہ ہے۔ اب بھی ملک کی تقریباً ۷۰ فیصدی آبادی زراعت ہی کے ذریعے اپنی زندگی بسر کرتی ہے۔ یہ ملک کا قدیم ترین پیشہ ہے لیکن زراعت پیشہ طبقے کی حالت میں بہت زیادہ سدھار کی ضرورت ہے۔ ہمارے کسان محنت بہت کرتے ہیں لیکن اس محنت کو دیکھتے ہوئے پیداوار بہت کم ہوتی ہے۔ اس کی خاص وجہ یہ ہے کہ دوسرے ملکوں میں مثلاً یورپ اور امریکہ میں زراعت کے علم میں بڑی ترقی ہوگئی ہے۔ وہاں کے کسانوں کو زراعت کے بارے میں بڑی واقفیت رہتی ہے۔ بدقسمتی سے ہمارے ملک کے کسانوں کو زراعت کے بارے میں سائنٹفک معلومات

www.taemeernews.com

تقریباً نہ ہونے کے برابر ہیں۔ وہ بس لکیر کے فقیر ہیں۔ جس طرح سے انھوں نے اپنے باپ دادا کو کھیتی کرتے دیکھا، اسی طرح سے وہ بھی کرنے لگے۔ وہ زراعت کی ترقی سے بالکل بے خبر ہیں۔ ان کے کاشتکاری کے طریقے بالکل پرانے اور فرسودہ ہیں۔ انھیں بونے کے لئے اچھے بیج نہیں ملتے۔ پہلے کھیتی کا سارا دارو مدار بارش پر تھا اور اب بھی بہت زیادہ ہے۔ اگر بارش وقت پر نہ ہو تو فصل برباد ہو جاتی ہے۔ اسی طرح اگر بارش بے وقت ہو یا بہت زیادہ ہو جائے تو بھی فصل ختم ہو جاتی ہے۔ بہت سے کسان اچھی کھاد کے استعمال سے بالکل ہی ناواقف ہیں۔ مویشیوں کے فضلے یعنی گوبر کو جو کہ بہت ہی مفید کھاد ہوتی ہے وہ جلانے کے کام میں لاتے ہیں اسی وجہ سے پیداوار میں اضافہ نہیں ہو پاتا۔

پھر ہمارے کسانوں کے لئے کھیت رقبے کے لحاظ سے بڑے چھوٹے چھوٹے ہوتے ہیں اور بکھرے ہوئے ہوتے ہیں۔ انھیں جوت کر کسان زیادہ فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ ایسے کھیتوں میں کاشتکاری کے نئے طریقوں کو بھی نہیں استعمال کیا جا سکتا۔ مثلاً ٹریکٹر یا دوسری مشینوں سے اگر کھیتوں کو جوتا جائے تو پیداوار بہت بڑھتی ہے لیکن چھوٹے اور بکھرے ہوئے کھیتوں میں ٹریکٹر نہیں استعمال ہو سکتے۔ کھیتوں کی حد بندیوں پر جھگڑے ہوتے ہیں۔ مقدمہ بازی ہوتی ہے اور کسانوں کا روپیہ برباد ہوتا ہے۔ دوسری طرف ملک کی آبادی برابر بڑھتی جا رہی ہے۔ ۱۹۸۱ء کی مردم شماری کے کے مطابق ملک کی آبادی اب ۶۸ کروڑ کے اوپر ہو گئی ہے۔ کاشتکاری اور

www.taemeernews.com

صنعتوں کی ترقی اتنی نہیں ہوئی ہے کہ بڑھتی ہوئی آبادی کا گذارہ ہو سکے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ زمین پر دباؤ زیادہ بڑھتا جا رہا ہے اور کھیت اور بھی زیادہ چھوٹے ہوتے جا رہے ہیں۔ زراعت زیادہ محنت طلب اور کم نفع بخش پیشہ ہوگیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ کسان کو اتفاقیہ مصیبتوں اور آفاتِ ارضی و سماوی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ مثلاً کبھی فصل میں بیماری لگ گئی، کبھی ٹڈی دل فصلوں کا ستیاناس کر گئے، کبھی اولے فصل کو بالکل برباد کر جاتے ہیں تو کبھی زیادہ بارش یا سیلاب کی وجہ سے فصل ختم ہو جاتی ہے اور کبھی بارش کے نہ ہونے سے سوکھا پڑ جاتا ہے۔ ان سب باتوں کی وجہ سے کسان کے پاس اتنا نہیں بچتا کہ وہ اپنے اور اپنے خاندان کا پیٹ پال سکے۔ اسے زمیندار کو لگان دینا پڑتا تھا۔ اکثر روپیہ نہ ہونے کی صورت میں سودی قرض لے کر لگان دینا پڑتا تھا اور مہاجنوں کو سودی قرض ادا کرنا ہوتا تھا۔ لگان نہ دینے کی صورت میں یا زمیندار کا بیگار کا کام نہ کرنے کی پاداش میں اس کا کھیت اس سے چھین لیا جاتا تھا۔ لگان اور مہاجن کا قرضہ ادا کرنے کے لئے وہ اس پر مجبور ہو جاتا تھا کہ اپنا غلہ اونے پونے داموں اور بسا اوقات بہت ہی کم داموں پر بنیوں اور ساہوکاروں کے ہاتھ فروخت کرنا پڑتا تھا۔

کانگریسی حکومتوں نے ۱۹۳۷ء میں اس کی طرف خاص توجہ کی اور متعدد قوانین زرعی نظام میں اصلاح کے پاس کئے جن کا مقصد یہ تھا کہ کسانوں کو کھیتوں سے بے دخل نہ کیا جائے اور ان کی حالت درست کی جائے۔ ۱۹۴۶ء میں یو۔ پی کانگریس حکومت نے خاتمہ زمینداری کی تجویز پاس کی کیوں کہ یہ

www.taemeernews.com

محسوس کیا گیا کہ جب تک زمینداری سسٹم رہے گا کسانوں کی حالت سدھر نہیں سکتی ۔ چنانچہ یو۔پی بہار اور دوسری ریاستوں میں آزادی کے بعد زمینداری ختم کر دی گئی اور کسان اپنی زمین کے مالک بن گئے اور اس طرح سے انھیں ان تمام زیادتیوں اور تکلیفوں سے نجات مل گئی جو انھیں زمینداروں کے ہاتھوں آئے دن برداشت کرنی پڑتی تھیں ۔

کسانوں کی غریبی کے دوسرے اسباب بھی تھے ۔ ایک تو یہ کہ انھیں مقدمہ بازی کا شوق رہتا ۔ چھوٹے چھوٹے معاملات وہ عدالت میں لے جاتے تھے ۔ شادی بیاہ میں اپنی حیثیت سے زیادہ خرچ کرتے اور ان ضرورتوں کو پورا کرنے یا مہاجنوں سے بہت زیادہ سود پر قرض لیتے تھے جو مہاجنوں کی چالاکی اور بے ایمانی سے بڑھتا ہی جاتا تھا اور کسان کو زندگی بھر اس سے نجات نہیں ملتی تھی ۔ پھر اس کے پاس اپنی آمدنی بڑھانے کے دوسرے ذریعے بھی نہ تھے اور نہ وہ ان کو بڑھانے کی کوشش کرتا تھا ۔ سال میں کئی مہینے اس کے پاس کوئی کام نہیں ہوتا تھا ۔ اگر کسی وقت وہ کوئی چھوٹی موٹی صنعت میں لگ جاتا تو اس کی آمدنی بڑھ جاتی ۔ اسے اپنے جانوروں سے بھی کوئی آمدنی نہ ہوتی تھی بلکہ الٹے اسے اپنے بیکار اور کمزور جانوروں اور مویشیوں پر کافی خرچ کرنا پڑتا تھا ۔ وہ ان کی بیماریوں سے بالکل ناواقف ہوتا تھا اور ان کے دوا علاج کا مناسب انتظام نہیں کر سکتا تھا ۔ غرض ہندوستان کے کسان انگریزی دور حکومت میں مفلسی کی جیتی جاگتی تصویر تھے ۔

کسانوں کے افلاس کے باعث گاؤں افلاس اور جہالت اور ہر قسم کی

www.taemeernews.com

درماندگی کا مرکز تھے۔ انگریزی حکومت سے پہلے گاؤں کی حالت بہت اچھی تھی اور گاؤں والوں کی زندگی سکھ اور چین سے گذرتی تھی۔ لوگ مل جل کر رہتے تھے۔ ادنیٰ اور اعلیٰ کا فرق نہ تھا۔ ہر گاؤں اپنی ضرورتیں خود پوری کر لیا کرتا تھا۔ اس میں ہر پیشے کے لوگ رہتے تھے۔ مثلاً کسان، بڑھئی، لوہار، کمھار، تیلی، جولاہے، دُھنیے، حجام، موچی اور چمار۔ گاؤں والوں کی ضرورتیں گاؤں ہی میں پوری ہو جاتی تھیں۔ سیاسی اعتبار سے سب گاؤں بڑی حد تک خود مختار تھے۔ ہر گاؤں میں پنچایت ہوتی تھی جو وہاں کا سارا انتظام کرتی تھی۔ گاؤں کی زندگی صدیوں تک ایسی ہی بنی رہی، ملک میں سیاسی انقلاب ہوتے رہے لیکن گاؤں کی زندگی پر اس کا کوئی خاص اثر نہیں پڑا۔ انگریزی حکومت قائم ہونے پر گاؤں کی آزادی اور خود مختاری ختم ہو گئی اور حکومت کا اثر اور اختیار پھیل گیا۔ ہر ضلع اور تحصیل میں عدالتیں قائم ہو گئیں۔ پولیس کا محکمہ قائم ہوا۔ گاؤں بھی عدالتوں اور پولیس کے اختیار میں آ گئے۔ سڑکیں بنیں، ریلوے لائن کھل گئیں، ڈاک خانے اور تار گھر کھلے، اسکول اور اسپتال قائم ہوئے۔ ان سب کے ذریعے حکومت کا اثر گاؤں تک پہنچا اور گاؤں کی سیدھی سادی زندگی ختم ہو گئی۔ شہروں کو زیادہ اہمیت حاصل ہونے لگی۔ گاؤں کی آبادی کم ہونے لگی۔ وہاں کی گھریلو صنعتیں اور دستکاریاں برباد ہونے لگیں۔ کھیتی پر بھی اس کا اثر پڑا۔

ہمارے گاؤں غریبی، گندگی، بیماری اور ہر طرح کی پستی کے مرکز بن گئے۔ گاؤں کے گھر مٹی اور پھونس کے ہوتے ہیں جو گرمی اور سردی کی سختیوں سے رہنے والوں کو بچا نہ سکتے تھے۔ ان چھوٹے جھونپڑوں یا جھونپڑیوں میں

www.taemeernews.com

کسان آپ اپنے گھر والوں اور مویشیوں کے ساتھ رہتے تھے۔ گاؤں کا سارا ماحول گندہ تھا جگہ جگہ کوڑے کرکٹ کے ڈھیر لگے رہتے تھے (یہ صورتِ حال اب تک ہے) گندے پانی کے تالاب ہوتے تھے جن میں مچھر پیدا ہوتے تھے اور بیماری پھیلاتے تھے۔ ان ہی میں برساتی پانی کے ساتھ گاؤں کی گندگی بہہ کر آتی تھی۔ انہی میں سور لوٹتے تھے اور دوسرے جانور اور مویشی پانی پیتے تھے۔ گاؤں کا دھوبی ان ہی میں کپڑے دھوتا تھا اور بچے بھی ان ہی میں نہاتے تھے۔ پینے کے صاف پانی کا کوئی انتظام نہ تھا۔ کنوئیں بھی گندے ہوتے تھے۔ لوگ ناواقفیت اور جہالت کی بنا پر انھیں میں نہادھوکر انھیں اور بھی گندہ کرتے تھے۔ بچے دبلے پتلے اور کمزور ہوتے تھے۔ بہت سے تو بچپن ہی میں مرجاتے تھے۔ ناکافی اور غیر صحت بخش غذا کی وجہ سے وہ کمزور ہوتے تھے اور بیماریوں اور وباؤں کا آسانی سے شکار ہوجاتے تھے۔ ان تمام باتوں کی وجہ سے اور مالی پریشانیوں کی وجہ سے کسانوں کو اپنی زندگی میں کوئی دلچسپی نہیں رہ گئی تھی۔

مختصر یہ کہ گاؤں کی زندگی بہت ہی تکلیف دہ اور مصیبت کی زندگی تھی۔ مالی حالت خراب ہونے کی وجہ سے صحت خراب رہتی تھی، تعلیم نہیں ہو پاتی تھی۔ صحت کی خرابی کی وجہ سے گاؤں والے کما نہیں سکتے تھے اور جاہل ہونے کی وجہ سے ترقی کی تدبیریں نہیں سوچ سکتے تھے اور اپنی درماندہ حالت کو تقدیر کا نتیجہ سمجھ کر مطمئن رہتے تھے۔

جب ملک کی ۷۰ سے ۸۰ فیصدی آبادی کا یہ حال ہو تو وہ ملک ترقی نہیں کرسکتا۔ اس لئے آزادی کے بعد ہماری قومی حکومت نے اس کی طرف خاص توجہ

www.taemeernews.com

کی کہ جلد سے جلد گاؤں کا سدھار کیا جائے اور اس کے رہنے والوں کی تکلیفوں اور مصیبتوں کو دور کیا جائے تاکہ ملک کی درماندگی اور پستی دور ہو۔ آج دنیا میں جاہل، اَن پڑھ، مفلس اور بیمار ملک باقی نہیں رہ سکتے۔ ان کی آزادی چند روز میں ختم ہوجائے گی اگر وہ اقتصادی طور سے مضبوط نہ ہوں اور ان کے عام باشندوں کے رہن سہن کا معیار اونچا نہ ہو۔ اس لئے گاندھی جی نے آزادی سے بہت پہلے گرام سدھار کی تحریک شروع کی۔ ۱۹۳۷ء میں جب پہلی دفعہ ملک میں کانگریسی حکومتیں قائم ہوئیں تو گرام سدھار کے محکمے قائم ہوئے اور آزادی کے بعد حکومت نے اس کی طرف خاص توجہ کی۔ ریاستی حکومتوں نے اس کے بارے میں ضروری قوانین پاس کئے اور زور شور سے دیہات سدھار کا کام شروع ہوا۔ گاؤں میں پنچایتیں قائم کی گئیں تاکہ گاؤں والے اپنے معاملوں کا خود ہی فیصلہ کرلیا کریں اور عدالتوں میں نہ جائیں اور اس طرح زیرباری سے بچیں۔ کسانوں کو کم سود پر قرضے دینے کے لئے امداد باہمی کی قرضے کی سوسائٹیاں قائم کی گئیں۔ لوگوں کو خواندہ بنانے کے لئے خواندگی کی مہم اور تعلیم بالغان کی مہم چلائی جارہی ہیں۔ چنانچہ اب ہمارے ملک میں خواندگی کا اوسط ۱۹۸۱ء کی مردم شماری کے مطابق بڑھ کر ۳۲ فیصد ہوگیا ہے۔

زیادہ سے زیادہ طبی سہولتیں گاؤں والوں کو دی جارہی ہیں۔ گاؤں میں ڈسپنسریاں کھولی جارہی ہیں جن میں وید حکیم اور ڈاکٹر مقرر کئے جارہے ہیں۔ اس کے علاوہ گشتی ہسپتال بھی ہیں۔ گاؤں کی تنظیم اور سدھار کے لئے باضابطہ سرکاری محکمے قائم کئے گئے ہیں جس میں کام کرنے والے گاؤں کا دورہ کرتے رہتے ہیں

www.taemeernews.com

اور صفائی، مل جل کر رہنے کی اہمیت، زراعت کی ترقی کرنے کے طریقوں پر تقریریں کرتے رہتے ہیں اور گاؤں والوں کو سمجھاتے رہتے ہیں۔ پنچایت گھروں میں ریڈیو سیٹ رکھے جاتے ہیں جسے گاؤں والے بڑی دلچسپی سے سنتے ہیں۔ دیہاتیوں کی دلچسپی کے لئے ریڈیو کے خاص پروگرام رکھے جاتے ہیں۔ ان میں دیہاتوں کے بارے میں مفید اور کارآمد باتیں بتائی جاتی ہیں۔ مختلف چیزوں کی نمائش فلموں سے کی جاتی ہے اور یہ فلم گاؤں والوں کو ریاستی سرکاروں کے انفارمیشن ڈپارٹمنٹ کی طرف سے دکھائی جاتی ہے، زراعتی نمائش منعقد کی جاتی ہے اور لٹریچر بھی تقسیم کیا جاتا ہے۔ آبپاشی کی سہولت کے لئے ٹیوب ویل (TUBE WELLS) کا انتظام کیا گیا ہے جس میں بجلی کی مدد سے پانی کھینچ کر آبپاشی کے لئے کھیتی کے کام میں لایا جاتا ہے۔ چنانچہ ہزاروں گاؤں میں ٹیوب ویل لگ گئے ہیں جس کی وجہ سے پیداوار بہت بڑھ گئی ہے اور اب کسانوں کو بارش کے پانی کی ضرورت نہیں رہتی۔

جبریہ مفت ابتدائی تعلیم کے ذریعے گاؤں کے بچوں کو تعلیم دی جا رہی ہے۔ کسانوں کی آمدنی بڑھانے کے لئے گاؤں میں کتائی، بنائی، ٹوکریاں بنانا، کھلونے بنانا اور ڈیری فارمنگ یعنی دودھ دہی کا کاروبار جیسی صنعتی دستکاریوں اور پیشوں کو فروغ دیا جا رہا ہے۔

گاؤں کے دوسرے اہم مسئلے سڑکوں، راستوں اور پلوں کا ہونا۔ پینے کے لئے عمدہ اور صاف پانی اور اس کے لئے کنڈوں کا ہونا، پشتے بنا کر پانی کو روکنا کسانوں کو اچھے اور عمدہ بیج فراہم کرنا کھیتی کے نئے نئے اوزار فراہم کرنا مویشیوں

www.taemeernews.com

کی نگہداشت اور ان کی اچھی نسل کا انتظام کرنا، زراعت کے لئے اور جدید سائنٹفک طریقوں کو فروغ دینا، گھریلو صنعتوں کو ترقی دینا، گاؤں والوں کے لئے کوآپریٹیو بینک قائم کرنا تاکہ گاؤں والوں کو ضرورت کے وقت قرض مل سکے اور وہ مہاجنوں کے پنجۂ مصیبت سے رہائی پا سکیں۔ گاؤں کے بچوں کے کھیل کود اور کسرت کے فیلڈ اور جمنازیم کا بندوبست کرنا اور معقول طبی امداد کا بندوبست کرنا ہیں۔ جب تک یہ مسئلے حل نہیں ہو جاتے ہمارے دیہات اور گاؤں پچھڑے اور پسماندہ رہیں گے اور ہمارا ملک کبھی بھی ترقی نہیں کر سکتا۔ ان سب باتوں کے لئے حکومت نے دو اسکیمیں شروع کیں۔ ایک کو کمیونٹی پروجیکٹ اسکیم (COMMUNITY PROJET SCHLME) اور دوسری کو قومی توسیعی سروس (NATIONAL EXTENSION SERVICE) کا نام دیا گیا۔ پہلی اسکیم کا مقصد یہ تھا کہ دیہاتوں اور گاؤں کا سدھار صرف کسی خاص شعبہ زندگی تک محدود نہ رہے بلکہ زندگی کے دوسرے شعبوں میں بھی ترقی ہو۔ اس کے لئے متعدد گاؤں کا انتخاب کیا جاتا ہے اور تقریباً سو گاؤں پر مشتمل ایک بلاک یا حلقہ بنایا جاتا تھا۔ ترقی اور توسیع کے تینوں بلاکوں کو پروجیکٹ کا رقبہ کہا جاتا تھا۔ اس رقبے یا علاقے کے تمام گاؤں میں زراعت کو ترقی دینے کی ہر ممکن کوشش کی جاتی ہے۔ مثلاً ادل بدل کر کھیتوں میں مختلف چیزوں کی کاشت کرتے رہنا تاکہ زمین کی زرخیزی اور قوت پیداوار بڑھے اور اعلیٰ قسم کے بیجوں اور اچھی کھاد کا استعمال کیا جائے۔ کیوں کہ بغیر اس کے نہ تو فصل اچھی ہو سکتی ہے اور نہ پیداوار بڑھ سکتی ہے۔ اس کے ساتھ گاؤں میں گھریلو صنعتوں اور دستکاریوں کو فروغ دیا جاتا ہے۔ ہر رقبے میں

www.taemeernews.com

اس کے علاوہ کوآپریٹیو بینک، ہائر سیکنڈری اسکول، زرعی اسکول، جانوروں کا اسپتال، ڈیری فارم اور مرغی خانے قائم کئے جاتے ہیں اور اس طرح سے پورے علاقے کی معاشی، سماجی اور تمدنی زندگی کے مرکز قائم کئے جاتے ہیں۔ اور ان تمام چیزوں کو کرنے کے بلاک ڈیولپمنٹ کا محکمہ قائم کیا گیا ہے۔ رقبہ کا انچارج بلاک ڈیولپمنٹ افسر ہوتا ہے جسے اس قسم کی ٹریننگ دی جاتی ہے اور اس کی ماتحتی میں پورا اسٹاف ہوتا ہے۔ اس محکمے کی طرف سے اس بات کی کوشش کی جاتی ہے کہ گاؤں کے تمام لوگ ترقی کی ان اسکیموں میں پورا پورا حصہ لیں۔

قومی توسیعی سروس کا مقصد یہ تھا کہ گاؤں کی ترقی کی مختلف اسکیموں کو عملی جامہ پہنایا جائے۔ گرام سیوک تیار کئے جائیں جو گاؤں گاؤں میں جاکر کمیونٹی پروجیکٹ اور قومی توسیعی سروس کے پروگراموں کو چلائیں۔

ان دونوں اسکیموں کے ذریعے گاؤں میں زراعت کو بہت ترقی ہوئی۔ پیداوار بہت بڑھی، اسکول کھلے، خواندگی میں اضافہ ہوا، سڑکیں بنیں، پل بنے، پینے کے پانی کا عمدہ انتظام ہوا، گاؤں پہلے سے زیادہ صاف ہوگئے، گھریلو صنعتیں زیادہ قائم ہوئیں اور بہتوں کو روزگار ملا۔ مویشیوں کے اسپتال قائم ہوئے۔ اچھے بیج اور کھاد کا کسانوں نے استعمال کیا۔ لیکن اب بھی گاؤں کے سدھار کے لئے بہت کچھ کرنا ہے۔ راستے اور سڑکیں اب بھی نہ ہونے کے برابر ہیں۔ خواندگی اور تعلیم میں گاؤں اب بھی بہت اچھے نہیں۔ اب بھی وہ گندگی اور بیماری کے مرکز ہیں اور جہالت اور توہم پرستی کے اب بھی وہ شکار ہیں۔ اندرا گاندھی کی وزارتِ عظمیٰ کے زمانے میں ۲۰ نکاتی پروگرام پر عمل درآمد شروع ہوا جس کا خاص مقصد غریبی دور کرنا، کمزور طبقوں کی حالت بہتر بنانا اور ہر طرح کی ترقی کے پروگراموں کو آگے بڑھانا ہے۔ سارے ملک

www.taemeernews.com

میں عام ترقی کے پروگراموں کو عملی جامہ پہنانا ہے۔ ہر ریاست میں اس پروگرام پر عمل ہو رہا ہے۔

منصوبہ بندی اور پنچ سالہ منصوبے

کوئی ملک اس وقت تک صحیح معنوں میں ترقی نہیں کر سکتا کہ جب تک وہ معاشی اعتبار سے مضبوط نہ ہو یعنی اپنی ضرورتیں خود نہ پوری کر سکتا ہو اور اس کے لئے دوسرے ملکوں کا محتاج اور دست نگر نہ ہو، اس کے باشندے خوش حال نہ ہوں اور ان کا عام معیار زندگی اونچا نہ ہو۔ بدقسمتی سے ہمارے ملک میں ان تمام چیزوں کی کمی ہے۔ اس کی آبادی برابر بڑھتی جا رہی ہے۔ ۱۹۵۱ء میں ملک کی کل آبادی ۳۵ کروڑ ۹۳ لاکھ ۱۶ ہزار نو سو پانچ تھی۔ ۱۹۸۱ء میں یعنی تیس برس کی مدت میں یہ بڑھ کر ۶۸ کروڑ ۳۸ لاکھ ۱۰ ہزار ۵۱ ہو گئی۔ یعنی تقریباً ۳۲ کروڑ کا اضافہ ہوا۔ اور جس حساب سے آبادی میں اضافہ ہو رہا ہے اس تناسب سے پیداوار میں اضافہ نہیں ہوتا۔ ملک اس وقت تک ترقی نہیں کر سکتا اور اپنی آزادی اس وقت تک برقرار نہیں رکھ سکتا اور نہ دنیا کے بڑے اور ترقی یافتہ ملکوں کی صف میں جگہ پا سکتا ہے کہ جب تک اس کی پیداوار نہ بڑھے اور دولت میں اضافہ نہ ہو، اس کے باشندوں کی زندگی کا معیار اونچا نہ ہو اور یہ اسی وقت ممکن ہے کہ جب ملک کی کثیر آبادی خوش حال ہو۔

کسی ملک کی دولت اور پیداوار تب ہی بڑھ سکتی ہے جب اس کے لئے قدرتی ذرائع کو مناسب اور صحیح طور سے کام میں لایا جائے۔ موجودہ زمانے میں یہ چیز منصوبہ بندی (PLANNING) کے ذریعے سے کی جاتی ہے۔

کسی ملک کی دولت اس کے معدنی ذرائع، عام پیداوار اور اس کے

www.taemeernews.com

ذرائع اور پانی یعنی نہریں، جھیلیں اور دریا ہوتے ہیں۔ حکومت ان تمام قدرتی ذرائع اور قدرتی دولت کے وسائل کا جائزہ لیتی ہے۔ ماہرین کو مقرر کرتی ہے جو اس کی رپورٹ پیش کرتے ہیں کہ ملک کو کن کن چیزوں کی کتنی مقدار میں ضرورت ہے اور اس کو کیسے پیدا کیا جاسکتا ہے۔ اس زمرے میں زراعت، صنعت و حرفت، تعلیم، ذرائع آمدورفت سب ہی آجاتے ہیں۔ پلاننگ کمیشنوں کے ذریعہ منصوبہ تیار کیا جاتا ہے کہ ملک کی مختلف ضرورتوں کے پیش نظر ۵ سال یا ۱۰ سال کے عرصے میں مطلوبہ چیزیں اس مقدار میں ملک میں پیدا کی جائیں گی۔ اس کے لئے سرمائے کی ضرورت ہوتی ہے جو اربوں روپے پر مشتمل ہوتا ہے۔ ماہرین کی ضرورت ہوتی ہے۔ بے شمار مشینوں کی ضرورت ہوتی ہے اور سب سے بڑھ کر عام لوگوں کے تعاون اور اشتراک عمل کی۔

سرمایہ دو طرح سے حاصل کیا جاتا ہے۔ ایک تو لوگوں پر ٹیکس لگا کر اور دوئم دوسرے ملکوں سے قرضہ لے کر۔

منصوبہ بندی میں یہ بھی شامل ہے کہ ملک کے باشندوں کو صحت مند اور تندرست بنایا جائے۔ بیماریوں اور وباؤں کو دور کیا جائے۔ کیوں کہ جس قوم کی صحت اچھی نہ ہو وہ کبھی ترقی نہیں کرسکتی۔

ان سب باتوں کے پیش نظر ہماری حکومت نے ۱۹۵۰ء میں پلاننگ کمیشن مقرر کیا جو ملک کے قابل ترین افراد پر مشتمل تھا اور جس کے صدر ہمارے پہلے وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو تھے۔ اس کمیٹی نے ۱۹۵۱ء میں پہلا ۱۹۵۶ء میں دوسرا اور ۱۹۶۲ء میں تیسرا اور اس کے بعد چوتھا منصوبہ پیش کیا۔ اب

www.taemeernews.com

چھٹا منصوبہ تیار کیا گیا ہے۔

چونکہ ہمارا ملک زرعی ملک ہے اور ملک کی ستر فیصدی آبادی کا انحصار زراعت پر ہے، اس لئے ان منصوبوں میں زراعت اور آبپاشی پر زیادہ زور دیا گیا چنانچہ ملک کے مختلف حصوں میں بڑے بڑے بند تعمیر کئے گئے جن میں دامودر وادی، ہیرا کنڈ، تنگ بھدرا اور ناگل بھاکڑا بند خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ ان کی تعمیر پر کروڑہا روپے صرف ہوئے۔ ان کے بنانے سے مقصد یہ تھا کہ زراعت کا انحصار صرف بارش ہی پر نہ رہے بلکہ بارش نہ ہونے یا کم ہونے کی صورت میں ان سے سینچائی کی جائے۔ چنانچہ اب یہی ہو رہا ہے۔ دوسرے ان بندوں سے بجلی گھر بھی کھولے گئے اور لاکھوں کلوواٹ بجلی فراہم کی گئی۔ ان سے بہت سے کارخانے چل رہے ہیں۔ اس طرح سے ملک کی صنعتی ترقی اور پیداوار میں بہت اضافہ ہوا اور دولت میں بھی۔ مزید برآں ان کارخانوں کے کھلنے اور قائم ہونے سے بہت سے لوگوں کو روزگار ملا، ٹیوب ویل یا بجلی کے کنویں قائم کئے گئے اور ان کے ذریعے ملک کی ہزاروں بلکہ لاکھوں ایکڑ قابل کاشت زمین کی سینچائی کا انتظام بجائے بارانی پانی کے اس پانی سے کیا گیا تھا اور کئی لاکھ ایکڑ زمین کو اس پانی سے سیراب کیا گیا۔ کھاد تیار کرنے والے کارخانے کھولے گئے اور ان کے ذریعے سے اچھی کھاد کسانوں کو فراہم کی گئی۔ چترنجن میں ریلوے انجن بنانے کا عظیم الشان کارخانہ کھولا گیا جس میں کروڑہا روپے کی مشینیں لگی ہوئی ہیں اور اس کے ذریعے ملک کی ایک بہت بڑی کمی پوری کی گئی۔ اس طرح سے کروڑوں روپیہ بچ گیا جو اس سے پہلے باہری ملکوں

www.taemeernews.com

ے انجنوں کے منگانے پر صرف ہوتا تھا۔

ملک میں لوہے اور فولا کے کارخانے کھل گئے۔ اب بہت کم ایسی چیزیں رہ گئی ہیں جو ملک میں تیار نہ ہوسکیں۔ ہوائی جہاز اور ان کے پرزے، ریلوں کے ڈبے، بڑی بڑی مشینیں ملک میں تیار ہونے لگی ہیں۔ ایٹمی بھٹیاں بھی قائم کردی گئی ہیں۔ اوران کی بے پناہ قوت سے ملک کی صنعتی ترقی میں بہت اضافہ ہوگا اور پیداوار بھی بہت بڑھ جائے گی۔ اس طرح سے ملک کی دولت میں اضافہ ہوا اور خاصا اضافہ ہوا۔

لیکن چین اور پاکستان کی لڑائیوں سے تیسرے پنج سالہ منصوبے کے بعض نشانات پورے نہ ہوسکے۔ سکے کی قیمت گر جانے سے ملک کا معاشی استحکام قائم نہ رہ سکا اور گرانی بڑھ گئی۔ غذائی اعتبار سے ملک اب بھی خودکفیل نہ ہوسکا اور اب بھی غیر ملکوں سے اشیائے خوردنی منگوائی جارہی ہیں جس پر ملک کا قیمتی زرمبادلہ صرف ہوتا ہے۔ عام باشندوں کو اب بھی وہ غذا نہیں ملتی جونشوونما اور قوت کے لئے ضروری ہے۔ مکانوں کی بہت قلت ہے اور خاص کر شہروں میں تعلیمی سہولتوں کی اب بھی بہت کمی ہے۔ غریبی اور امیری میں اب بھی فرق بہت نمایاں ہے۔ لاکھوں آدمی اب بھی تقریباً نیم فاقہ کشی اور مفلوک الحالی کی زندگی گذارتے ہیں۔ بے کاری اور بے روزگاری کا زبردست مسئلہ اب بھی موجود ہے۔ ملک میں اس وقت ایک کروڑ سے اوپر بے روزگار افراد موجود ہیں۔ ہر سال ملک کی آبادی میں ایک کروڑ ۴۳ لاکھ کا اضافہ ہوتا جارہا ہے اور اس بڑھتی ہوئی آبادی کے کھانے اور کپڑے کا مسئلہ اس وقت تک حل نہیں ہوسکتا

www.taemeernews.com

کہ جب تک غلے اور کپڑے کی پیداوار میں نمایاں اضافہ نہ ہو اور ساتھ ہی ساتھ قومی آمدنی نہ بڑھے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ صنعتوں کی ترقی ہو۔ اس لئے کہ جب تک ملک کی کثیر آبادی کا انحصار زراعت پر رہے گا ملک ترقی نہیں کرسکتا۔ نئی صنعتوں کے قائم ہونے اور کارخانوں کے کھل جانے سے ملک کی دولت اور صنعتی پیداوار میں اضافہ ہوگا اور ملک خوش حالی کی منزلیں طے کرے گا۔ ان سب چیزوں کو سامنے رکھ کر پنجسالہ منصوبے تیار کئے گئے لیکن منصوبہ تیار کرنے سے پہلے یہ بھی ضروری ہے کہ یہ طے ہو جائے کہ ہمارے ملک میں کس قسم کا سماج قائم ہوگا۔ آیا اس قسم کا سماج کہ جس میں مٹھی بھر لوگ عیش و عشرت کریں اور ایک بہت بڑی تعداد فقر و فاقے میں مبتلا رہے یا نیم فاقہ کشی کی زندگی گزارے یا پھر اس قسم کا سماج کہ جس میں زیادہ تر لوگ خوش حال ہوں اور ہر شخص کو روزگار حاصل ہو۔ اس مسئلے کو ملک کی سب سے بڑی سیاسی جماعت انڈین نیشنل کانگریس کہ جس کے ہاتھ میں ملک کی مرکزی حکومت کی باگ ڈور ہے اس مسئلے کو اس طرح حل کیا ہے کہ اشتراکیت سوشلزم کو ملک میں قائم کرنا مقصد قرار دیا ہے۔ یعنی یہ کہ چند لوگوں یا مٹھی بھر افراد کے ہاتھ میں دولت پیدا کرنے کے ذریعے نہ ہوں۔ مل، کارخانے اور زمین نہ ہوں تاکہ سرمایہ دارانہ نظام نہ قائم ہو سکے اور امیری غریبی کا فرق مٹ جائے۔ چنانچہ بینکوں کو قومی ملکیت میں لے لیا گیا اور اس کے بعد والیانِ ریاست کے وظیفوں کو ختم کر دیا گیا۔ تاکہ سرمایہ یا دولت چند لوگوں کے ہاتھ میں نہ رہے اس لئے پنج سالہ منصوبوں کا مقصد یہ قرار پایا کہ ملک کی قومی آمدنی میں اضافہ کیا جائے تاکہ عام معیار زندگی

www.taemeernews.com

اونچا ہو اور ملک میں تیزی سے صنعتی ترقی ہو تاکہ ملک دوسرے ملکوں کا محتاج نہ رہے۔ بھاری مشینیں ملک میں تیار کی جائیں کیوں کہ بغیر اس کے ملک معاشی اعتبار سے مضبوط نہیں ہوسکتا۔ زیادہ سے زیادہ لوگوں کو روزگار دیا جائے تاکہ ملک بے کاری اور بے روزگاری کے خطرناک مسئلوں سے نجات پاسکے۔ دولت کی جائز اور منصفانہ تقسیم کی جائے تاکہ ملک میں معاشی استحکام قائم رہے اور صحیح معنوں میں ملک خوش حال ہو۔

لوگوں کا عام معیار زندگی تب ہی اونچا ہوسکتا ہے جب ان کو ضرورت کی چیزیں افراط سے ملیں اور یہ پیداوار میں اضافہ کئے بغیر ممکن نہیں۔ پیداوار اسی وقت بڑھ سکتی ہے جب ملک میں صنعتی ترقی ہو۔ نئے کارخانے کھلیں، کارخانوں کے کھلنے اور صنعتی ترقی کے لئے ضروری ہے کہ سامان کی مانگ اور کھپت بڑھے۔

بے کاری اور بے روزگاری تب ہی دور ہوسکتی ہے کہ جب نئے کارخانے کھلیں اور ترقی ہو اور اس کے لئے ضروری ہے کہ سرمایہ ہو کیونکہ بغیر سرمائے کے نہ تو کوئی صنعت چل سکتی ہے اور نہ ترقی کرسکتی ہے اور نہ کارخانے کھل سکتے ہیں۔ صنعتیں اس وقت فروغ پاسکتی ہیں کہ جب حکومت ان کی ہمت افزائی کرے۔

چنانچہ حکومت نے طے کیا کہ بعض صنعتوں کو وہ خود شروع کرے۔ ان میں ہتھیاروں کا بنانا، ایٹمی توانائی اور قوت، لوہا اور فولاد سے بڑی بڑی مشینوں کا بنانا؛ بجلی کے بڑے بڑے کارخانے اور پلانٹ، کوئلہ، ہیرے، سونے اور مینگنیز کی کانیں اور دوسری معدنیات کی کانیں، ریلوے اور اس کا سامان، ہوائی جہاز، جہاز رانی، ٹیلی فون اور تار کا سامان؛ بجلی کی پیداوار اور اس کی تقسیم شامل

www.taemeernews.com

دوسری قسم کی صنعتوں کے بارے میں کہ جن میں الومنیم مشینیں اور ان کے پرزے، مصنوعی ربر اور وہ دوسرے قسم کے وسائل کہ جو پہلی قسم میں شامل نہیں ہیں حکومت نے یہ فیصلہ کیا کہ انھیں بتدریج اسٹیٹ کی ملکیت اور انتظام میں لیا جائے۔ اور جب تک اسٹیٹ ایسا نہیں کرتی اس وقت تک یہ صنعتیں پرائیویٹ یا نجی ملکیت یا انتظام میں رہیں گی یعنی ان کے بارے میں ہندوستانی شہریوں کو اس کا حق حاصل ہے کہ وہ انھیں چلائیں اور ان کے کارخانے کھولیں۔ البتہ حکومت جس وقت بھی ملک کے مفاد کے پیشِ نظر ضروری سمجھے تو ان صنعتوں کو اپنے انتظام اور ملکیت میں لے لے گی۔

اس طرح سے ہندوستان میں دونوں چیزیں ساتھ ساتھ چل رہی ہیں۔ یعنی بعض صنعتیں حکومت کے انتظام اور ملکیت میں ہیں اور بہت سی پرائیویٹ ملکیت اور انتظام میں۔

ہمارے ملک میں بے شمار صنعتیں اور دستکاریاں ہیں جنھیں گھریلو صنعتیں (COTTAGE INDUSTRIES) کہا جاتا ہے مثلاً مٹی کے برتن اور کھلونے بنانا، تانبے اور پیتل کے برتنوں پر کام، چکن کا کام وغیرہ۔ ان میں مشینیں نہیں استعمال کی جاتیں بلکہ ہاتھ سے کام لیا جاتا ہے۔ ملک کی صورتِ حال کے پیشِ نظر ازحد ضروری ہے کہ انھیں پوری ترقی دی جائے اور ان کو پرائیویٹ انتظام اور ملکیت میں رکھا جائے۔ اس باب میں حکومت کی پالیسی یہ ہے کہ ان صنعتوں کی ہر طرح سے ہمت افزائی کی جائے تاکہ کم سرمایہ والے اور غریب لوگ ان دستکاریوں اور صنعتوں کے ذریعہ اپنا پیٹ پال سکیں۔ اگر ان کو ختم کر دیا جائے یا تباہ ہو جانے

www.taemeernews.com

دیا جائے یا ان کی جگہ ان کے کارخانے کھول دیئے جائیں تو لاکھوں افراد بے روزگار ہو جائیں گے اور بھوکوں مرنے لگیں گے۔

دوسرا خاص مقصد منصوبہ بندی کا یہ ہے کہ امیری اور غریبی کے نمایاں فرق کو دور کیا جائے اور دولت کی غیر منصفانہ تقسیم کو ختم کیا جائے کیوں کہ بغیر اس کے ملک معاشی اعتبار سے مضبوط نہیں ہو سکتا۔ اس کے لئے حکومت نے متعدد اقدامات کئے اور قانون پاس کئے مثلاً دولت پر ٹیکس، خرچ پر ٹیکس اور کسی دولت مند شخص کے مرنے پر اس کی جائداد اور دولت پر DEATH DUTY ان مدوں سے جو روپیہ وصول ہوتا ہے وہ ملک کی معاشی ترقی پر صرف کیا جاتا ہے۔ اس طرح یہ کوشش کی جا رہی ہے کہ دولت چند لوگوں میں سمٹنے نہ پائے۔

پنج سالہ منصوبے کے مقاصد حسب ذیل تھے:۔

(۱) جس قدر جلد ممکن ہو ملک کو معاشی اعتبار سے خود کفیل بنایا جائے اور اس کی معیشت کو مستحکم۔ یہ اسی وقت ممکن ہے کہ جب زرعی اور صنعتی پیداوار کی اسکیموں کو ہر چیز پر فوقیت دی جائے تاکہ باہری ملکوں سے نہ تو غلہ منگایا جائے اور نہ مشین۔ اور ایسی دوسری چیزیں کہ جن کے بغیر ہماری مصنوعات تیار نہیں ہو سکتیں یعنی باہری ملکوں کو ہمارا مال زیادہ سے زیادہ دیا جائے بجائے اس کے کہ ملک میں درآمد تجارت زیادہ ہو یا باہر سے مال زیادہ آئے۔

(۲) قیمتوں کو مستحکم رکھا جائے۔ یعنی نہ تو انھیں زیادہ بڑھنے دیا جائے اور

www.taemeernews.com

نہ زیادہ گرنے دیا جائے ورنہ پھر معاشی ابتری پھیل جائے گی۔

(۳) ہر ممکن کوشش کی جائے کہ زرعی پیداوار میں اضافہ ہو تاکہ دیہاتوں اور گاؤں میں رہنے والوں یا ان زراعت پیشہ طبقوں کی آمدنی میں اضافہ ہو۔

(۴) اس مقصد کے حصول کے لئے کھاد، زرعی اوزاروں مثلاً ٹریکٹر، ڈیزل انجن کی پیداوار میں اضافہ کیا جائے۔

(۵) کپڑے، شکر، مٹی کے تیل، کاغذ اور سیمنٹ کی پیداوار میں اضافہ کیا جائے تاکہ ان چیزوں کے لئے ملک والے دوسرے ملک کے محتاج نہ رہیں۔

(۶) مشینوں، بجلی اور ذرائع آمدورفت کے سامان، دھاتوں، کیمیاوی چیزوں کی پیداوار کی وہ ساری اسکیمیں جس قدر جلد ممکن ہو مکمل کی جائیں گی جن کے بغیر ملک کی معیشت خودکفیل نہیں ہو سکتی۔ لیکن صرف انہی نئی اشیاء کی پیداوار کی اسکیموں کو چلایا جائے گا کہ جو ازحد ضروری ہوں۔

(۷) ملک کی بڑھتی، آبادی کو روکنے کے لئے خاندانی منصوبہ بندی (FAMILY PLANNING) کا پرچار زور شور سے سارے ملک میں کیا جائے۔

منصوبہ کا خاص مقصد یہ تھا کہ ملک میں اشتراکی سماج قائم کیا جائے۔

دوسرا خاص مقصد یہ تھا کہ دستکاروں کو معقول اور مناسب مزدوری اور اجرت ملے اور عام لوگوں کو چیزیں مناسب داموں پر ملتی رہیں یعنی غیر معمولی گرانی کو روکا جائے۔ یہ تب ہی ممکن تھا کہ جب حکومت کا چیزوں کی تقسیم میں بھی دخل ہو۔ اس کے لئے ضروری تھا کہ حکومت کوآپریٹو اسٹور کھولے تاکہ درمیانی منافع خوروں کا عمل دخل کم سے کم ہو۔

www.taemeernews.com

تیسرا خاص مقصد یہ تھا کہ امیری اور غریبی کے نمایاں فرق اور تعاون کو کم کیا جائے۔ یہ اسی وقت ممکن ہے کہ جب دولت پیدا کرنے کے ذریعوں پر چند افراد کا قبضہ نہ ہو اور ان کو اجارہ داری حاصل نہ ہو۔ اس کے لئے زیادہ دولت مندوں پر طرح طرح کے ٹیکس لگائے جائیں تاکہ آمدنیوں کا فرق کم ہو۔

دنیا کی تاریخ میں پہلی بار اتنی بڑی جمہوری منصوبہ بندی کا پچھلے تیس ۳۰ برسوں سے تجربہ ہو رہا ہے۔ روس اور چین اور دوسرے کمیونسٹ اور غیر جمہوری ملکوں کی حکومت نے ڈنڈے کے زور اور جبر و تشدد سے اپنے پنج سالہ منصوبوں کو کامیاب بنایا۔ لیکن ہمارے ملک میں اسے خالص جمہوری طریقوں سے چلایا جارہا ہے۔ اور عام لوگوں کے تعاون اور اشتراک عمل کی وجہ سے اس کی خاصی کامیابی ہوئی ہے۔ یہی اس کی سب سے بڑی خصوصیت ہے۔ اب ساتویں پنجسالہ منصوبے پر عمل ہو رہا ہے اور ملک کی آمدنی میں اضافہ ہوا ہے اور فی کس آمدنی میں بھی۔ مختلف چیزوں کی پیداوار میں نشانے پورے ہو رہے ہیں اور ملک بہت بڑی حد تک سب ہی چیزوں میں خود کفیل ہو چکا ہے۔

مشقی سوالات

۱۔ ہندوستان میں مفلسی اور پس ماندگی کے کیا اسباب ہیں؟

۲۔ ہندوستان میں زرعی مسئلے کی اہمیت کو واضح کیجئے۔

۳۔ پنج سالہ منصوبے کی اہمیت اور افادیت کو واضح کیجئے۔

www.taemeernews.com

ضمیمہ جات

ضمیمہ ۱

جمہوریہ ہند کے دستور اساسی کے متعلق چند اعداد و شمار :۔

(۱) دستور ساز اسمبلی یا دستوریہ کے ممبروں کی تعداد = ۳۰۸

(۲) دستوریہ یا دستور ساز اسمبلی کا پہلا جلسہ ۹ دسمبر ۱۹۴۶ء کو نئی دہلی میں منعقد ہوا۔

(۳) دستور کی منظوری کے لئے دستور ساز اسمبلی کی آخری نشست ۲۶ نومبر ۱۹۴۹ء۔

(۴) دستور سازی میں کل وقت خرچ ہوا ۲ سال گیارہ مہینے ۱۸ دن۔

(۵) دستور ساز اسمبلی کی نشستوں کی کل تعداد = ۱۱

(۶) سیشن دیکھنے والوں کی کل تعداد = ۵۳ ہزار

(۷) دستوری مشیر کے مرتبہ دستور کی کل دفعات و شیڈول = ۲۴۳ دفعات اور ۱۳ شیڈول۔

(۸) مسودہ پیش کرنے والی کمیٹی کی پیش کردہ دفعات اور شیڈول = ۳۱۵ دفعات۔

(۹) کتنی ترمیمیں پیش کرنے کا نوٹس دیا گیا = ۷۶۳۵

(۱۰) جو ترمیمیں واقعی پیش کی گئیں = ۲۴۷۳

www.taemeernews.com

۱۱ دستور کے منظور شدہ دستور کی دفعات اور شیڈول = ۳۹۵ دفعات اور ۸ شیڈول۔

۱۲ اب تک دستور میں کتنی ترمیمیں ہو چکی ہیں = ۱۹۸۰ء تک ۴۵ ترمیمیں ہوئیں۔

(ب) دوسرے ملکوں کو اپنا دستور تیار کرنے میں کیا وقت لگا :۔

۱ ریاست ہائے متحدہ امریکہ چار مہینے برائے ۷ دفعات

۲ کناڈا۔ دو سال پانچ مہینے برائے ۱۴۷ دفعات

۳ آسٹریلیا۔ ۹ سال برائے ۱۸۰ دفعات

۴ جنوبی افریقہ۔ ایک سال برائے ۱۵۲ دفعات

ضمیمہ ۲

ریاستی اسمبلیوں کے ممبروں کی تعداد :۔

۱۔ آندھرا پردیش	۲۹۴	۹۔ مدھیہ پردیش	۳۲۰	۱۷۔ راجستھان	۲۰۰
۲۔ آسام	۱۲۶	۱۰۔ مہاراشٹر	۲۸۸	۱۸۔ سکم	۳۲
۳۔ بہار	۳۲۴	۱۱۔ منی پور	۶۰	۱۹۔ تامل ناڈو	۲۳۴
۴۔ گجرات	۱۸۲	۱۲۔ میگھالیہ	۶۰	۲۰۔ تری پورہ	۶۰
۵۔ ہریانہ	۹۰	۱۳۔ ہماچل پردیش	۶۸	۲۱۔ اترپردیش	۴۲۵
۶۔ جموں وکشمیر	۷۶	۱۴۔ ناگالینڈ	۶۰	۲۲۔ مغربی بنگال	۲۹۴
۷۔ کیرالہ	۱۴۰	۱۵۔ اڑیسہ	۱۴۷	۲۳۔ میزورم	۴۰
				۲۴۔ اروناچل پردیش	۴۰
۸۔ کرناٹک	۲۲۴	۱۶۔ پنجاب	۱۱۷	۲۵۔ گوا	-

www.taemeernews.com

ضمیمہ ۳

ریاستی کونسلوں کے ممبروں کی تعداد :-

۱۔ آندھرا پردیش	۹۰	۲۔ بہار	۹۶	۳۔ تامل ناڈو	۶۳
۴۔ جموں وکشمیر	۳۶	۵۔ مہاراشٹر	۷۸	۶۔ کرناٹک	۶۳
۷۔ اترپردیش	۱۰۷				

ضمیمہ ۴

راجیہ سبھا میں ریاستوں کی نمائندگی :-

۱۔ آندھرا	۱۸	۱۰۔ مدھیہ پردیش	۱۶	۱۹۔ تامل ناڈو	۱۸
۲۔ آسام	۷	۱۱۔ مہاراشٹر	۱۹	۲۰۔ تری پورہ	۱
۳۔ بہار	۲۲	۱۲۔ منی پور	۱	۲۱۔ اترپردیش	۳۴
۴۔ گجرات	۱۱	۱۳۔ میگھالیہ	۱	۲۲۔ مغربی بنگال	۱۶
۵۔ ہریانہ	۵	۱۴۔ ناگالینڈ	۱	مرکز کے زیر انتظام علاقے	
۶۔ ہماچل پردیش	۳	۱۵۔ اڑیسہ	۱۰	دہلی	۳
۷۔ جموں وکشمیر	۴	۱۶۔ پنجاب	۷	پانڈی چیری	۱
۸۔ کرناٹک	۱۲	۱۷۔ راجستھان	۱۰	میزورام	۱
۹۔ کیرالہ	۹	۱۸۔ سکم	۱	اروناچل پردیش	۱

ضمیمہ ۵

لوک سبھا میں ریاستوں کی نمائندگی :-

۱۔ آندھرا	۴۲	۲۔ آسام	۱۴	۳۔ بہار	۵۴
۴۔ گجرات	۲۶	۵۔ ہریانہ	۱۰	۶۔ ہماچل پردیش	۴
۷۔ جموں اور کشمیر	۶	۸۔ کرناٹک	۲۸	۹۔ کیرالہ	۲۰
۱۰۔ مدھیہ پردیش	۴۰	۱۱۔ مہاراشٹر	۴۸	۱۲۔ منی پور	۲

www.taemeernews.com

۱۳۔ میگھالیہ	۲	۱۴۔ ناگالینڈ	۱	۱۵۔ اڑلیہ	۲۱
۱۶۔ پنجاب	۱۳	۱۷۔ راجستھان	۲۵	۱۸۔ سکم	۱
۱۹۔ تامل ناڈو	۳۹	۲۰۔ تری پورہ	۲	۲۱۔ اتر پردیش	۸۵
۲۲۔ مغربی بنگال	۴۲	۲۳۔ اروناچل پردیش		۲۴۔ میزورم	
۲۵۔ گوا					

مرکز کے زیر انتظام علاقے

پانڈی چیری ۱، دہلی ۷، انڈمان نکوبار ۱، زمن، دیو ۲، چنڈی گڑھ ۱، جزائر لکشا دیپ ۱، دادر و نگر حویلی ۱۔

(اب ترمیم کی رو سے لوک سبھا کے ۵۲۵ ممبر ریاستوں سے منتخب ہوا کریں گے۔ ۲۰ مرکزی علاقوں سے۔ اس طرح سے لوک سبھا کے کل ممبروں کی تعداد ۵۴۵ ہوگی۔)

ضمیمہ ۶

۱۹۸۰ء کے الکشن کے بعد لوک سبھا میں مختلف پارٹیوں کی پوزیشن :۔

کانگریس اندرا	۳۵۲	جنتا پارٹی	۳۱	اے۔ ڈی۔ ایم۔ کے	۲
لوک دل	۴۲	ارس کانگریس	۱۲	فارورڈ بلاک	۳
کمیونسٹ پارٹی	۱۱	آر۔ ایس۔ پی	۴	ڈی۔ ایم۔ کے	۱۶
کمیونسٹ پارٹی مارکسٹ	۳۶	مسلم لیگ	۳	کشمیر نیشنل کانفرنس	۲
غیر متعلق	۱۲				

آسام کی ۱۲ نشستوں کا الکشن وہاں کی گڑبڑ کی وجہ سے نہیں ہوا۔

ضمیمہ ۷

ریاستی اسمبلیوں میں مختلف پارٹیوں کی پوزیشن :۔

۱۔ آندھرا : اسمبلی کے ممبروں کی کل تعداد ۲۹۴۔ کانگریس آئی ۲۵۱، جنتا پارٹی ۷، بھارتیہ جنتا پارٹی ۳، لوک دل ۹، ارس کانگریس ۲، کمیونسٹ پارٹی ۶، کمیونسٹ پارٹی مارکسسٹ ۸، اتحاد المسلمین ۳، آزاد ۱۱۔ کانگریس کو اکثریت حاصل ہوئی اور اسی کی وزارت بنی۔

www.taemeernews.com

۲۔ آسام : اسمبلی کے ممبروں کی کل تعداد ۱۲۶ ۔ کانگریس آئی ۳۶، جنتا پارٹی ۲۸، لوک دل ۴، ارس کانگریس ۱۹، کمیونسٹ پارٹی ۶، کمیونسٹ پارٹی مارکسسٹ ۱۱، دوسری پارٹیاں ۱۲، آزاد ۱۰ ۔ بعد میں جنتا پارٹی اور دوسری پارٹیوں کے ممبروں نے کانگریس میں شمولیت اختیار کی اور دسمبر ۱۹۸۰ء میں مسز انورہ تیمور کی قیادت میں کانگریس وزارت بن گئی ۔ اس سے پہلے جنتا پارٹی کی وزارت تھی ۔

۳۔ بہار : اسمبلی کے ممبروں کی کل تعداد ۳۲۴ ۔ کانگریس آئی ۱۶۷، جنتا پارٹی ۱۳، بھارتیہ جنتا پارٹی ۲۱، لوک دل ۴۲، ارس کانگریس ۱۴، کمیونسٹ پارٹی ۲۳، کمیونسٹ پارٹی مارکسسٹ ۶، دوسری پارٹیاں ۱۶، آزاد ۱۹ ۔ الکشن کے بعد دوسری پارٹیوں کے ممبر کانگریس میں شامل ہوئے اور کانگریس کی غیر معمولی اکثریت میں اضافہ ہوا ۔ اور اس کی وزارت جون ۱۹۸۰ء میں بنی ۔

۴۔ گجرات : اسمبلی کے ممبروں کی کل تعداد ۱۸۲ ۔ کانگریس آئی ۱۴۰، جنتا پارٹی ۲۱، بھارتی جنتا پارٹی ۹، لوک دل ۱، آزاد ۱۰ ۔ کانگریس کو غیر معمولی اکثریت حاصل ہوئی اور اسی کی وزارت بنی ۔

۵۔ ہریانہ : اسمبلی کے ممبروں کی کل تعداد ۹۰ ۔ کانگریس آئی ۴۸، جنتا پارٹی ۱۵، لوک دل ۲۳، آزاد ۱ ۔ جنوری ۱۹۸۰ء میں لوک دل کے ممبر بڑی تعداد میں بھجن لال چیف منسٹر کی قیادت میں کانگریس آئی میں شامل ہو گئے اور کانگریس کی وزارت بن گئی ۔

۶۔ ہماچل پردیش : اسمبلی کے ممبروں کی کل تعداد ۶۸ ۔ کانگریس آئی ۳۴، جنتا پارٹی ۱، بھارتیہ جنتا پارٹی ۲۴، لوک دل ۱، کمیونسٹ پارٹی مارکسسٹ ۱، آزاد ۴ ۔ لوک سبھا کے الکشن کے بعد جنتا پارٹی کے ممبروں کی بڑی تعداد کانگریس آئی میں شامل ہو گئی اور اس طرح کانگریس کو اکثریت حاصل ہو گئی اور اس کی وزارت بن گئی ۔

۷۔ جموں اور کشمیر : اسمبلی کے ممبروں کی کل تعداد ۷۶ ۔ کانگریس آئی ۷، جنتا پارٹی ۱۱، لوک دل ۲، ارس کانگریس ۱، کشمیر نیشنل کانفرنس ۵۲، آزاد ۱ ۔ کشمیر نیشنل کانفرنس کو غیر معمولی اکثریت حاصل ہے اس لئے اس کی وزارت بنی ۔

۸۔ کرناٹک : اسمبلی کے ممبروں کی کل تعداد ۲۲۴ ۔ کانگریس آئی ۱۶۱، جنتا پارٹی ۱۸، ارس کانگریس ۳۰، کمیونسٹ پارٹی ۳، دوسری پارٹیاں ۲، آزاد ۷ ۔ کانگریس آئی کو غیر معمولی اکثریت حاصل ہوئی اور اس کی وزارت بنی ۔

www.taemeernews.com

۹۔ **کیرالہ :** اسمبلی کے ممبروں کی کُل تعداد ۱۴۰۔ کانگریس آئی ۱۷، جنتا پارٹی ۵، ارس کانگریس ۲۲، کمیونسٹ پارٹی ۱۷، کمیونسٹ پارٹی مارکسسٹ ۳۴، دوسری پارٹیاں ۴۴، آزاد ۱۔ کمیونسٹ پارٹی مارکسسٹ اور اس کے حلیفوں کو عمومی اکثریت حاصل ہوئی۔ اس لئے کمیونسٹ پارٹی مارکسسٹ کی وزارت بنی۔

۱۰۔ **مدھیہ پردیش :** اسمبلی کے ممبروں کی کل تعداد ۳۲۰۔ کانگریس آئی ۲۴۶، جنتا پارٹی ۲، بھارتیہ جنتا پارٹی ۶۰، لوک دل ۱، کمیونسٹ پارٹی ۲، دوسری پارٹیاں ۱، آزاد ۸۔ کانگریس آئی کو غیر معمولی اکثریت حاصل ہوئی اور اسی کی وزارت بنی۔

۱۱۔ **مہاراشٹر :** اسمبلی کے ممبروں کی کل تعداد ۲۸۸۔ کانگریس آئی ۱۸۶، جنتا پارٹی ۱۷، بھارتیہ جنتا پارٹی ۱۴، کانگریس ارس ۴۷، کمیونسٹ پارٹی ۲، کمیونسٹ پارٹی مارکسسٹ ۲، دوسری پارٹیاں ۸، آزاد ۱۲۔ کانگریس آئی کو غیر معمولی اکثریت حاصل ہوئی اور اس کی وزارت بنی۔

۱۲۔ **منی پور :** اسمبلی کے ممبروں کی کل تعداد ۶۰۔ کانگریس آئی ۳۷، جنتا پارٹی ۴، کانگریس ارس ۶، کمیونسٹ ۵، کمیونسٹ پارٹی مارکسسٹ ۱، دوسری پارٹیاں ۴، آزاد ۲۔ کانگریس آئی کو غیر معمولی اکثریت حاصل ہوئی اور اسی کی وزارت بنی۔

۱۳۔ **میگھالیہ :** اسمبلی کے ممبروں کی کل تعداد ۶۰۔ آل پارٹی ہل لیڈر کانفرنس ۲۰، پبلک ڈیمانڈ امپلائی منٹ کنونشن ۲، یونائیٹڈ میگھالیہ پالیمنٹری ڈیموکریٹک فرنٹ ۲۳، آزاد ۲، جنتا پارٹی ۱۔

۱۴۔ **ناگالینڈ :** اسمبلی کے ممبروں کی کل تعداد ۶۰۔ کانگریس آئی ۲۴، ناگا نیشنل ڈیموکریٹک پارٹی ۳۵۔

۱۵۔ **اڑیسہ :** اسمبلی کے ممبروں کی کل تعداد ۱۴۷، اندرا کانگریس ۱۱۷، ارس کانگریس ۲، جنتا پارٹی ۳، لوک دل ۱۳، کمیونسٹ پارٹی آف انڈیا ۲، آزاد ۷۔ کانگریس آئی کو غیر معمولی اکثریت حاصل ہوئی اور اسی کی وزارت بنی۔

۱۶۔ **پنجاب :** اسمبلی کے ممبروں کی کل تعداد ۱۱۷۔ کانگریس آئی ۶۲، بھارتیہ جنتا پارٹی ۱، کمیونسٹ پارٹی ۹، کمیونسٹ پارٹی مارکسسٹ ۵، دوسری پارٹیاں ۳۷، آزاد ۲۔

۱۷۔ **راجستھان :** اسمبلی کے ممبروں کی کل تعداد ۲۰۰۔ کانگریس آئی ۱۳۳، جنتا

www.taemeernews.com

پارٹی ۸ ، بھارتیہ جنتا پارٹی ۳۲ ، لوک دل ۷ ، ارس کانگریس ۲ ، کمیونسٹ پارٹی ۱ ، کمیونسٹ پارٹی مارکسسٹ ۱ ، آزاد ۱۲ ۔

۱۸ ۔ سکم : اسمبلی کے ممبروں کی کل تعداد ۳۲ ۔ سکم مہاپریشد ۲۲ ، سکم کانگریس ۸ ، سکم پرجاتنتر کانگریس ۱ ۔

۱۹ ۔ تامل ناڈو : اسمبلی کے ممبروں کی کل تعداد ۲۳۴ ۔ کانگریس آئی ۳۰ ، اے ڈی ایم کے ۱۲۹ ، ڈی ایم کے ۳۸ ، آل انڈیا فارورڈ بلاک ۳ ، تامل ناڈو کامراج کانگریس ۲ گاندھی کامراج نیشنل کانگریس ۶ ، انڈین یونین مسلم لیگ ۱ ۔ انا ڈی ایم کے کو غیر معمولی اکثریت حاصل ہوئی اور اس کی وزارت بنی ۔

۲۰ ۔ تری پورا : اسمبلی کے ممبروں کی کل تعداد ۶۰ ۔ آر ایس پی ۲ ، کمیونسٹ پارٹی مارکسسٹ ۵۰ ، فارورڈ بلاک ۱ ، تری پورا اُپا جاتی جوبا سمیتی ۴ ، کمیونسٹ پارٹی مارکسسٹ کو غیر معمولی اکثریت حاصل ہوئی اور اسی کی وزارت بنی ۔

۲۱ ۔ اتر پردیش : اسمبلی کے ممبروں کی کل تعداد ۴۲۵ ۔ کانگریس آئی ۳۰۶ ، جنتا پارٹی ۴ ، بھارتیہ جنتا پارٹی ۱۱ ، لوک دل ۵۹ ، ارس کانگریس ۱۳ ، کمیونسٹ پارٹی ۷ ، دوسری پارٹیاں ۴ ، آزاد ۱۷ ۔ کانگریس آئی کو غیر معمولی اکثریت حاصل ہوئی اور اسی کی وزارت بنی ۔

۲۲ ۔ مغربی بنگال : اسمبلی کے ممبروں کی کل تعداد ۲۹۴ ۔ کانگریس آئی ۱۸ ، کمیونسٹ پارٹی مارکسسٹ ۱۵۹ ، جنتا پارٹی ۲۳ ، لوک دل ۵ ، ارس کانگریس ۴ ، کمیونسٹ پارٹی ۲ ، فارورڈ بلاک ۲۷ ، آر ایس پی ۲۰ ، انقلابی کمیونسٹ پارٹی آف انڈیا ۲ ، فارورڈ بلاک مارکسسٹ ۳ ، بنگلہ کانگریس ۱ ، سوشلسٹ یونٹی سنٹر ۴ ، مسلم لیگ ۱ ، کمیونسٹ پارٹی مارکسسٹ لیننسٹ ۱ ۔ یہ الکشن جنوری ۱۹۸۰ء میں ہوا تھا اور کمیونسٹ پارٹی مارکسسٹ کو غیر معمولی اکثریت حاصل ہوئی اور اسی کی وزارت بنی ۔

ختم شد